پیام انسانیت

اصول وضوابط اور موجودہ تقاضے

مرتب
مولانا محمد نفیس خان ندوی

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

نام کتاب: پیام انسانیت۔اصول وضوابط اور موجودہ تقاضے
مؤلف: مولانا محمد نفیس خان ندوی
صفحات: ۲۲۳
قیمت:

ناشر
اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)
161– ایف، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر :9746
جامعہ نگر، نئی دہلی – ۱۱۰۰۲۵
ای میل :fiqhacademyindia@gmail.com
فون : 011-26981779

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

صفحہ	عنوان
۱۱	پیش لفظ
۱۳	پیام انسانیت اور اس کی اہمیت
۱۴	اسلام کی تعلیمات
۲۱	اسلامی تعلیمات کا فروغ
۲۳	اسلام اور ہندوستان
۲۵	آزادی کے بعد
۲۶	خلیج کو پاٹنے کی ضرورت
۲۷	مخلوط اجتماعات
۲۸	فسادات کی لہر
۳۰	تحریک پیام انسانیت
۳۳	وحدت انسان نہ کہ وحدت ادیان
۳۵	حلف الفضول کی عصری معنویت
۳۷	پیام انسانیت کے مقاصد
۳۹	اصول وضوابط اور تقاضے
۴۱	بقائے انفع کا بے لاگ قانون

دعوتی جذبہ	۴۳
عملی نمونہ	۴۴
تربیتی نظام	۴۵
ثابت قدمی	۴۷
نمائش سے اجتناب	۴۸
تنظیم کار کی ضرورت	۴۹
اخلاص	۵۱
پیام انسانیت کا دائرہ کار	۵۴
تعمیر افکار	۵۴
سماجی رابطے	۵۵
عوامی اجلاس	۵۶
گفتگو کی بنیادیں	۵۶
لٹریچر کی بنیادیں	۵۸
رفاہی خدمات	۵۹
نوٹ	۶۰
طبی تعاون	۶۰
تعلیمی تعاون	۶۱
معاشی تعاون	۶۳
سماجی تعاون	۶۴

۶۶	مسلم تحریکات کی رفاہی سرگرمیاں
۶۶	جمعیۃ علمائے ہند
۶۸	جماعت اسلامی ہند
۶۹	انڈین یونین مسلم لیگ
۷۰	رضا اکیڈمی
۷۱	آل انڈیا علماء بورڈ
۷۲	آل انڈیا ملی کونسل
۷۳	صفا بیت المال
۷۴	مسلم راشٹریہ منچ
۷۵	آل انڈیا پیام انسانیت فورم
۸۴	چند ضروری ہدایات
۸۶	ہندستان میں پیام انسانیت پر لکھی جانے والی چند کتابیں
۱۰۷	تحفظِ انسانیت کے لیے ہندستان میں قائم ادارے اور تنظیمیں
۱۴۵	پیام انسانیت اور اس کے فروغ کے لئے عالمی تحریکات

پیش لفظ

اللہ تعالی نے اس وسیع کائنات کو جس مخلوق کے لئے بسایا ہے وہ حضرت انسان ہے، سورج و چاند سے لے کر زمین کے اندر رہنے والے کیڑے اور نکلنے والے پودے یہ سب ہمہ وقت اسی اشرف المخلوقات کی خدمت میں مشغول ہیں، اور اللہ تعالی نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے اپنی بندگی کے لئے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: **"وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون"** (جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی دوسری مخلوق کی یا خود اپنے نفس کی بندگی کا شکار نہ ہوجائے، تمام انبیاء جو اس دنیا میں تشریف لائے وہ اسی لئے آئے)، تاکہ انسانیت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے اور رب کریم سے اس کا تعلق استوار کیا جائے، اس لئے یقیناً بہترین عمل انسانیت کی خدمت ہے اور انسانیت کے لئے نافع بننا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"خير الناس من ينفع الناس"**، بہترین انسان وہ ہے جو اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے لئے نافع ثابت ہو سکے، انسانیت کا ایک نفع وہ ہے جو اس کو اس دنیا میں مطلوب ہے، کھانا پینا، دنیا کی ضرورتیں، بیوی، بال بچے اور دوسرا نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لئے آخرت کی زندگی کے لئے درکار ہے، اور وہ ہے اللہ تعالی کی رضا اور اللہ کی خوشنودی، جتنے احکام اس شریعت میں ہیں یا اللہ کی طرف سے پہلی شریعتوں میں آئے ان سب کا مقصد یہ تھا کہ انسان اپنے خالق ومالک کی مرضیات کو جان جائے کہ کون سی چیزیں اللہ کو پسند ہیں اور منہیات کو سمجھ لے کہ کون سی چیزیں اللہ

تعالی کو ناپسند ہیں، لیکن افسوس کہ شیطانی قوتوں کے غلبہ کی وجہ سے، اور خود انسان کے اندر جو نفس کا چور چھپا ہوا ہے اس کی دسیسہ کاریوں کی وجہ سے اکثر یہ نوبت آتی ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کو بھول جاتا ہے، اور بعض دفعہ تو خود خدا بننے کی کوشش کرتا ہے، جب انسان اللہ تعالی کو یاد رکھتا ہے اور اللہ سے اس کا تعلق مضبوط ہوتا ہے تو اس میں دو کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں: ایک تو اللہ کے سامنے خشیت، اور دوسرے دیگر انسانوں کے سامنے جھکاؤ، اچھا سلوک، ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک آدمی حقیقی دیندار ہو اور وہ انسان کا بھلا سوچنے کے بجائے اس کا برا سوچنے لگے، تو یہ جو دوسرا پہلو ہے الہامی تعلیمات کا کہ انسان کا تعلق اپنے ہم جنسوں سے استوار ہو اس کا تعلق دوسرے انسانوں کے ساتھ بہتر ہو، اس میں محبت ہو، اس میں انس ہو، اس میں رواداری ہو، اس میں تواضع ہو، اس میں ایک دوسرے کا لحاظ ہو، ایک انسان کی تکلیف دوسرے انسان کو تڑپاتی ہو، اور ایک انسان کی پریشانی دوسرے انسان کو فکر مند بناتی ہو، یہ جو کیفیت ہے یہ پہلو دین کا ہے، شریعت کا ہے، اسی کو ہم لوگ ''پیام انسانیت'' سے تعبیر کرتے ہیں، کیوں کہ یہ ایسا پیغام ہے، ایسی ضرورت ہے جس میں مسلمان اور غیر مسلم سب برابر ہیں، ایمان والے اور ایمان سے محروم لوگ سبھوں کے لئے یہ ایک ضرورت ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس ملک میں جس ملک میں اسّی فیصد اکثریت کے درمیان ہم ایک مذہبی اقلیت کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، اس ماحول میں ہم ان اخلاقی اقدار اور ان تعلیمات کو لے کر آگے بڑھیں جن سے تمام انسانوں کی بھلائی ہو سکے، ہمارے اس اخلاق سے جب لوگ متاثر ہوں گے تو جیسے انسانوں سے ان کا رابطہ بہتر ہوگا ویسے ہی ان شاء اللہ ان کو اللہ تعالی سے بھی اپنا رشتہ جوڑنے کی توفیق میسر ہوگی۔

اسی لئے ہمارے بعض بزرگوں نے اس ملک میں پیام انسانیت کی تحریک

چلائی اور اس پر بہت زیادہ زور دیا، افسوس کہ ہم اس پر کما حقہ توجہ نہیں کر سکے، ورنہ آج اس ملک کے حالات اس سے بہت بہتر ہوتے جو اس وقت ہے، لیکن بہر حال ہمیں اب بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم انسانی بنیادوں پر برادران وطن سے اپنا رشتہ استوار کریں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی جہاں فقہی مسائل پر غور کرتی ہے، معتبر اور مستند تحریریں تیار کراتی ہے وہیں جو فکری موضوعات ہیں جو مسائل ہیں، جن سے اس وقت ہندوستان کے مسلمان دوچار ہیں ان مسائل پر بھی کام کراتی ہے، اسی پس منظر میں پیام انسانیت کا موضوع ایک نوجوان تازہ دم اور جذبہ تحقیق کے ماہر فاضل محب عزیز مولانا محمد نفیس خان ندوی کے حوالہ کیا گیا کہ اس موضوع پر کام کریں کہ برادران وطن تک کس طرح ''پیام انسانیت'' کا پیغام پہنچائیں، اس کے اصول وضوابط کیا ہوں، اس کے طریقہ کار کیا ہوں، قرآن وحدیث سے اور سلف صالحین کے طرز عمل سے اس سلسلہ میں ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ اس پر بھی کام کریں، اور ماشاء اللہ انہوں نے بہت خوبی سے اس کام کو کیا ہے، اکیڈمی اسی جذبہ سے اس کتاب کو، اس بحث کو اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہی ہے، ضرورت ہے کہ اس ''پیام انسانیت'' کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ عام لوگوں تک پہنچائیں، اور تمام مسلم تنظیمیں، جماعتیں، شخصیتیں، افراد، ادارے اس کام کو اپنے کام کا لازمی حصہ بنالیں؛ تا کہ اس ملک میں ہم خیر امت کا فریضہ انجام دے سکیں، اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کتاب کو مقبول بنائے، **ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم**۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری)

پیام انسانیت اور اس کی اہمیت

جب ہر قسم کے ذرائع اور مواقع حاصل ہوں، نہ چوکیدار ہو نہ تھانے دار، نہ کوئی دیکھنے والا ہو، نہ کوئی ٹوکنے والا، جب چوری، گناہ، قتل یا حق تلفی کرنا ممکن و آسان ہو، مگر انسان کے اندر کی کیفیت اس کا ہاتھ پکڑ لے اور وہ اُس جرم سے باز رہے، اسی کیفیت کا نام ہے انسانیت!

آج انسانوں کی آبادی بڑھتی جارہی ہے،ترقیات کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے۔بجلی، ہوائی جہاز، انٹرنیٹ، ایٹم بم وغیرہ سے انسانوں کی عظیم ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، لیکن! انسانیت کی ترقی ان مادی ترقیات کا نام نہیں ہے، انسانیت کی ترقی کا اندازہ ہماری زندگی کے سانچوں، یا مادی پیمانوں سے نہیں کیا جاسکتا، اس کا اندازہ انسانوں کے اخلاق و کردار اور ان کے افکار و نظریات سے کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان امڈا ہوا ہے اس میں کسی کو انسانیت کا احساس نہیں، اللہ نے انسانوں کو صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا، بلکہ اس کو ایک روح اور دل بھی عطا کیا ہے جسے جنسی خواہشات اور مادیت کے ریلے میں فراموش کر دیا گیا ہے۔

سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں، اقتدار پر قبضہ خواہ کسی پارٹی کا ہو، خواہ کوئی صدر یا وزیر ہو، حقیقی حکمرانی تو نفس کی ہے اور حقیقی تسلط خواہشات کا ہے۔ وقت کا فرمان ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے، دل کی آگ بجھائی جائے، خواہ انسانوں کے خون کی نہریں بہیں، لاشوں کو روندنا پڑے، یا ملک کے ملک ویران و تباہ

ہوجائیں۔

انسانوں کی اتنی بڑی آبادی میں انسانیت کی آواز کہیں سے سنائی نہیں دیتی، اور اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس کے اندر اتنی جرأت نہیں کہ وہ آواز اٹھا سکے، پورے پورے ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو انسانیت کے لیے قربانیاں دے سکے۔ دراصل یہ جرأت صرف پیغمبروں میں تھی، انھوں نے ساری دنیا کو چیلنج کر کے انسانیت کے خلاف جاری بغاوت کو روکا، ان کے سامنے لذتیں اور دولتیں لائی گئیں، مگر انھوں نے سب کو ٹھکرا دیا اور انسانیت کے درد میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا۔

پیغمبر اس دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن ان کی تعلیمات آج بھی زندہ ہیں، ان کے قائم کردہ خطوط پر ان کے متبعین نے انسانیت کی مسیحائی کا مورچہ سنبھالا اور اپنے اپنے علاقوں میں یہ خلش پیدا کی اور یہ محسوس کرایا کہ اگر انسانیت نے دم توڑ دیا تو انسانوں اور جانوروں کی زندگی میں کوئی فرق باقی نہیں بچے گا۔

اسلام کی تعلیمات:

انسانیت کی حقیقی فلاح و بہبود اور اس کی دائمی کامیابی پر سب سے زیادہ زور دینے والا مذہب اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہیں، زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی، اسلام نے ہر موقع کے لیے ایسی تعلیمات دی ہیں کہ ان کو اختیار کرنے والا ایک کامیاب و قابل رشک زندگی گذار سکتا ہے، اسی طرح سماجی زندگی کے لیے بھی اس کی معتدل اور مکمل ہدایات ایسی ہیں کہ وہ دنیائے انسانیت کے لیے ایک بیش بہا عطیہ ہیں، قرآن مجید واحادیث نبویؐ میں جابجا اس کی تفصیلات ملتی ہیں اور رسول اکرم (ﷺ) کی زندگی ان کی بہترین تفسیر ہے۔

اسلام اور دیگر ادیان ومذاہب میں بنیادی فرق یہی ہے کہ ہر مذہب فرد کو خطاب کرتا ہے اور اسی کی اصلاح وترقی پر زور دیتا ہے، جبکہ دین اسلام پوری انسانیت کو یکساں طور پر مخاطب کرتا ہے، اس کے لیے عربی وعجمی، کالے اور گورے کا فرق کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اسی طرح جگہ یا رقابت کے حدود، جغرافیائی قیود اور نسلی حد بندیاں اس کے پیغام کی اشاعت میں مانع نہیں بنتیں اور نہ ہی دیگر نظامہائے حکومت کی طرح سیادت وقیادت کے نظریے اس کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔

اسلام ایک ایسا انسانی معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جو پر امن، پر کیف، رنگین اور عدل ومساوات سے بھر پور معاشرہ ہو، جس میں نہ کبر ونخوت کی بو ہو اور نہ حسد وبغض کا شائبہ، نہ طمع وحرص کا گذر ہو اور نہ دل شکنی ودل آزاری کی گنجائش، جن کی وجہ سے ایک انسانی معاشرہ تعفن وسڑاہن کا شکار ہو جاتا ہے، اسی لیے جو چیزیں صالح انسانی سماج کی تشکیل میں مخل ہو سکتی ہیں دین اسلام نے ان سب پر بڑی باریک بینی کے ساتھ پابندی عائد کر دی ہے۔

معاشرہ میں مرد وعورت، امیر وغریب اور طاقتور وکمزور افراد کی حیثیتیں ہوتی ہیں جن کے لیے اسلام نے مقررہ حقوق بیان کیے ہیں، اس کی رو سے اگر دیکھا جائے تو انفرادی زندگی، خاندانی زندگی، سماجی زندگی، اقتصادی زندگی، سیاسی زندگی اور اخلاق وکردار ان سب پہلوؤں پر اسلام نے واضح ہدایات دی ہیں، مثال کے طور پر قرآن مجید میں کسی بھی فرد بشر کی بدکلامی، تقریر وتحریر یا عام بول چال میں فحش گوئی کی قطعی ممانعت وارد ہوئی ہے، تا کہ انسانی سماج میں ایک عام شخص بھی احساس کہتری یا طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بنے اور اس کی دل آزاری نہ ہو:

{لاَ يُحِبُّ اللّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوَءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلاَّ مَن ظُلِمَ} (النساء:۱۴۸)۔

(اللہ (کسی کی) بری بات کا چرچا پسند نہیں فرماتا، سوائے اس کے جس پر ظلم ہوا ہو)۔

ایک دوسرے کی دل آزاری کی ممانعت اور انسانی سماج کی بہتر تشکیل کی اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی؟ کہ دین اسلام برحق مذہب ہونے کے باوجود اہل اسلام کو اس بات کا صراحۃً حکم دیتا ہے کہ جو لوگ غیر اللہ کو پوجتے ہیں ان کو برا نہ کہو، تاکہ مذہبی دل آزاری کا ماحول نہ بنے اور مذہب کے نام پر زہر آگیں سیاست کا دور شروع نہ ہو جائے، ارشاد الٰہی ہے:

{وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ} (الأنعام: ۱۰۸)۔

(اور جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں تم ان کو برا بھلا مت کہو کہ وہ ناسمجھی میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں)

بعض اوقات جھوٹے پروپیگنڈوں اور افواہوں کی بنیاد پر پورا انسانی سماج ذہنی انتشار اور بڑی بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے، جس کے سبب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے باوجود بڑی بڑی خلیجیں حائل ہو جاتی ہیں، قرآن مجید نے اس ناروا حرکت کی بھی جڑ کاٹ دی ہے، ارشاد ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ} (الحجرات: ٦)۔

(اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح جانچ لو کہ کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتاوا ہو)۔

اسلامی تعلیمات میں جس طرح ان باطنی بیماریوں سے دور رہنے کی تعلیم دی گئی ہے جو انسانی سماج کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہیں، ٹھیک اسی طرح ان باتوں کی تلقین بھی کی گئی ہے جن سے انسانی سماج برگ و بار لاتا ہے اور ایک پر امن و خوشگوار ماحول بنتا ہے، قرآن مجید میں بلا تفریق رنگ و نسل ہر طبقہ کے لوگوں کے ساتھ متعدد مواقع پر بالخصوص احسان کی تعلیم دی گئی ہے، ارشاد الٰہی ہے:

{وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً} (البقرۃ: ۸۳) (اور لوگوں سے اچھی بات کہو)

قرآن مجید نے تمام انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور عفو و کرم کا مطلق حکم دینے کے علاوہ انسانی سماج کے مختلف کمزور افراد اور طبقات کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے اور ان کے مستقل حقوق بتا کر ان کی عزت میں اضافہ کیا ہے۔ تاریخ انسانی میں عورت ہمیشہ کمزور اور باعث ننگ و عار سمجھی جاتی رہی ہے، جس نے ہر مذہب اور ہر خطہ میں ظلم و زیادتی کے نرغے میں زندگی گذاری ہے، مگر دین اسلام نے عورت کے حقوق کا پرزور طریقہ پر علَم بلند کیا اور ان کے حقوق کے محافظ کی حیثیت سے سامنے آیا اور انسانی سماج میں عورت جس رتبہ پر بھی فائز ہو اس کو عزت کا غازہ عطا کیا، چنانچہ سب سے پہلے ان لوگوں کے تصور پر قدغن لگایا جو عورت کو موجب ننگ و عار سمجھ رہے تھے اور لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے:

{وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدّاً وَهُوَ كَظِيمٌ ★يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلاَ سَاء مَا يَحْكُمُونَ} (النحل: ۵۸-۵۹)۔

(اور جب ان میں کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ گھٹ کر رہ جاتا ہے، جو بری خوش خبری اسے ملی اس کی وجہ سے لوگوں سے منھ

چھپائے پھرتا ہے (سوچتا ہے کہ) اسے ذلت گوارہ کرکے رہنے دے یا مٹی میں داب دے، دیکھو کیسے بدترین فیصلے وہ کیا کرتے ہیں)

صنف نازک کو تحفظ فراہم کرنے کے علاوہ سماج کے مختلف طبقات کے متعلق بھی بڑے واضح احکامات موجود ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام انسانوں کی عزت وآبرو کو حددرجہ عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اورامن کا داعی ہے۔

یتیم بچے انسانی سماج میں سب سے کمزور سمجھے جاتے ہیں، جن کا مال ہر طاقتور ہڑپنے کی کوشش کرتا ہے اوران کا استحصال کرتا ہے، قرآن مجید میں یتیم کے حقوق ادا کرنے کی طرف سب سے زیادہ توجہ دلائی گئی ہے، ارشاد ہے:

{وَآتُواْ الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَتَبَدَّلُواْ الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوباً كَبِيراً} (النساء:۲)۔

(اور یتیموں کو ان کے مال حوالہ کردو اور برے (مال) کو اچھے (مال) سے بدل مت لو اوران کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر مت کھاؤ یقینا یہ بڑا گناہ ہے)۔

قرآن مجید میں بعض جگہ یہ بھی وضاحت ہے کہ ایک صالح انسانی معاشرہ تشکیل دینے میں انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، ہمیشہ انصاف کی اور حق بات کہی جائے، خواہ اس کی زد میں ہمارا کوئی قریبی رشتہ دار آتا ہو یا اپنا کوئی ذاتی نقصان ہی کیوں نہ ہو اور برائی کا بدلہ برائی کے بقدر ہی لیا جائے، البتہ اگر عفوودرگزر سے کام لیا جائے تو زیادہ مناسب بات ہے، انصاف کی بات کہنے کے متعلق ارشاد ہے:

{وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى} (المائدۃ:۸)۔

(اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف

کرتے رہو یہی تقویٰ سے قریب تر ہے)۔

اسلام میں جس طرح انسانیت کے احترام کا درس دیا گیا ہے، صالح انسانی معاشرہ کے قیام کی تعلیم دی گئی ہے، اجتماعی وانفرادی حقوق بتائے گئے ہیں اور سماج کے مختلف کمزور طبقات کی حمایت میں پرزور آواز بلند کی گئی ہے اور ان کو انسانی سماج میں برابری کا درجہ دیا گیا ہے، ٹھیک اسی طرح جابجا ایسی صالح اور خیرخواہانہ تعلیمات بھی دی گئی ہیں جن سے ایک بہترین سوسائٹی تیار ہوتی ہے، جس میں نہ کینہ کپٹ ہوتا ہے اور نہ آپس میں بدگمانی اور حسد کا مرض ہوتا ہے، بلکہ سماج کا ہر شخص بلا تفریق مذہب وملت ایک دوسرے کا بہی خواہ نظر آتا ہے۔

اسلام نے دنیائے انسانیت کو جو اعلیٰ تعلیمات عطا کی ہیں اور وہ انسان کو اخلاق کے جس اعلیٰ معیار پر دیکھنا اور جس بہتر سماج کی تشکیل چاہتا ہے اس کی بہترین تصویر اللہ کے رسول (ﷺ) کی حیات طیبہ اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں ہیں، حضرت محمد مصطفی (ﷺ) ساری دنیا کے لیے رسول بنا کر مبعوث ہوئے، آپ (ﷺ) کی ذات سراپا رحمت اور آپ کی تعلیمات پوری دنیائے انسانیت کے لیے یکساں مفید تھیں۔

یوں تو اس دنیائے ارضی میں درد ومحبت اور سوز دروں رکھنے والے بہت سے آئے اور گئے، بہتوں نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کی مہم چلائی، پیار ومحبت کی سریلی بانسری بجائی، دلوں کے درد کا مداوا کیا، مگر آنحضرت (ﷺ) کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ بلا تفریق رنگ ونسل ساری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے، آپ کی آمد سے پوری انسانیت کے تن مردہ میں جان پڑ گئی، انسانیت کی سوکھی کھیتی لہلہاتی نظر آنے لگی اور سماج کا کوئی طبقہ ایسا نہیں بچا جو آپ (ﷺ) کے فیضان رحمت سے محروم رہا ہو۔ اپنے وپرائے،

جگری دوست وجانی دشمن، صف یاراں وصف دشمناں ہر کسی نے آپ کے فضل وکرم اور آپ (ﷺ) کے بے پایاں احسانات کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔

آپ (ﷺ) کے احترام انسانیت کا جذبہ سمجھنے کے لیے صرف یہ ایک روایت کافی ہے کہ ایک مرتبہ آپ (ﷺ) اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اسی درمیان سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ نکلتا ہوا نظر آیا، آپ (ﷺ) جنازہ کے احترام میں فوراً کھڑے ہو گئے، بعض صحابہ نے عرض بھی کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے، مگر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تو کیا ہوا وہ یہودی بھی تو ایک انسان ہی تھا۔

اسلام بین المذاہب سطح پر بھی اتحاد کی دعوت دیتا ہے اور مختلف مذاہب کے لوگوں کو مشترک اصولوں پر اکٹھا کرنے کی بات کہتا ہے، تا کہ آپس میں ٹکراؤ نہ ہو اور یکساں بنیادوں پر متحد ہو کر امن وآشتی کا ماحول قائم ہو، ایک جگہ اہل کتاب کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

{قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا} (آل عمران: ۶۴)۔

(آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم صرف اللہ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں)۔

الغرض ایک بہتر ومثالی سماج کی تشکیل کے لیے جو تعمیری تعلیمات ممکن تھیں، اسلام نے وہ سب دنیائے انسانیت کو عطا کیں اور بغیر کسی مذہبی تفریق کے پوری انسانیت کو اس سے مستفید ہونے کی دعوت دی۔

اسلامی تعلیمات کا فروغ:

مذہب اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کے عقائد کے جلو میں اس کی انسانیت نواز تعلیمات بھی پروان چڑھتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ (ﷺ) نے جب ہمسایہ ممالک یعنی ایران، روم، مصر، یمن اور حبشہ کے بادشاہوں وسربراہوں کے نام خطوط روانہ کیے اور انھیں اسلام کی دعوت دی تو ان خطوط کے پہلو بہ پہلو اسلامی تعلیمات نے بھی ان ملکوں میں دستک دی۔

اسلامی تعلیمات کے اندر انسانیت کی مسیحائی کے ایسے مؤثر پہلو تھے جنھوں نے تیز رفتاری اور جامعیت کے ساتھ اپنے مفتوحہ ممالک کو متاثر کیا، یہ تیز رفتاری پہاڑوں، وادیوں، صحراؤں اور ریگستانوں میں یکساں رہی، اسلام کی جامعیت نے کبھی گورے وکالے، عربی وعجمی، دیہاتی وشہری کی تفریق نہیں کی، اس کے نظام حکمرانی میں حق اور خیر کے وہ تمام عناصر جمع تھے جن کا انسانیت' اپنے آداب زندگی اور طرزِ بود وباش کے اختلاف کے باوجود تقاضا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنی بھی قومیں اسلام کے سایہ میں پہنچیں وہ اپنے مفید وکارآمد عناصر کے ساتھ نہ صرف پروان چڑھتی رہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات کا حصہ بن گئیں۔

آپ (ﷺ) کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عہد خلافت شروع ہوا، ابتدائی دو سال ان لوگوں سے جنگ میں گذرے جو اسلام کی جامعیت، اس کی ابدیت اور ایک مرکزی حکومت کے خلاف تھے، داخلی انتشار ومسائل کے تصفیہ کے بعد آپؓ نے شام اور عراق کی جانب لشکر روانہ کیے اور اسلام کا پرچم اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ سرزمین عرب سے باہر بھی لہرانے لگا۔

فتوحات کا جو سلسلہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں شروع ہوا' آپؓ کے جانشینوں: حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اسے انتہائی عظمت تک پہنچادیا اور نصف صدی سے کمتر عرصہ میں ہی اسلام ایران اور افریقہ کے غالب ومقبول دین کے طور پر ابھر کر سامنے آیا۔

بنو عباس کے دور وسط میں اسلام تین براعظموں: افریقہ، ایشیا اور یورپ تک پھیل گیا، اس دورانیہ میں دین اسلام کی جغرافیائی سرحدیں مشرق میں موجودہ چین کی سرحد تک، مغرب میں موجودہ مراکش تک جو اُس زمانہ میں مغربی افریقہ کی آخری آبادی تھی، شمال میں تمام ماوراء النہر کا علاقہ اور جنوبی سائبریا، ایشیا صغیر کا وسیع حصہ، بحیرۂ روم کا تمام مشرقی ساحل اور پیرنیز (Pyrenees) کی پہاڑیاں جو اسپین اور فرانس میں حد فاصل ہیں اور جنوب میں مجمع الجزائر، یعنی جنوبی شرقی ایشیا، جزیرہ جافنا جو سری لنکا میں ہے اور صحرائے افریقہ کے جنوب تک پھیل گئی تھیں۔

یہ وسیع وعریض سرزمین باہم برسرِ پیکار اقوام وگوناگوں تہذیبوں کی حامل تھی، جہاں زندگی کا ایک ہی مقصد تھا زیادہ سے زیادہ طاقت ودولت کا حصول، خواہ اس کے لیے ساری انسانی قدروں کو پامال ہی کرنا پڑے، اسلام کی آمد نے ان کے مابین الفت ویگانگی پیدا کی، زندگی کا حقیقی مقصد بتایا، تہذیبی کشاکش کو دور کیا، مفید عناصر کو پروان چڑھایا اور پھر اسلامی تعلیمات کو اس طور پر فروغ حاصل ہوا کہ وہ مختلف افکار ونظریات، متعدد ثقافتوں اور متفرق زبانوں کی مرکز اتصال بن گئی۔

تعلیمات اسلامی کے فروغ میں ایک بنیادی عنصر اس کا دین فطرت اور انسانی طبائع کے موافق ہونا بھی ہے، اس میں نہ کوئی لوچ ہے اور نہ کسی طرح کی بے بسی، بلکہ اس کے اندر انسان کے مختلف احوال وکیفیات کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور

صلاحیت ہے، اسی لیے اس کو قبول کرنا انتہائی سہل وآسان ہے، چنانچہ انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو یا فطرت انسانی کا کوئی ایسا تقاضا نہیں جس کی تکمیل اسلام نے اپنی لافانی تعلیمات کے ذریعہ نہ کی ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جہاں بھی اسلام نے دستک دی وہاں انسانیت کے تن مردہ میں ایک نئی روح دوڑ گئی، سسکتی وبلکتی انسانیت تازہ دم ہوئی اور ایک ایسا ماحول ومعاشرہ وجود میں آیا جس میں لوگوں کو زندگی کا حقیقی لطف حاصل ہوا اور دنیا نے ہمیشہ کی تباہی اور بڑھتی ہوئی تاریکی سے منھ موڑ کر دوبارہ ترقی کی راہ پر چلنا شروع کیا۔

اسلام اور ہندوستان

مولانا الطاف حسین حالؔی نے ہندوستان کو ’’اکال الامم‘‘ سے تعبیر کیا تھا، یعنی جتنی قومیں اور تہذیبیں اس ملک میں آئیں وہ سب اپنے اقدار وروایات کو فراموش کر کے یہاں کی دیومالائی تہذیب میں ضم ہوگئیں، صرف اسلام وہ واحد مذہب ہے جو صدیاں گذر جانے کے باجود اپنی قومی وملی امتیازات وخصوصیات کے ساتھ قائم ہے، اس کی تعلیمات آج بھی زندہ اور خدمت خلق کے انسانی جذبات آج بھی تازہ ہیں۔

لیکن ایک قابل افسوس پہلو یہ بھی ہے کہ تقریباً ہزار سال حکومت کرنے کے باوجود یہاں کے مسلمان کسی بھی دور میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ پیش نہ کر سکے جو اسلامی تعلیمات اور اسلامی زندگی کا نمونہ ہو، اس ملک کی غیر مسلم اکثریت کو یہ نہیں سمجھایا جاسکا کہ عقیدۂ توحید ورسالت اور عقیدۂ آخرت پر ایمان کے نتیجہ میں ایسا صاف ستھرا معاشرہ وجود میں آتا ہے جہاں حاکم اپنے آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ اور خلق خدا کا خادم سمجھتا ہے، جہاں تاجر ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا، جہاں کاریگر بے ایمانی نہیں کرتا، جہاں مزدور کام

چوری نہیں کرتا، جہاں غریبوں، کمزوروں اور جفاکش طبقہ پر رحم دلی سے پیش آیا جاتا ہے۔ اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا معاشرہ بھی ہم ایسا دکھا سکتے کہ جہاں اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل بھی ہو تو ہم برملا نہ صرف اس ملک کے غیر مسلموں کو، بلکہ دنیا بھر کے یہود ونصاریٰ، آتش پرست، مجوس، و بت پرستوں کو سر اٹھا کر دعوت دیتے کہ یہ ہے اسلام اور یہ ہیں اسلامی تعلیمات!

ملک ہندوستان کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ جہاں یہ ملک ایک طرف مختلف قوموں، نسلوں اور تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے، وہیں دوسری طرف یہاں کے ثقافتی دھاروں میں مشرق کی روایتی انسانیت دوستی اور انسان نوازی کے رجحانات موج تہہ نشیں کی طرح متحرک وموجود رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے مذہبی دانشوروں نے ہمیشہ تہذیبی وسماجی اصولوں اور انسانی اقدار کو اپنانے پر زور دیا ہے، چنانچہ سنتوں، رشیوں، پیروں، فقیروں اور مشائخ وصوفیاء کی تعلیمات وطرز حیات نے یہاں کی عوامی زندگی کو خاص طور سے متاثر کیا اور یہاں کے فنون لطیفہ، شعر وادب اور فکر وفلسفہ میں انسانیت نوازی ایک نمایاں رجحان کی طرح جلوہ گر رہی۔

لیکن جب ملک کا اقتدار انگریزوں کے ہاتھ میں آیا تو انھوں نے خاص کر اس ملک کے امن پسند وانسان دوست ماحول کو نشانہ بنایا اور ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی اختیار کی، درجنوں ہندو مسلم منافرت کی پالیسیاں واحکامات نافذ کیے جن سے ان کا دور اقتدار بڑھتا ہی گیا۔ لیکن ایک بڑی تعداد اس پالیسی سے پوری طرح آگاہ اور انگریزوں کے مقاصد سے پوری طرح باخبر تھی، انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں کیں اور انھیں آزادی کے مشترکہ پلیٹ فارم پر یکجا کیا جس کے نتیجہ میں انگریز حکومت کی بنیادیں کمزور ہوئیں، انقلاب زندہ باد کے نعرے پورے ملک میں گونجنے لگے، بغاوتوں اور قربانیوں کا

سلسلہ شروع ہوا، آخرش انگریز یہ ملک خالی کرنے پر مجبور ہوئے اور پھر ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو اس ملک کو آزادی کا سورج دیکھنا نصیب ہوا۔

آزادی کے بعد:

ملک آزاد ہوا، لیکن جس تیزی کے ساتھ اخلاقی گراوٹ، انسانی پستی اور انسانی قدروں کی پامالی کا سلسلہ شروع ہوا اس سے صاف اندازہ ہوتا تھا کہ ملک تو آزاد ہو گیا، لیکن ضمیر اندر سے غلام ہے، برطانیہ یا کسی غیر ملکی طاقت کا نہیں، بلکہ ہوا وہوس، دولت وقوت، غلبہ واقتدار اور تنگ نظری وتنگ دلی کا۔

انگریز اس ملک سے چلے گئے، لیکن جاتے جاتے یہاں کے باشندوں کو مذہبی خانوں میں بانٹ گئے، وہ ملک کی ایسی تاریخ مرتب کر گئے جس میں مسلمانوں کے کردار کو پوری طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے، موجودہ نسل انہی تاریخی مستندات پر ایمان رکھتی ہے جو انگریزوں سے اس کو ورثہ میں ملی ہے، منافرت واختلاف کی اس خلیج کو قیام پاکستان نے اور بھی گہرا کر دیا جس کے عمق میں یہاں کی گنگا جمنی تہذیب بھی دفن ہو کر رہ گئی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہاں کے فرقہ پرست وسماج دشمن عناصر نے بھی انگریزوں کی ہی پالیسی اختیار کی، اقتدار تک پہنچنے اور اس پر قائم رہنے کے لیے مذہبی منافرت کا سہارا لیا، اور یہاں کے باشندوں کو مذہب کے نام پر دست وگریباں کر دیا، جس کے نتیجہ میں فسادات کا ایک سلسلہ چل پڑا، کبھی ذات وبرادری کے نام پر اور کبھی قوم ومذہب کے نام پر انسان انسان کے خون کا پیاسا ہوا، لاکھوں جانیں ہلاک ہوئیں اور اربوں کھربوں کی جائیدادیں تباہ وبرباد! یہ فسادات ہندوستان کی پیشانی پر بدنما داغ ودھبے بن کر ابھرے جن سے ملک کی بنیادیں ہل گئیں اور قدرتی وسائل وتخلیقی صلاحیتوں

سے بھر پور یہ ملک ترقی کی راہ پر دوڑنے کے بجائے اخلاق سوز وانسانیت سوز مسائل میں الجھ کر رہ گیا۔

خلیج کو پاٹنے کی ضرورت:

اتنے وسیع وعریض ملک میں ڈھونڈنے سے بھی ایسے افراد نہیں ملتے تھے جنھیں دل وضمیر کو بیدار کرنے اور مذہبی منافرت کی خلیج کو پاٹنے کی فکر ہو، جو لوگوں کو ملک کے اِن حقیقی خطرات سے آگاہ کریں، بلکہ ایسی تنظیموں اور جماعتوں کی کثرت ہوتی گئی جنھوں نے مسلمانوں کو مٹانے یا کم از کم ان کے مذہبی امتیازات وملی تشخصات کو ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا، اور اسی کے ذریعہ اپنے معاشی وسیاسی مفادات حاصل کیے، یہ صورتحال صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ پورے ملک کی سا لمیت کے لیے ایک خطرہ کی گھنٹی تھی۔

بعض مسلم رہنماؤں کے وسیع ذہن اور دل دردمند نے محسوس کرلیا تھا کہ اگر ملک کی یہی صورتحال قائم رہی اور مذہبی منافرت اسی طرح پھیلتی رہی تو نہ یہ ملک بچے گا اور نہ قربانیوں کے بعد ملی ہوئی یہ آزادی بچے گی، نہ مذہبی مقامات باقی رہیں گے اور نہ تعلیمی ادارے محفوظ رہیں گے، کشتی ڈوبے گی تو بلاتفریق مذہب وملت سب کے سب ڈوبیں گے، حالات کو نارمل کرنے کے لیے اگر ملک کے اکثریتی فرقہ کے راہنما ودانشور سامنے نہیں آتے تو مسلمانوں کو اس کے لیے آگے آنا چاہیے اور اس خلا کو پر کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے پاس جو نبوی تعلیمات اور اخلاقی قدریں ہیں' دنیا کا ہر مذہب اس سے تہی دامن ہے، نیز اس ملک میں مسلمانوں کے باعزت رہنے کا یہی راستہ ہے کہ وہ اپنی افادیت ثابت کریں اور اخلاقی قیادت کے اس خلا کو پر کریں جو عرصہ دراز سے اس ملک میں چلا آرہا ہے، اس سلسلہ مولانا حفظ الرحمنؒ، ڈاکٹر سید محمودؒ اور پھر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا

نام نمایاں طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنھوں نے خالص انسانی بنیادوں پر اس ملک کی ترقی وبہبود کے لیے نہ صرف راہنما اصول وخطوط فراہم کیے، بلکہ مختلف نازک وحساس موڑ پر ملک وملت کی رہنمائی کا بےلوث وبےغرض فریضہ بھی انجام دیا اور اپنی زندگی کے حسین و قیمتی لمحات ملک کی ترقی واستحکام کے لیے وقف کر دیے، جس کا کھلا ہوا اعتراف حکومت ہند کی جانب سے متعدد بار مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی خدمت میں ''پدم بھوشن ایوارڈ'' کی پیش کش ہے۔

مخلوط اجتماعات:

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو اللہ تعالی نے دل دردمند، فکر ارجمند ونگاہ ہوش مند سے نوازا تھا، ملک کی نازک ترین صورتحال اور روز افزوں نت نئے آمدہ واقعات کے آپ محض تماشائی نہ تھے، بگڑتے ہوئے حالات پر آپ کی روح بےچین ہوجاتی تھی، لیکن آپ کا طائرنفس جوشِ جذبات کی آتش فشانی کی جگہ حکمت واعتدال اور مفکرانہ طریق کار پر عمل پیرا تھا، آپ نے شعلہ سامانی کے بجائے پیام انسانیت کی راہ اختیار کی اور ملک کی غیر مسلم اکثریت کو متوجہ کرنے اور ان کے ذہن وضمیر کو مرتعش کرنے کے لیے زندگی کے مشترک مسائل، ملک کے مفادات اور انسانی اقدار کو موضوع بنایا، منتخب و باشعور دانشور طبقہ سے ربط وملاقات کا سلسلہ شروع کیا اور مذہبی منافرت کی سلگتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

۹ /جنوری ۱۹۵۴ء کو مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک مہم اور ایک مشن کے تحت ''مخلوط اجتماعات'' پیام انسانیت کا آغاز کیا، گنگا پرشاد میموریل ہال (لکھنؤ) میں افتتاحی اجلاس ہوا جس میں شہر کے سربرآوردہ حضرات اور غیر مسلم تعلیم یافتہ افراد کی خاصی

تعداد شریک ہوئی۔ اس کے بعد ملک کے مختلف علاقوں کے دورے شروع ہوئے اور انسانیت کے مختلف پہلوؤں پر تقریریں ہوئیں، ان تقریروں کے مزاج، مقصد اور نزاکت کا اندازہ ان کے مرکزی عنوانات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر:

۱۔ خرابی کی جڑ یہ ہے کہ برائی اور پاپ کی خواہش پیدا ہوگئی ہے۔

۲۔ آج دنیا پر خودغرضی اور بداخلاقی کا مانسون چھایا ہوا ہے۔

۳۔ انسان خود پرست بھی ہے اور خدا فراموش بھی۔

۴۔ اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہوئیں ہیں اور ان کی تلاش باہر ہے۔

ہر تقریر کا اختتام ایسے مضمون پر ہوتا تھا جس سے آسمانی ہدایت کی ضرورت، نبوت کی قدرومنزلت اور اس کی آخری شکل اسلام کی جستجو وتلاش پیدا ہو۔

ان تقریروں کے بڑے گہرے اور وسیع اثرات مرتب ہورہے تھے، اگر یہ سلسلہ ضروری احتیاطوں کے ساتھ جاری رہتا اور تائید الٰہی شامل حال رہتی تو نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت انجام پاتی بلکہ اس ملک کے پیچیدہ ومشکل مسائل کے حل کے امکانات پیدا ہوجاتے، لیکن مولانا مرحوم کے بعض اہم علمی مشاغل اور ملک وبیرون ملک مسلسل اسفار کی وجہ سے یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔

فسادات کی لہر:

تقسیم ہند کے بعد اس ملک میں جو صبر آزما اور دشوار گذار حالات پیش آئے ان میں سب سے زیادہ تشویش ناک فسادات کا غیر منقطع سلسلہ تھا، جہاں ہر فساد اپنی جداگانہ نوعیت کے ساتھ ایک سوالیہ نشان تھا، ۱۹۶۳ء کے اواخر اور ۱۹۶۴ء کے اوائل میں

فسادات کا یہ سلسلہ شروع ہوا کہ جس نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ کلکتہ، جمشید پور، رانچی، راوڑکیلا اس کی زد میں آئے، یہ بڑے بڑے صنعتی شہر تھے جہاں مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا، عصمتیں پامال کی گئیں اور ہر طرح کی نفرت انگیز و شرم ناک حرکت روا رکھی گئی، فسادات تو ان خاص شہروں میں ہوئے، لیکن یہ پورے ملک کے لیے خطرہ کا سائرن تھا، ہر صاحب ضمیر ہندوستانی اور محب وطن کے لیے ایک بڑی فکر اور تشویش کی بات تھی، خاص کر علماء نے ان فسادات کی چوٹ کو اپنے دلوں پر محسوس کیا۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے علماء و دانشوران کے ایک وفد کے ساتھ فسادات کی ان جگہوں کا دورہ کیا، مختلف طبقوں سے ملاقاتیں کیں، حالات کی سنگینی کو محسوس کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب بھی ملک کے اکثریتی فرقہ میں ایک بڑا طبقہ ایسا موجود ہے جس کا ذہن میلا نہیں ہوا اور جو ملک کی بقاء اور اس کی سالمیت کے لیے فکر مند ہے، چنانچہ مولانا نے یہ کوشش کی کہ حالات کے سدھار اور فسادات کے سد باب کے لیے اکثریتی فرقہ کے ہی کچھ سر فروش و جانباز قائدین کو سامنے لایا جائے اور پھر اس کار خیر کے لیے ملک کی دو اہم سرگرم شخصیات؛ جے پرکاش نارائن اور ونوبھا بھاوے کا انتخاب کیا، ان سے ملاقاتیں کیں، افہام و تفہیم کی کوششیں کیں، فسادات کی سنگینی، ملک کی عمومی تباہی اور پیچیدہ و فیصلہ کن صورت حال کی طرف متوجہ بھی کیا، لیکن افسوس کہ حالات کے تقاضوں کو وہ اچھی طرح سمجھ نہ سکے اور دو قدم بھی ساتھ چلنے کو تیار نہ ہوئے، ان کی سرد مہری سے یقینا مولانا رنجور و کبیدہ خاطر ہوئے ہوں گے، لیکن ملک و قوم کی محبت و تڑپ نے آپ کو ٹوٹنے نہ دیا اور حالات کے سامنے سپر ڈالنے کے بجائے آپ نے خود مسلمانوں کو یہ اخلاقی خلا پر کرنے اور قیادت کی ذمہ داری قبول کرنے کی دعوت دی اور اپنے ہم فکر و ہم مزاج مولانا ابواللیث ندوی (امیر جماعت اسلامی ہند) مولانا محمد مسلم (مدیر دعوت) مفتی عتیق الرحمن عثمانی، ڈاکٹر

سید محمود، ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی وغیرہ جیسے علماء ودانشوروں کو اس جذبہ میں شامل کیا اور "مسلم مجلس مشاورت" کے عنوان سے ہندو مسلم یکجہتی کی کوششیں شروع کیں۔

مشاورت کے تحت علماء ودانشوروں کا ایک وفد تشکیل دیا گیا جس نے ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کیے، رانچی، چکردھر پور، چائی باسا، جمشید پور وغیرہ جیسے شہروں میں وفد کا پر جوش استقبال کیا گیا، ہر علاقہ میں ایسے عظیم الشان اجلاس منعقد کیے گئے کہ خلافت تحریک کی یاد تازہ ہوگئی، ہندو مسلم اتحاد کے ایسے مناظر سامنے آئے جس کی کوئی امید قریبی زمانہ میں بظاہر دشوار نظر آتی تھی، مسلمانوں کے سلسلہ میں غیر مسلموں کے ایک طبقہ کا ذہن صاف ہوا اور اعتماد کی فضا بحال ہونی شروع ہوئی۔

تحریک پیام انسانیت:

مخلوط اجتماعات اور پھر مشاورت کے اجلاس نے ہر طبقہ کو متوجہ کیا، یکجہتی کی صدا کو ملک گیر بنا دیا، باہمی محبت ویگانگت کی فضا قائم ہونے لگی، انسانیت کے خشک لبوں کی تسکین اور دل کی سیرابی کا سامان فراہم ہونے لگا، ۱۹۵۶ء تک تعمیر انسانیت کا یہ کارواں اہل وطن کے خاص وعام دلوں میں جاگزیں ہوتا رہا، بعدازاں مولانا مرحوم کی روزافزوں مصروفیات، تصنیف وتالیف کا انہماک اور سرعت اسفار کے سبب یہ تسلسل ماند پڑ گیا، تاہم مولانا کو اس کی افادیت وضرورت کا بڑا احساس تھا، ان کے خیال میں جو بڑی دوراندیشی اور حکمت وبصیرت پر مبنی تھا کہ اتنے طویل وعریض ملک میں جس میں اکثریت غیروں کی ہو، ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا اور خاص طور پر ایسے ماحول میں جہاں بدگمانیاں بڑھ رہی ہوں، سیاسی صف بندیاں ہورہی ہوں اور اکثریت کے طبقہ میں اقلیت کے بارے میں توحش وتنفر پیدا کیا جارہا ہو، خاموش تماشائی بن کر رہنا بڑے خطرہ کا پیش

خیمہ بن سکتا تھا، چنانچہ اس جذبہ کے تحت مولانا نے اس سلسلہ کو پھر سے جاری کرنے کا فیصلہ کیا، ۲۸، ۲۹، ۳۰/دسمبر ۱۹۷۴ء کو الہ آباد میں اس موضوع پر ایک بڑی کانفرنس طلب کی اور ان الفاظ کے ساتھ پیام انسانیت کی ملک گیر مہم کا آغاز کر دیا گیا :

''افسوس ہے کہ اس لمبے چوڑے ملک میں اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لیے کوئی تحریک اور کوئی جماعت نظر نہیں آتی، ہم نے بہت انتظار کیا اور آخر یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ بن پڑے اس کو شروع کر دیں۔''

پیام انسانیت کی اس کانفرنس نے بہت سے سوئے ہوئے ضمیر کو جھنجوڑ دیا، ماؤف ذہنوں کو فعال بنا دیا اور رگوں میں سرد ہوتے لہو کو گرما دیا، ہندو مسلم عمائدین ودانشوروں نے پیام انسانیت کی اس فکر کی تائید کی اور اس کا پر جوش استقبال کیا اور پھر یہیں سے پیام انسانیت کا یہ کارواں باقاعدہ ایک تحریک کی شکل میں رواں دواں ہو گیا۔

کاروان انسانیت کے اس کارواں نے قریہ بہ قریہ، کونہ کونہ انسانی مساوات کی صدا بلند کی، ملک کے اکثر صوبوں اور بڑے بڑے شہروں میں انسانیت کا آوازہ بلند ہوا، بہار، مدھیہ پردیش، ہریانہ، راجستھان، پنجاب، چندی گڑھ اور یوپی کے مختلف اضلاع میں پیام انسانیت کے اجلاس منعقد ہوئے جن میں بڑی تعداد میں ہندو، سکھ، جینی اور دیگر طبقوں کے عوام کے ساتھ ان کے اہم نمائندے شریک ہوئے۔

پیام انسانیت کے جلسے جن جن مقامات میں ہوتے ان میں تنوع اور وسعت ہوتی جو ایک طرف اس پیغام کی وسعت وجامعیت اور روح انسانیت پر دلالت کرتی تو دوسری طرف اس بات کا ثبوت بھی تھی کہ ابھی اس ملک کا ضمیر مردہ نہیں ہوا ہے، ابھی مایوس ہونے کا کوئی جواز نہیں، ابھی اس میں دل بیدار و گوش شنوار موجود ہیں اور ہر طبقہ

میں سچائی کی پیاس اور اچھی بات کی قدر پائی جاتی ہے ۔ یہ جلسے جہاں مساجد و مدارس میں ہوتے وہیں اسکول و کالجوں میں بھی، جہاں وسیع میدانوں اور عظیم الشان ہالوں میں ہوتے وہیں یونیورسٹی کیمپس اور بار ایسوسی ایشن میں بھی۔

پیام انسانیت کے جلسوں اور دوروں سے ملک کی فضا اور ماحول پر گہرا اثر پڑا، انصاف پسند غیر مسلموں اور دانشوروں میں اسلام کے آفاقی پیغام کے مطالعہ کا شوق وجذبہ پیدا ہوا، مسلمانوں کی افادیت کا احساس ہوا اور خود مسلمانوں کو آزاد فضا میں کام کرنے کا موقع ملا، انسانی بحران، اخلاقی انتشار، جان و مال کے عدم تحفظ اور خود غرضی و دولت پرستی کے جس میدان میں ہندوستان تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا اس پر کچھ روک لگی اور بعض انصاف پسند و زندہ ضمیر ہندؤوں نے یہاں تک کہا کہ آج معلوم ہوا کہ اس ملک کو بچانے کی فکر مسلمانوں کو ہم سے زیادہ ہے۔

ان اجلاس میں عام طور پر کلیدی خطاب تحریک کے روح رواں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا ہی ہوتا تھا، ان کی تقریروں میں اخلاقی رہنمائی، ذہنوں اور ضمیروں کی بیداری، ملک وقوم کی بہی خواہی اور اخلاقی انحطاط و انسانی اقدار کی پامالی پر کھل کر گفتگو ہوتی تھی اور مولانا کی ہر تقریر ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتی تھی، اس کا اندازہ ان چند عناوین سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو ان تقریروں کے موضوعات رہے ہیں:

☆ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

☆ جب پڑھے لکھے انسان پر ہسٹیریا کا دورہ پڑتا ہے۔

☆ اس دنیا میں آنے والے انسان چمن کے کانٹے یا پھول۔

☆ ملک کا حقیقی مسئلہ اور اس کے لیے حقیقی خطرہ۔

☆ ملک کی آزادی کا صحیح مطلب اور فائدہ۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا یہ پیغام نہ نغمہ بغاوت تھا، نہ سیاسی وانقلابی نعرہ یا پرجوش وقتی پروپیگنڈہ، بلکہ یہ اصلاحی پیغام، صدائے درداور اخلاقی مشن تھااور یہ جذبہ تھا کہ ہندوستانی معاشرہ جو تیزی سے انسانیت کشی، مذہبی منافرت، طبقاتی بندشوں اور مختلف اخلاقی زوال کا شکار ہے اس کی اصلاح کی فکر کی جائے، اس ملک کو ذہنی افلاس اوراخلاقی بحران سے بچایا جائے اور اخلاق وانسانیت کی اعلیٰ بنیادوں پر معاشرہ کی تعمیر نو کی جائے۔

یہ تحریک اس اعتبار سے بھی ممتاز اور منفرد تھی کہ یہ عام تحریکوں اور نظریوں کی طرح نہ کوئی سیاسی تنظیم تھی اور نہ اس میں ذاتی مفاد ومنفعت کے حصول کا کوئی جذبہ تھا، بلکہ ملک وملت کے تئیں اخلاقی وسماجی ذمہ داری کا نصب العین تھا، اس اسٹیج سے کیے گئے خطابات سچی حب الوطنی، انسانی دردمندی اور باہمی اخوت ویکجہتی کے ترجمان تھے، یہ ٹوٹے ہوئے دلوں کی وہ صدا تھی جس کی بازگشت ملک کے کونہ کونہ میں سنی گئی، یہ انسانیت کے وہ نغمے تھے جو اہل وطن کے قلب وذہن کو ہمیشہ جھنجوڑتے رہیں گے اوران کی زندگی کو فلاح وکامرانی کی حقیقت سے روشناس کراتے رہیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انسانوں کو انسانوں سے جوڑنے کی زمینی کوششوں میں تحریک پیام انسانیت کا کردار تاریخی بھی ہےاور تاریخ ساز بھی۔

وحدت انسان نہ کہ وحدت ادیان:

پیام انسانیت حقیقت میں انسانی اقدار وانسانی حقوق کی بنیادوں پر انسانوں میں وحدت پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے، یہ کام جتنا ضروری ہے اتنا ہی نازک اور حساس بھی ہے، وحدت انسانی کی یہ کوشش ذرا سی غفلت میں وحدت ادیان تک پہنچ سکتی ہے،

اسی لیے اس میدان کا تفصیلی موضوع اخلاقی اقدار، خدا پرستی، انسان دوستی اور شہری شعور کی دعوت رہی ہے، کسی بھی زاویہ سے مذہب کی دعوت یا مذہبی پیغام کو موضوع نہیں بنایا گیا، یہی وجہ ہے کہ تحریک پیام انسانیت میں گرچہ علماء ودانشوران کی ایک بڑی جماعت شامل تھی، لیکن اس موضوع کی حساسیت ونزاکت کے پیش نظر اس کے بانی مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اس اسٹیج سے ہر عالم وہر دانشور کو خطاب کی اجازت نہیں دی، بلکہ ان خاص افراد کو ہی یہ ذمہ داری سپرد کی جو وحدت انسان اور وحدت ادیان کے درمیان نازک فرق سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ مولانا محمد الحسنیؒ، مولانا اسحاق جلیس ندویؒ، مولانا عبدالکریم پاریکھؒ، قاضی عبدالحمید اندوریؒ، پروفیسر انیس چشتیؒ، مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ جیسے ناموران ہی پیام انسانیت کے ترجمان تھے، وہی اس موضوع پر خطاب کرتے یا مضامین سپرد قلم کرتے۔

واضح رہے کہ انسانیت اگرچہ دنیا کے سبھی مذاہب کی مشترکہ میراث ہے، لیکن اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کو حق تسلیم کرنا اسلامی روح کے سخت منافی ہے، اس لیے مذہب کا نام لیے بغیر مشترکہ اقدار پر گفتگو ہونی چاہیے، تاکہ مذہب کی اغلبیت اور احقیت کے موضوع پر نوراکشتی کی نوبت نہ آئے، اور غیر مسلموں کے ذہن وضمیر تک پہنچنے کے راستے مسدود نہ ہوں۔

اس بات کی بالکل گنجائش نہیں کہ مسلمان انسانیت کے نام پر غیروں کا مذہبی طریقہ یا ان کی چھاپ اختیار کرلیں، اس لیے سختی کے ساتھ مذہبی تیوہاروں میں شریک ہونے یا شریک کرنے سے اجتناب کرنا ہوگا، عید ملن اور ہولی ملن جیسے پروگرام کی سیاسی مصلحت تو ہوسکتی ہے، لیکن پیام انسانیت کے بینر تلے یہ خطرہ کا سائرن ہے۔

حلف الفضول کی عصری معنویت:

پیام انسانیت کی تحریک جب پورے ملک میں سرگرم ہوئی اوراس نے اپنے اہداف واغراض کی بنیاد پر قبول عام حاصل کرنا شروع کیا تو بعض تحریکات و جماعات کواس سے تصادم کا خدشہ بھی پیدا ہوا جو کہ ایک طبعی امر تھا، چنانچہ بعض حلقوں سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ یہ تحریک دیگر اسلامی دعوت وخدمات کی راہ میں روکاوٹ بن سکتی ہے،اور یہ خیال بھی پیش کیا گیا کہ یہ تحریک دعوت اسلامی کی روح کے منافی ہے۔

یہ وہ خدشہ تھا جو بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی ''میں اس کو اندیشۂ دور دراز سے زیادہ وقعت نہیں دیتا''۔ کیونکہ اس تحریک کے مخاطب بلا تفریق مذہب وملت ملک کے تمام باشندے تھے،اوراس کا حقیقی مقصد ملک میں امن وامان قائم کرنااورایسی سازگار فضا تیار کرنا تھا جس میں مسلمانوں کی دیگر تنظیمیں سکون واطمنان کے ساتھ اپنا کام کرسکیں، اسے ایک ایسا حصار بھی کہہ سکتے ہیں جس میں دیگر ملی سرگرمیاں محفوظ رہ سکتی ہیں،اس لحاظ سے یہ تحریک ملک کی ہر تحریک کے خادم ومعاون کی طرح تھی، یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اس تحریک میں ان لوگوں کی شمولیت کو مناسب نہیں سمجھا جو دیگر دینی وملی خدمات سے وابستہ تھے۔

جہاں تک اس تحریک کے اسلامی روح کے منافی ہونے کی بات ہے تو اس کی بنیادی وجہ سیرت نبوی (ﷺ) کے مختلف گوشوں سے عدم واقفیت ہے۔اللہ کے رسول (ﷺ) کے دور میں بھی انہیں اغراض ومقاصد کے تحت ایک تحریک اٹھی تھی جسے تاریخ نے ''حلف الفضول'' کے نام سے محفوظ کررکھا ہے،اس تحریک کے مقاصد کچھ اس طرح تھے:

☆ کسی بھی قبیلہ کی تفریق کے بغیر ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے اوراس کو ان کا حق

دلائیں گے۔

☆ ملک میں ہر طرح کا امن وامان قائم کریں گے۔

☆ مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

☆ غریبوں کی امداد کریں گے۔

☆ کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

قریش اور بنو قیس کے درمیان لمبے عرصے تک جنگ جاری رہی جسے ''جنگ فجار'' کہا جاتا ہے، اس جنگ نے دونوں فریق کی کمر توڑ دی تھی، جانی ومالی نقصان نے زمین سے لگا دیا تھا، اس لیے صلح کرنا اور امن وامان کو قائم کرنا دونوں کے لیے ضروری تھا، اسی مقصد کے تحت یہ معاہدہ ہوا جس میں رسول اللہ (ﷺ) بنفس نفیس شریک ہوئے، اور ہجرت کے بعد ایک موقع پر اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج بھی اگر کوئی ایسے معاہدہ کی دعوت دے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

یہ معاہدہ مکہ کی اس فضا میں ہوا تھا جہاں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا، ان کی زندگیاں کھلواڑ بنا دی گئی تھیں، ان کی معیشت تباہ کی جا رہی تھی، راستہ چلنا دشوار کر دیا گیا تھا، اجتماعی حملوں (ماب لنچنگ) کے واقعات کثرت سے ہونے لگے تھے، بالفاظ مختصر مسلمان مکہ میں دوسرے، بلکہ تیسرے درجہ کے باشندے قرار دے دیے گئے تھے، ایسے حالات میں اللہ کے رسول (ﷺ) کا ''حلف الفضول'' معاہدہ میں شریک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حالات، خواہ کتنے بھی خراب ہو جائیں، ظلم کی حدیں کتنی بھی تجاوز کر جائیں' ہر معاشرہ میں ایسے افراد ضرور ہوتے ہیں جن کا ضمیر زندہ ہوتا ہے، جو ظلم کو ظلم سمجھتے ہیں اور معاشرہ میں امن وسکون کے خواہاں ہوتے ہیں۔

آج ہمارے ملک کے حالات کو دور مکی سے بہت مشابہت ہے، ظلم وستم کی

داستانیں ہیں، ملی سرگرمیوں پر قدغن ہے، اسلامی تشخصات پر شب خون ہے، معاشی و معاشرتی سطح پر تباہی کی سازشیں ہیں، مسلمانوں سے حق شہریت چھیننے کی سعی پیہم ہے، دینی وملی قائدین کی کردار کشی ہے، یعنی تقریباً پچیس کروڑ مسلمانوں کا وجود خطرہ میں ہے، تاہم انہیں غیر مسلموں میں ایک بڑی تعداد ایسی بھی جو انصاف پسند اور انسانیت نواز بھی ہے، جو ملک کی مسموم فضا کو باد بہاری بنانے کے لیے کوشاں ہیں، لیکن اسے کوئی مشترکہ پلیٹ فارم میسر نہیں، ایسے حالات میں "حلف الفضول" کی ضرورت واہمیت دوچند ہوجاتی ہے، اور اسی حلف الفضول کی ایک عملی تصویر پیام انسانیت کی کوششیں ہیں۔

پیام انسانیت کے مقاصد:

دنیا کی پیدائش کا اصلی مقصد خداوند قدوس کی ذات وصفات کی معرفت ہے، اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک بنی نوع انساں کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں سے آراستہ نہ کیا جائے اور یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے سپرد کی گئی ہے۔

مسلمانوں کی بعثت درحقیقت بعثت نبوی (ﷺ) کا پھیلاؤ ہے، اسی لیے انسانی اقدار وصفات کی اشاعت کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے، اوران کے سامنے یہ قرآنی اصول بیان کردیا گیا ہے:

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر۔"

(تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم بھلائی کی تلقین کرتے ہواور برائی پرنکیر کرتے ہو)

اس آیت کی روشنی میں بھلائی کی تلقین اور برائی پرنکیر ہی پیام انسانیت کی اصل غرض وغایت ہے، البتہ اسے تفصیلی طور پر درج ذیل عناوین کے ذریعہ واضح کیا جاسکتا ہے:

☆ مذہب کے نام پر قائم خلیج کو انسانی بنیادوں کے ذریعہ پاٹنے کی کوشش کرنا۔

☆ خالص انسانی بنیادوں پر ملک میں بھائی چارے کی فضا قائم کرنا۔

☆ اخلاقی گراوٹ کو ختم کر کے صالح معاشرہ کی تعمیر کرنا۔

☆ خدمت خلق کے ذریعہ باہم دست وگریباں انسانوں کو زندگی کے حقیقی لطف سے روشناس کرانا۔

☆ معاشرہ میں رائج رشوت ستانی، فرقہ پرستی، ذخیرہ اندوزی، معاشی استحصال اور بدعنوانی پر سخت نکیر کرنا۔

☆ بے حیائی وعریانی اور معاشرتی استحصال کے خلاف بھرپور جدوجہد کرنا۔

☆ ظالمانہ رسم وروج کے انسداد کی کوشش کرنا۔

☆ مظلوم وپسماندہ، غریب ومفلوک الحال افراد کی ہر ممکن مدد کرنا۔

☆ نوجوان نسل میں علمی سنجیدگی، مقصدیت اور سماجی خدمت کے جذبات پیدا کرنا۔

پیام انسانیت کے اغراض انہیں بنیادوں پر قائم ہیں جن بنیادوں پر حلف الفضول کا معاہدہ ہوا تھا، البتہ حالات کے تقاضوں اور اخلاقی ومعاشرتی برائیوں کے عموم وتنوع کی وجہ سے اس کے دائرہ کار کا وسیع ہونا ناگزیر تھا۔

امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی روشنی میں پیام انسانیت کا دائرہ غیر محدود ہے، حسب ضرورت یہ بڑھتا اور سکڑتا رہے گا، اسے کسی بھی طرح محدود کرنا غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا، اس میدان کے افراد خود ہی اس دائرہ کو سمجھ کر مؤثر طریقہ کار اختیار کر سکتے ہیں۔

اصول وضوابط اور تقاضے

پیام انسانیت کا کام حقیقت میں اسلامی تعلیمات کو عملی شکل دینا ہے، اپنی زندگیوں کو اسی میں ڈھالنا اور معاشرہ میں ایسی تصویر پیش کرنا ہے جس کی طرف صدیوں سے توجہ نہیں دی جاسکی۔ یہ مسلمانوں کی سنگین کوتاہی ہے کہ دعوت اسلام کا کام جس پیمانہ پر کرنا چاہیے تھا انھوں نے ویسا نہیں کیا، اپنے آپ کو مدارس ومساجد کی چہار دیواری میں قید کرلیا، شادی بیاہ اور چند مخصوص مسائل میں خود کو محدود کرلیا، اور زندگی کے دھارے سے خود کو الگ تھلگ کرلیا، نتیجہ بالکل واضح ہے کہ وہ اپنی مسجدوں اور عبادتگاہوں میں کسی حد تک مسلمان ضرور ہیں، لیکن جب غیروں سے سابقہ پڑتا ہے تو اسلام کی اعلی تعلیمات کا معمولی حصہ بھی نظر نہیں آتا، بلکہ بسا اوقات وہ کافر ومشرک قوموں سے بھی گئے گذرے نظر آتے ہیں۔

حالات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ اخلاقی گراوٹ، معاملات کی خرابی، بے ایمانی وبد دیانتی، چوری، زنا وشراب نوشی حتی کہ قتل وغارت گری جیسے انسانیت سوز کاموں میں بھی مسلمان کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ایسے دسیوں واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں مسلمانوں نے اسلام کو شرمسار کیا ہے۔

اس ملک میں اسلام کی جو منفی تصویر پیش کی گئی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ملک کا اکثریتی طبقہ آج مسلمانوں سے بیزار و متنفر ہے، وہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اس ملک میں اپنے ملی صفات وامتیازات کے ساتھ باقی رہیں، بلکہ دیگر اقوام وملل کی طرح وہ بھی یہاں

کے قومی دھارے میں ضم ہوجائیں، اس کے علاوہ حکومت کی پالیسیاں بھی کھل کر کہتی ہیں کہ اس ملک کو دوسرا اسپین بنانے کا پورا خاکہ تیار کیا جاچکا ہے، اور ان خاکوں میں رنگ بھرنے کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔

ملک کی موجودہ فضا آئے دن مسموم ہوتی جارہی ہے، تعصب ونفرت کی تیز ہوائیں اس چمن کو جھلسانے لگی ہیں، یہاں ادیان ومذاہب کی کثرت اور اس کثرت میں انسانی وحدت کا تصوراب فراموش ہوا جارہا ہے، ابھی تک اس ملک کی بنیادیں جمہوریت، عدم تشدد اور سیکولرازم کے نام پر قائم تھیں، لیکن یہ بنیادیں مخدوش ہوچکی ہیں، ہندو مسلم اتحاد کی داستانوں کو نہ صرف ذہنوں سے، بلکہ کتابوں میں سے بھی کھرچ پھینکنے کی کوششیں جاری ہیں، مذہبی جنون نے انسانی اقدار کو فراموش کر دیا ہے، ملک کی معیشت تباہ ہورہی ہے، نظام زندگی پوری طرح مفلوج ہو چکا ہے، راستے پر خطر اور عزتیں غیر محفوظ ہیں، لیکن اکثریتی فرقہ نے یہ سب اس لیے گوارہ کر رکھا ہے کہ ان حالات کا براہ راست اثر مسلمانوں کے وجود پر پڑرہا ہے، ان کے حوصلے ٹوٹ رہے ہیں، اور کیا بعید کچھ عرصہ بعد ان کا وجود ہی ختم ہوجائے یا اپنے تشخصات کو فراموش کر کے وہ بھی یہاں کی دیومالائی تہذیب کا حصہ بن جائیں۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ سازشی وتخریبی ذہن رکھنے والے تمام برادران وطن نہیں ہیں، ایسی ذہنیت رکھنے والی ایک محدود تعداد ہے جو آزادی کے بعد سے سرگرم ہے، البتہ موجودہ المیہ یہ ہے کہ موجودہ اقتدار پر ایسے ہی افراد قابض ہیں، اس لیے مسلم دشمن ذہنیت میں اضافہ ہونا کوئی بعید از قیاس نہیں ہے۔

حالات کی سنگینی اس بات کی قطعا اجازت نہیں دیتی کہ مسلمان ایک دفاعی پوزیشن اختیار کرلیں اور آندھیوں اور طوفانوں کے سامنے ایک حصار بنا کر خود کو محفوظ

کرلیں، کیونکہ حالات بتارہے ہیں کہ جب یہ آندھیاں تیز ہوں گی اورطوفان بلاخیز ہوگا تب یہ حصار خاشاک کی طرح اڑ جائے گا۔اس لیے ضرورت حصار بنانے کی نہیں ہے، بلکہ آندھیوں کو روکنے اورطوفانوں کو تھامنے کی ہے،اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب مسلمان اپنے امتیازات کے ساتھ زندگی کے دھارے میں گھسنے کی، بلکہ اس کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کریں گے۔

بقائے انفع کا بے لاگ قانون:

اللہ تعالی نے اس کائنات میں جو نظام جاری فرمایا ہے اور جس کو دنیا نے بھی تسلیم کیا ہے وہ بقائے انفع کا بے لاگ قانون ہے،جس چیز میں کوئی نافعیت یا انسان کی بقاء ونشونما اوراس کی راحت وترقی کا کوئی انحصار نہیں وہ چیز بہت جلد اپنا وجود کھودیتی ہے، قرآن مجید نے اپنے بلیغ اسلوب میں اس حقیقت کو''زبد''(جھاگ) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے:

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الأَرْضِ (الرعد:۱۷)

(جہاں تک جھاگ کا تعلق ہے سو وہ بے کار چلا جاتا ہے،اور جو چیز لوگوں کے نفع بخش ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے)

بقا کا قانون دیگر قوموں کی طرح مسلمانوں کے ساتھ بھی خاص ہے،جس طرح دنیا کے کسی بھی خطہ کے مسلمان اس خدائی قانون سے مستثنیٰ نہیں اسی طرح یہ قانون اپنی شرطوں ونتائج کے ساتھ ملک ہندوستان میں بھی نافذ ہے۔

اگر مسلمان اس ملک میں مذہبی آزادی کے ساتھ رہنے کا استحقاق چاہتے ہیں تو

انھیں اپنی نافعیت کو ثابت کرنا ہوگا، یعنی ان کو اپنے جوہر کا ثبوت دینا ہوگا کہ زندگی کی کوئی ضرورت ہے جو اُن کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی، وہ روحانیت، اخلاقی بلندی اور خدمت خلق کے ایسے محاذ پر کھڑے ہیں کہ اگر انھیں اس محاذ سے ہٹا دیا گیا تو زندگی میں ایسی خلیج قائم ہوگی جس کو بڑی بڑی حکومتیں بھی نہیں پاٹ سکتیں۔ آج زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے اور جس کی قدر کرتا ہے وہ نفع کی اور زندگی کے استحقاق کی زبان ہے۔

جب تک مسلمانوں نے اپنی نافعیت کا ثبوت دیا تب تک پوری دنیا نے ان کے وجود کو اپنے لیے ضروری سمجھا، ایسی دسیوں مثالیں ہیں کہ لوگوں نے مسلمانوں کا پڑوسی بننے کو قیمتی سرمایہ سمجھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ ان کا پڑوسی ایک یہودی شخص تھا، جب اس نے اپنا مکان فروخت کرنا چاہا تو اس کی قیمت دو ہزار دینار طے کی، ایک شخص نے کہا کہ اس علاقہ میں ایسے مکان کی قیمت زیادہ سے زیادہ ایک ہزار دینار ہونی چاہیے۔ اس یہودی نے جواب دیا کہ گھر کی قیمت ایک ہزار ہی ہے، مزید ایک ہزار عبداللہ ابن مبارک کے پڑوس کی ہے۔

آج بھی بقائے انفع کا بے لاگ قانون اسی طرح نافذ ہے اور دنیا اسی کو تسلیم کرتی ہے، اس لیے دوٹوک بات یہی ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کی بقا کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنی نافعیت کو ثابت کریں، اور یہ یقین دلائیں کہ اگر ان کا وجود نہیں رہا تو ملک میں ایک ایسا خلا پیدا ہوجائے گا جو کوئی اور پُر نہیں کرسکتا۔

مسلمان صرف اس لیے باقی نہیں رہ سکتے کہ وہ یہاں صدیوں سے آباد ہیں، ماضی میں ان کے گرانقدر کارنامے ہیں یا ان کی یادگاریں قائم ہیں، اس ملک کی آزادی میں ان کا بڑا حصہ ہے یا یا فلاں فلاں دور میں اور فلاں فلاں حکومت میں ان کو خاص مراعات حاصل

رہی ہیں، کیونکہ دنیا صرف نافعیت کو دیکھتی ہے، اور یہ وہ قانون ہے جس میں رحم کی درخواست نہ کبھی سنی گئی اور نہ کبھی سنی جائے گی۔

دعوتی جذبہ

مسلمانوں کے حق میں بقائے انفع کا قانون ان کے دینی ودعوتی جذبہ سے مربوط ہے، اور یہی جذبہ ملت کی ساری سرگرمیوں اور کوششوں کی بنیاد ہے، جب تک غیر مسلموں کے ذہنوں کو صاف کرنے، ان کو اپنے بلند اخلاق سے متاثر کرنے، ان سے معاملات استوار کرنے اور ان پر براہ راست اثرانداز ہونے کا جذبہ نہیں ہوگا اور ان کو اپنے وجود کی ضرورت کا احساس نہیں دلایا جائے گا کسی بھی طرح کی ملی وقومی سرگرمی سود مند ثابت نہیں ہوگی۔

دعوتی جذبہ میں اللہ نے بڑی تاثیر ومحبوبیت رکھی ہے، یہی جذبہ مسلمانوں کے وجود وبقا اور ان کے عروج کا ضامن ہے، اسی جذبہ نے ان کو قلت میں کثرت پر اور بے سرسامانی میں وسائل وذرایع کی بہتات پر غلبہ دلایا ہے، اسی جذبہ نے باغی اقوام کو رام کیا، ہٹ دھرموں کو سرنگوں کیا اور سخت دلوں کو بھی موم کیا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں مسلم حکمراں اسی دعوتی جذبہ سے عاری تھے، انھوں نے مذہبی مساوات کی غیر معمولی کوششیں کی، اسلامی تعلیمات میں کسی قدر چشم پوشی سے بھی کام لیا، غیروں میں شادیاں رچائیں، محلات میں مندر تعمیر کروائے، عوام کا دل جیتنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن ہزار سالہ دور کشوری ومذہبی رواداری کے باوجود تاج محل کی حسین آرائشوں، عالیشان مقبروں میں سونے والے آج محض آثار قدیمہ کی یادگار ہیں، لال قلعہ کے زائرین دیوان عام ودیوان خاص کی پیشانی پر فردوس بریں کا ٹیکہ دیکھ سکتے ہیں جو

اپنے پیش روآقاؤں کو آواز دے رہا ہے کہ ہزار برس کی حکمرانی کے بعد بھی سرزمین ہند تمھیں اپنا نہیں بنا سکی، آج بھی تم اس کے سینہ پر ایک بوجھ ہو، اور ایک حملہ آور، ظالم وستمگر کے نام سے یاد کیے جاتے ہو، بلکہ اب تو تمھاری روشن تاریخ پر بھی سیاہی ملنے کی اسکیمیں بنائی جا چکی ہیں۔

جبکہ دوسری جانب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ جیسی دسیوں شخصیات ہیں جن کے ہاتھوں پر لاکھوں افراد نے کلمہ اسلام پڑھا ہے، آج ان کا نام سنتے ہی سخت گیر ہندو بھی تعظیم میں سر جھکا لیتا ہے، ان کے مزار پر حاضر ہونا، قبروں پر چادریں چڑھانا، منتیں مانگنا، ان کو مشکل کشا و حاجت روا سمجھنا ایک عام سی بات ہوگئی ہے، نفرت و محبت کی اسی کسوٹی کا نام دعوتی جذبہ ہے، اور یہی جذبہ ہر دینی وملی کوشش کی بنیاد ہے۔

عملی نمونہ:

پیام انسانیت کا بنیادی مقصد غیروں کے دلوں تک پہنچنا، ذہنوں سے غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے، اور اسلام کی ایک ایسی تصویر پیش کرنا ہے جس کا تذکرہ محض تاریخ کی زینت بن کر رہ گیا ہے۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں نے جو طرز زندگی اختیار کر رکھا ہے اس کا سیرت طیبہ (ﷺ) سے کوئی جوڑ نظر نہیں آتا، جس طرح کی مادیت پرستی اور دنیا طلبی میں مسلمان ملوث ہیں وہ کسی بھی طرح ان کے وجود کی ضامن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں مسلمانوں کے خلاف ایک عمومی ذہنیت پنپ رہی ہے، کچھ مسلمانوں کے طرز زندگی نے، کچھ میڈیائی پروپیگنڈہ نے اور کچھ سیاسی مفادات نے یہ سمجھا دیا ہے کہ

مسلمان خالص قوم پرست ہیں، ان کو اپنے مدرسوں ، مسجدوں اور جماعتوں کے سوا انسانیت کے مسائل سے کوئی سروکار نہیں، ملک کی تعمیر و ترقی سے زیادہ انھیں اپنے مفادات عزیز ہیں۔ یہ ذہنیت مسلمانوں کے لیے کسی بڑے خطرہ سے کم نہیں ہے۔

صرف اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کی افادیت کا دعویٰ کسی طرح مفید نہیں، کیونکہ جب تک عملی تصویر نہیں پیش کی جائے گی دنیا یہی کہے گی کہ ایسی اچھی اچھی باتیں تو کتابوں میں بھری پڑی ہیں، اچھی باتیں کرنا بہت آسان ہے، مگر ان باتوں پر عمل کرنا مشکل ہے۔اس لیے اس ذہنیت کو بدلنے کے لیے سب سے پہلے اپنے اندر تبدیلی لانی ہوگی۔

پیام انسانیت سے وابستہ ہر فرد کو یہ سمجھنا ہوگا کہ اس کام میں اولین مخاطب اس کی اپنی ذات ہے، اس کا طرز معاشرت، اس کے معاملات اور اس کے بلند اخلاق ہی اس کی انسانیت کا آئینہ ہیں، جب تک وہ ذاتی سطح پر ایک مثالی مسلمان نہیں بنے گا تب تک وہ ایک کامیاب داعی بھی نہیں بن سکتا، اور دعوتی جذبہ کے بغیر انسانیت کی کوئی بھی خدمت مفید نہیں ہوسکتی۔

تربیتی نظام:

پیام انسانیت کا کام آسان بھی ہے اور نازک بھی، یہ دو دھاری تلوار ہے جس کے ایک طرف وحدت انسان ہے اور دوسری طرف وحدت ادیان، ان دونوں وحدتوں کو سمجھنا اور ان کے درمیان باریک فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اس لیے اس کام میں ایسے علماء کو شریک کرنا چاہیے جو علوم شرعیہ کی واقفیت کے ساتھ توحید و شرک کی حساسیت اور اس کی باریکی سے اچھی طرح واقف ہوں، ادیان

ومذاہب پر ان کا گہرا مطالعہ ہو اور خاص کر تغیر پذیر حالات میں وہ سازشوں کا فہم وادراک رکھتے ہوں، ممکن ہے ایسے علماء کی تعداد کم ہو یا دیگر مصروفیات کی وجہ سے وہ اپنا وقت فارغ نہ کرسکیں، ایسی صورت میں اس مسئلہ کے حل کے لیے دو شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں، ایک یہ کہ مدارس کے نصاب ونظام میں ادیان ومذاہب اور نئے تحدیات کو باقاعدہ موضوع کی طرح شامل کیا جائے اور طلباء کی ذہن سازی کی جائے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ مختلف اداروں میں ایسے مراکز قائم کیے جائیں جہاں اس میدان میں کام کرنے والوں کی ذہنی وفکری تربیت کی جاسکے۔ محض یہ خیال کرلینا کہ علمائے دین اس موضوع کی حساسیت سے واقف ہیں اوران سے کوتاہی نہیں ہوگی ایک بڑا مغالطہ ہے۔

آئے دن ایسے مشاہدات ہوتے رہتے ہیں کہ مسلمان انسانی جذبہ کے تحت غیروں کے مذہبی امور میں تعاون دیتے ہیں، ان کی عبادتگاہوں کے لیے چندے دیتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر اپنا وقت بھی لگاتے ہیں، کاوڑیوں کے لیے پانی کے بوتھ لگانے اور ان کی مرہم پٹی کے واقعات بے شمار ہیں،اس کے علاوہ کورونا وبا میں مسلمانوں نے غیروں کے مُردوں کو ان کے مذہبی رسومات کے ساتھ دفن کیا، اور پھر فخریہ ان باتوں کی تشہیر بھی کی گئی، یہ امور دیکھنے میں خوش کن ضرور لگتے ہیں، لیکن اسلامی روح اور اس کی تعلیمات کے قطعاً موافق نہیں ، اس لیے حکمت کے ساتھ ایسی غیر اسلامی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت اس حیثیت سے بھی قابل تقلید ہے کہ انھوں نے باقاعدہ اس کام کی بنیاد رکھی تھی، وہ اس کی ضرورت وحساسیت دونوں سے اچھی طرح واقف تھے، انھوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ انسانیت کی حدی خوانی میں گذارا ہے، وہ اس راستہ کے نشیب وفراز سے نہ صرف واقف تھے، بلکہ اس کے راہ رو بھی تھے، ایمانی

جوش، دینی جذبہ اور خود اعتمادی سے لبریز ان کی تقریریں آج بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس میدان میں کام کرنے والوں اور خاص کر پیام انسانیت کے اسٹیج سے خطاب کرنے والوں کو ان کی تقاریر کے مجموعوں (تعمیر انسانیت، انسانیت کی مسیحائی) سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

ثابت قدمی:

ہمارے ملک کا ماحول تیزی کے ساتھ تغیر پذیر ہے، اخلاقی انارکی، بلکہ قومی واجتماعی خودکشی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، انسانی قدریں بے دردی کے ساتھ پامال ہورہی ہیں، جان ومال، عزت وآبرو کا احترام تیزی کے ساتھ رخصت ہورہا ہے، معمولی وحقیر ذاتی فائدے کی خاطر اجتماعی وملکی مفاد کو آسانی سے قربان کیا جارہا ہے، رشوت خوری، چور بازاری، بدعنوانی جیسی برائیوں نے پوری زندگی کو عذاب بنا دیا ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں انسانیت کا پیغام سنانا، انسانی ہمدردی کی باتیں کرنا، انسانی وحدت کی پکار لگانا اور سوئے ہوئے ضمیروں کو جھنجوڑنا جوئے شیر لانے کے مرادف ہے۔

پیام انسانیت کا کام انسانیت کی مسیحائی کا کام ہے، نفرت کی بادسموم میں محبت کا چراغ روشن کرنے کے مرادف ہے، اور تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی نے معاشرہ کی اصلاح کی آواز اٹھائی ہے اس کی سخت مخالفت کی گئی، ہر نئی وانقلابی آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی ہے، مردہ ضمیروں نے کبھی یہ گوارا نہیں کیا کہ ان کے عشرت کدے میں انسانیت کی ایک شمع بھی روشن ہو سکے۔اس لیے یہ ذہن نشیں رہے کہ ابتداء میں اس کام میں قدم قدم پر دشواریاں پیش آسکتی ہیں، آزمائشیں بھی ہوں گی، بدگمانیاں بھی بڑھیں گی، طرح طرح کے سوالات بھی کیے جائیں گے۔کیونکہ مختلف تنظیموں، پارٹیوں

اور لیڈروں نے جس طرح خوشنما عنوانوں کے ذریعہ عوام کو لوٹا ہے اس کے بعد ان کا حق ہے کہ وہ ہر نئی آواز کی جانچ پڑتال کریں اور کام کو پرکھنے وسمجھنے کے بعد اعتماد کریں۔

لیکن یہ ساری آزمائشیں وقتی اور عارضی ہیں، دعوتی جذبوں کے سامنے بڑی بڑی رکاوٹیں خاشاک سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، منزل نگاہوں کے سامنے ہوتو راستہ کی روکاوٹوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، مسلسل محنت وثابت قدمی کے بعد مسدود راہیں خود بخود کھلتی چلی جائیں گی اور لوگ اپنی جان ومال تک نچھاور کردیں گے۔

نمائش سے اجتناب:

پیام انسانیت کی بنیاد کسی سیاسی ورفاہی تحریک یا جماعت کے فکر ونظریہ کی جانب نہیں ہے، بلکہ اس کی نسبت اُس دَرد وتڑپ کی جانب ہے جس نے انبیاء کرام کو بے چین کررکھا تھا، اُس مشن کی جانب ہے جو آپ (ﷺ) کی بعثت کا جلی عنوان تھا، اُس عظیم ذمہ داری کی طرف ہے جو مسلمانوں کو ''خیر امت'' بناتی ہے، اس لیے یہ یقینی امر ہے کہ اس راستہ میں مصیبتوں اور آزمائشوں کے بعد فتوحات کا سلسلہ بھی ہے، کہیں انفرادی تو کہیں اجتماعی! اور سچ پوچھئے تو حقیقی آزمائش یہی ہے!

انسان جب ثابت قدمی ومستقل مزاجی کے ساتھ خدمت خلق کرتا ہے تو اللہ کی جانب سے اس پر انعامات کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے، اس کی تعریفیں ہوتی ہیں، منقبت کہے جاتے ہیں، نذرانے پیش کیے جاتے ہیں، محفل میں اونچا مقام دیا جاتا ہے۔ یہ انعامات دراصل اس کی ہمت افزائی اور قبولیت کی علامت کے طور پر ہوتے ہیں، لیکن بسا اوقات تربیت کی کمی، فکری کجی اور پختہ دینداری نہ ہونے کی وجہ سے بندہ ان انعامات کو اپنا کارنامہ سمجھ کر ''میں'' اور ''ہم'' میں مبتلا ہوکر خود پسندی کا شکار ہوجاتا ہے، اور اس کے

لب ولہجہ سے خودنمائی اوراس کے کاموں کی نمائش شروع ہوجاتی ہے، پھر کام کم ہوتا ہے اورڈھنڈورا زیادہ پیٹا جاتا ہے، یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی میدان میں خودنمائی اورنمائش دونوں چیزیں انسان کورفتہ رفتہ بےوقعت بنا کراصل مقصد سے موڑ دیتی ہیں، اور بسااوقات فتنہ وانتشارکاذریعہ بھی بن جاتی ہیں۔

اس لیے ذہن میں یہ حقیقت تازہ رہنی چاہیے کہ پیام انسانیت کی نسبت انبیاء کرام کی جانب ہے، اور یہ ساری تگ ودوکسی تحریک یا جماعت کی وسعت ومضبوطی کے لیے نہیں، بلکہ خدا کے بندوں کوخدا سے جوڑنے کے لیے ہے۔ جب یہ یقین مستحضر ہوگا تو نہ صرف اخفاء کی توفیق ہوگی، بلکہ ہرانعام کوفضل خداوندی سمجھنااور ہر کامیابی کی نسبت کسی فرد کے بجائے پوری ٹیم کی جانب کرنا آسان ہوگا۔

تنظیم کار کی ضرورت:

انفرادی سطح پر ہر مسلمان اعلیٰ اخلاق کا پابند اور انسانی اقدار کا محافظ ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کا پیامبر ہے، اپنی علمی وفکری اور معاشرتی سطح پر معروف کی تلقین اور مُنکَر پر نکیر اس کی بنیادی ذمہ داری ہے، البتہ پیام انسانیت کا کام انفرادی سطح سے زیادہ اجتماعی سطح کا متقاضی ہے، اس لیے اس کام کو منظم کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اس کے وسیع اثرات سے معاشرہ پوری طرح مستفید ہوسکے۔

تنظیم کا یہ مفہوم قطعی نہیں ہے کہ اس کے لیے عہدے قائم کیے جائیں، عمارتیں تعمیر کرائی جائیں اور پھر عمومی یا خصوصی چندے کیے جائیں، اگر یہ کوئی سیاسی تحریک ہوتی توضرور اس میں عہدے بھی ہوتے، شاخیں بھی ہوتیں اور علاقائی دفاتر بھی ہوتے۔

لیکن چونکہ کوئی اجتماعی کام بغیر تنظیم کے انجام دینا آسان نہیں اس لیے مشاورتی

نظام ضروری ہے، چنانچہ حسب ضرورت ملکی، صوبائی اور علاقائی سطح پر مجلس مشاورت قائم کی جائے، تاکہ اس کے ذریعہ اس کام کو بآسانی انجام دیا جاسکے اور مختلف افراد کو کام کی نوعیت اور ان کی صلاحیتوں کے اعتبار سے ذمہ داریاں سپرد کی جاسکیں، ہر مجلس کا ایک ایسا امین متعین ہو جو کام کی نزاکت اور اس کے تقاضوں کو بخوبی سمجھتا ہو، وہ کام کی نگرانی کے ساتھ ضرورت پڑنے پر دوسروں کو مطمئن بھی کر سکے، البتہ وقفہ وقفہ سے امناء کی جائزہ میٹنگ اور ان کی تربیت کا نظام بھی ضروری ہے۔

واضح رہے کہ آج کے دور میں مسلمانوں سے منسوب کسی بھی طرح کی مذہبی و رفاہی سرگرمیاں حکومت کو تشویش میں مبتلا کرسکتی ہیں، گرچہ ملک کا قانون اس پر کوئی روک نہیں لگاتا، تاہم قانونی ضابطوں کی پابندی ضروری ہے، اس لیے بہتر ہے کہ پیام انسانیت کا اجتماعی کام رجسٹرڈ اداروں کے ذریعہ انجام پائے، اور اس کی ایک بہترین شکل ہمارے آزاد مدارس ہیں، وہ اپنی سرگرمیوں میں ایک شعبہ کی طرح اس کام کو شامل کرسکتے ہیں۔

دوسری شکل رفاہی ادارے ہیں جن کے لیے اپنے دائرہ کار میں اس کام کو شامل کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔

آخری اور محفوظ شکل یہ ہے کہ اسی مقصد کے لیے کوئی ادارہ رجسٹرڈ کرایا جائے اور پھر اس کے ذریعہ اس کام کو منظم طور پر انجام دیا جائے۔

الحمدللہ اس مقصد کی غرض سے متعدد ملکی و علاقائی ادارے رجسٹرڈ ہیں اور وہ اپنی اپنی سطح پر خدمات انجام دے رہے ہیں، لیکن اس کام میں جس جوش وجنون، تسلسل، ثابت قدمی اور تنوع کی ضرورت ہے اس طرف مکمل توجہ نہیں ہے۔

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پیام انسانیت کسی منظم تحریک یا جماعت کا نام نہیں

ہے، بلکہ یہ اسلامی تعلیمات کی عملی تصویر ہے، یا یوں سمجھئے کہ کسی گھر میں لگی ہوئی بھیانک آگ کو دیکھ کر ایک ذمہ دار انسان کے اندر پیدا ہونے والے جذبات کی عکاسی ہے، اوران جذبات کو نہ صلہ کی تمنا ہوتی ہے اور نہ ستائش کی امید، بلکہ حقیقی خوشی ان جذبات کو عملی شکل دینے میں ہوتی ہے، اس لیے پیام انسانیت کے کاموں کو کسی دنیوی نفع کا ذریعہ سمجھنا اور کسی سیاسی یا مادی فائدہ کی امید میں اس سے وابستہ ہونا قطعاً مناسب نہیں ہے،اسی طرح پیام انسانیت کے پلیٹ فورم کی ساری سرگرمیوں میں کسی بھی طرح کا عمومی چندہ نہیں کیا جائے گا، حسب ضرورت رفاہی کاموں کے لیے باحیثیت افراد کو متوجہ کیا جائے گا، اور مال واسباب کی شکل میں جو بھی تعاون ہوگا اس کی تفصیلات امین مجلس کے پاس محفوظ ہوں گی، تاکہ کسی بھی طرح کی غیر اطمنان بخش صورتحال میں مراجعت کرنا اور مطمئن کرنا آسان ہو۔

اخلاص:

کسی کی ملامت وتنقید یا تعریف وستائش کی پرواہ کیے بغیر اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا اور اللہ کے دربار میں خود کو جوابدہ سمجھنا اخلاص ہے، اخلاص تمام اعمال صالحہ کی روح ہے،اس کے بغیر اعمال ایسے ہی ہیں جیسے روح کے بغیر انسانی جسم، اخلاص ہی وہ گوہر ہے جس کی بنیاد پر انسانی اعمال بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت حاصل کرتے ہیں۔ دین کے ہر کام میں جس طرح اخلاص بنیادی شرط ہے اسی طرح پیام انسانیت کا کام بھی اس شرط کے بغیر ناقص وناتمام ہے۔

اخلاص کی نعمت ایک بہت بڑی دولت ہے، اس دولت کا حصول کبھی بہت آسان ہے تو کبھی بہت مشکل، آسان اتنا کہ محض اپنی حقارت اور خدا کی عظمت کا احساس

ہی اس دولت تک پہنچا سکتا ہے، اور مشکل اتنا کہ مسلسل مجاہدوں ،ریاضتوں اور جفاکشیوں کے باوجود دل سے ''احساس انا'' نہیں نکلتی ،اسی لیے علمائے ربانیین نے ہمیشہ صفائی قلب کی طرف توجہ دی ہے اور اس کے لیے متعدد طریقے اختیار کیے ہیں، پیام انسانیت کے میدان میں امانتداری اور دردوفکرمندی دو ایسی صفات ہیں جو اخلاص کی عظیم نعمت سے بہرہ مند کرنے میں مفید ہیں۔

چنانچہ پیام انسانیت کے کام میں ان دو بنیادی باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے، پہلی یہ کہ اپنی صلاحیت واستعداد کے موافق ہی ذمہ داری لی جائے ، اور پوری امانت داری کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو نبھایا جائے ،محض خودنمائی کے جذبہ سے مختلف ذمہ داریوں کا بوجھ لے کر معذور ہونے سے بہتر ہے کہ پہلے ہی معذرت کرلی جائے ، اس سے نظام میں کسی طرح کی بدمزگی بھی نہیں پیدا ہوگی۔

دوسری بات وہ دردوفکر ہے جو دوسروں کے حالات سے واقفیت کے بعد پیدا ہونا طبعی ہے، کسی انسان کو پریشان حال یا اس کی ایمانی واخلاقی خرابیاں دیکھ کر اندر کی کڑھن اور فکر کا پیدا ہونا ایمانی تقاضا ہے اور رسول اللہ (ﷺ) کی وراثت ہے، اس لیے جب تک یہ تقاضا پیدا نہیں ہوگا اس وقت تک کام بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، چنانچہ کسی کی اخلاقی وسماجی خرابی سے واقف ہونے کے بعد اس کی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے، اور ان اسباب کی فراہمی کی کوشش ہونی چاہیے جو اسے صراط مستقیم تک پہنچا سکیں۔

کسی بھی دینی کام میں آپسی ناچاقیوں ،غیر ضروری مباحثوں اور خودنمائی کی کوششوں کا سبب اخلاص کا فقدان ہی ہے، اخلاص کا معیار جتنا مضبوط اور اونچا ہوگا آپسی اختلافات بھی اتنے ہلکے اور معمولی سطح کے ہوں گے، اور جب اخلاص مکمل ہوگا اور اپنے حقیقی مقام تک پہنچے گا تو بشری تقاضوں سے پیدا ہونے والے اختلافات بھی رحمت کا

باعث ہوں گے۔

پیام انسانیت کا کام حقیقت میں اسلامی تعلیمات کی عملی تصویر ہے اور یہ تصویر اس وقت تک بے رنگ ہے جب تک اس میں ''خون جگر'' نہ شامل کر دیا جائے۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

پیام انسانیت کا دائرہ کار

پیام انسانیت کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، انسانی زندگی کا ہر شعبہ اس میں شامل ہے، اس لیے دائرہ کار کے حدود متعین کرنا ممکن نہیں، تاہم نظام کی سہولت اور کام کی ترتیب کے لحاظ سے دو الگ الگ دائرے کیے جا سکتے ہیں: ایک تعمیر افکار اور دوسرا رفاہی خدمات۔

تعمیر افکار:

پیام انسانیت کا کام نظریاتی وعملی دونوں سطح پر ضروری ہے، ایک سچے مسلمان کی زندگی کا محور یہی دونوں میدان ہیں جس میں تقدیم وتاخیر کا کوئی اصول جاری نہیں ہے، لیکن جب اجتماعی طور پر اس کام کا آغاز کیا جائے گا تو کام کی ترتیب میں نظریاتی پہلوؤں کو مقدم رکھا جائے گا، یعنی پہلے ماحول سازی، ذہن سازی اور افراد سازی کی کوششیں کی جائیں گی، عزائم ومقاصد سے متعارف کرایا جائے گا، سسکتی وبلکتی انسانیت کی مسیحائی کی گہار لگائی جائے گی، ملک کے حقیقی صورتحال سے باخبر کرایا جائے گا، تب بہت ممکن ہے کہ لوگ انسانی بنیادوں پر سوچنے سمجھنے کی طرف پیش قدمی کریں اور معاشرہ سے وہ غلط فہمیاں دور ہوں جو ضمیر فروش سیاست دانوں اور ایمان فروش صحافیوں نے پیدا کر رکھی ہیں، اور ایک ایسی ٹیم ہم سفر ہو جائے جو ہم فکر وہم خیال ہو۔ اسی نظریاتی کوشش کو تعمیر افکار کا عنوان دیا گیا ہے، جس کے تحت درج ذیل عناوین شامل کیے جا سکتے ہیں:

سماجی رابطے:

رابطوں کے ذریعہ مناسبت پیدا ہوتی ہے، علمی وفکری سطح کا علم ہوتا ہے اور پھر ذہن سازی کی راہیں کھلتی ہیں، یہ رابطے سماج کے ہر پلیٹ فارم پر اور ہر سماجی عنوان کے ذریعہ ممکن ہیں، چنانچہ انفرادی ملاقاتیں، مذاکرات کی نشست، ڈائلاگ وکارنر میٹنگیں، پریس میٹ و پریس بائٹ ، اسکول وکھیل کے میدان اور چائے خانے یا شناساؤں کی بے تکلف محفلیں، غرض ہر سطح و ہر عنوان سے سماجی رابطے مضبوط کرنا اور ایک پرامن ماحول کی تشکیل کرنا ممکن ہے۔

سماجی رابطے کے پلیٹ فارم سرکاری بھی ہو سکتے ہیں اور غیر سرکاری بھی، البتہ سرکاری محکموں میں جانے سے قبل وہاں کے اصول وضوابط سے واقفیت اوران پر سختی سے عمل ضروری ہے، تاکہ کوئی بدمزگی نہ پیدا ہونے پائے۔

اجتماعی ملاقاتوں میں گفتگو کے لیے ایسے فرد کا انتخاب کیا جائے جو پیام انسانیت کے اغراض ومقاصد اور طریقہ کار سے پوری طرح واقف ہو، مخاطب کی ذہنی وفکری سطح کا اس کو ادراک ہو، متعلقہ شعبہ کی بنیادی معلومات بھی اسے حاصل ہوں، کیونکہ بسا اوقات کسی سرکاری آفسر سے ملاقات کرنے والی جماعت خالص ان مولویوں کی ہوتی ہے جو گاڑھی اردو بولتے اور سمجھتے ہیں، مخصوص اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں اور بسا اوقات مرعوبیت کا شکار بھی ہو جاتے ہیں، اس سے مخاطب مسئلہ کی حساسیت ونزاکت کو سمجھنے کے بجائے اپنے وقت کے ضیاع کا احساس کرتا ہے، اور پھر یہیں سے رابطہ کی شکل منقطع ہو جاتی ہے۔

کبھی کبھی پیام انسانیت کے اسٹیج سے یہ فکرہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ کام

غیر سیاسی ہے، اس لیے اہل سیاست سے اختلاط اوران سے رابطے مناسب نہیں، اس فکر کی کسی بھی صورت میں تائید نہیں کی جاسکتی، کیونکہ انسانی بنیادوں پر اہل سیاست بھی پیام انسانیت کے مخاطب ہیں، بلکہ بعض وجوہ سے ان کی ذہن سازی بہت سے مسائل کا حل ہے۔

عوامی اجلاس:

رابطوں کی ایک وسیع شکل مختلف علاقوں میں عمومی اجلاس کا انعقاد ہے، اجلاس کے لیے ان علاقوں کو ترجیح دی جائے جہاں حالات کشیدہ ہوں اور مذہبی منافرت کو فروغ دیا جارہا ہو، البتہ خصوصی ملاقات، عمومی تعارف اور کسی قدر ماحول سازی کے بعد ہی یہ اجلاس منعقد کیے جائیں، ان اجلاس میں خصوصی طور پر سماجی و مذہبی لوگوں کو مدعو کیا جائے، ان کے نام سے پوسٹر اور ہوڈنگ لگوائی جائیں، اور اسٹیج پر ان کا اعزاز بھی کیا جائے، لیکن خطاب کرنے کی ذمہ داری ان مخصوص افراد کو دی جائے جو موضوع کی نزاکت سے واقف اور اس کے تقاضوص سے بہرہ مند ہوں، یا اجلاس سے قبل ملاقاتوں کے ذریعہ ان کی ذہن سازی ہوچکی ہو اور وہ موضوع پر گفتگو کی قدرت رکھتے ہوں، اس طرح کے اجلاس نے ماضی میں بھی گہرے وعمیق اثرات مرتب کیے ہیں، جس کی واضح مثال اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کا کاروان انسانیت ہے جس کے اجلاس نے حالات کو نارمل کرنے میں اہم کردار نبھایا تھا۔

گفتگو کی بنیادیں:

ملاقاتوں، مذاکروں اور جلسوں میں صرف انسانی اقدار، اخلاقی بلندی اور ملک کی فلاح وبہبود کو ہی موضوع گفتگو بنایا جائے، انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بھی

مذہب پر کوئی نقد نہ کیا جائے، انسانی خون کے احترام کی اپیل کی جائے، ہر قسم کی مذہبی، علاقائی، لسانی ومعاشرتی تفریق کو انسانیت کی رسوائی سے تعبیر کیا جائے، اور باشندگان ہند کو پوری جرأت و پورے اعتماد کے ساتھ یہ سمجھایا جائے کہ دستور ہند کی پہلی دفعہ یہی کہتی ہے کہ دنیا کے ہر انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے، اور اگر انسانی تفریق کی بنیاد پر فرقہ واریت کا عفریت بوتل سے باہر آ گیا تو پورا ملک امن وشانتی سے محروم ہوجائے گا۔

کچھ ضمیر فروش نیتاؤں اور صحافیوں نے یہ غلط فہمی پیدا کررکھی ہے کہ اس ملک کی ترقی اور یہاں کا امن وشانتی مذہبی، لسانی وتہذیبی اتحاد میں ہی ممکن ہے، اس لیے پورے ملک میں ایک ہی نظام زندگی کو نافذ کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے، اس سوچ نے پورے ملک کو خانوں میں تقسیم کرکے یہاں کی گنگا جمنی تہذیب پر پانی پھیر دیا ہے، اس لیے بار بار یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ ملک ایک گلدستہ کی طرح ہے جس میں مختلف رنگوں کے پھولوں کا ہونا ضروری ہے، یہ بہت بڑی غلط فہمی، بلکہ بہت بڑی جہالت ہے جو یہ سمجھا جاتا ہے ایک مذہب اور ایک تہذیب کسی ملک کو مضبوط کرسکتی ہے، دنیا نے دو عالمی جنگیں دیکھیں ہیں جو ایک ہی مذہب اور ایک ہی تہذیب کے ماننے والوں نے لڑی ہیں، اس کے علاوہ ہندو ومسلم تاریخ میں ایسی بہت سی جنگیں وجھڑپیں ہیں جن میں دونوں طرف ایک ہی مذہب اور ایک ہی تہذیب کے دعویدار تھے، حقیقت یہ ہے کہ نہ مذہب مذہب سے لڑتا ہے، نہ تہذیب وکلچر آپس میں ٹکراتے ہیں، بلکہ انسانوں کی خود غرضیاں آپس میں ٹکراتی ہیں، طاقت کا غرور ٹکراتا ہے، فرعونی صفات اور ''راونی اہنکار'' آپس میں ٹکراراتا ہے۔ اس لیے ایسے پروپیگنڈوں سے بچنے کی ضرورت ہے جو انسان کو انسان سے نفرت کرنا سکھائے۔

دعوت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ گفتگو کی بنیاد ہمیشہ مشترک بنیادوں پر ہو، یہ ملک جو مختلف مذاہب اور متنوع تہذیبوں کا گہوارہ ہے، اس میں انسانیت ہی ایک مشترک بنیاد ہے جسے ہر کوئی تسلیم کرتا ہے، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنے دعوتی تجربات کی روشنی میں کہا کرتے تھے کہ جب کسی قوم میں دعوت کا کام کرنا ہو تو پہلے اس کی نفسیات کا مطالعہ کرو، اور جو دروازہ کھلا ہو اس سے داخل ہونے کی کوشش کرو، اگر بند دروازہ کو کھولنے کی کوشش کروگے تو تمہاری حیثیت چور وڈاکو کی ہوگی اور کوئی تمہاری بات بھی سننا گوارا نہیں کرے گا۔ پس اس ملک میں ہم دعوت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو انسانیت کا عنوان ایک کھلا ہوا دروازہ ہے جس کے ذریعہ غیروں کے دل ودماغ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

لٹریچر کی فراہمی:

پیام انسانیت کی سرگرمیوں میں لٹریچر کی فراہمی ایک مرکزی ضرورت ہے، اگر اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہ دی گئی تو ساری کوششیں ناقص وناتمام شمار کی جائیں گی، اور خاطر خواہ نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے، چنانچہ مخاطب کے سامنے کام کے تعارف، اغراض ومقاصد کی وضاحت کے ساتھ اعلی اخلاقی قدروں، انسانی ہمدردیوں، سماج سدھار کی کوششوں اور قوم وملک کی ترقی واستحکام کی شکلوں پر مشتمل مواد بھی پیش کرنا ضروری ہے۔

پیام انسانیت کا مواد کتاب، پمفلٹ، ہینڈ بل وغیرہ میں محدود نہ ہو، بلکہ بدلتے ہوئے حالات اور میڈیائی دور میں اُن وسائل کا استعمال بھی ضروری ہے جو ذہن سازی اور ماحول سازی میں مفید ہیں، چنانچہ اس عنوان کے تحت آڈیوز تیار کرائی جائیں، چھوٹی چھوٹی ویڈیو کلپس اور ریل بنائی جائیں، تعارف وسرگرمیوں کے لیے ویب پیج بنائے

جائیں، موبائل اپلیکشن تیار کی جائیں، پبلک جگہوں پر ہوڈنگیں لگائی جائیں، اور سوشل میڈیا کا بھی خاطرخواہ استعمال کیا جائے، اور یہ سب کام ملک کی غالب قومی وعلاقائی زبانوں میں کیا جائے۔

یہاں یہ اعتراف بھی ناگزیر ہے کہ پیام انسانیت کے بینر تلے ملک گیر پیمانہ پر جومختلف تحریکیں و جماعتیں متحرک ہیں ان کے پاس اس سلسلہ میں خاطرخواہ موادنہیں ہے، اسی لیے ملاقاتوں اورجلسوں کے بعد جوتشنگی پیدا ہوتی ہے وہ برقراررہ جاتی ہے۔

ملکی سطح پرسب سے مشہور وفعال تحریک ''آل انڈیا پیام انسانیت فورم'' ہے، یہ وہی تحریک ہے جس کی شروعات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے کی تھی، اس فورم کے پاس مولانا علی میاںؒ کا اور پھر ان کے جانشین مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کا خاصا سرمایہ موجود ہے، ویڈیوز وآڈیوز بھی ہیں، کتابیں ورسالے بھی ہیں، مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہوچکے ہیں، لیکن کام کی وسعت، لوگوں کے تقاضے اورتیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے مدنظر مواد میں اضافہ کی اوروسعت کی ضرورت ہے جس کی طرف فورم کے ذمہ داران متوجہ ہیں۔

رفاہی خدمات:

پیام انسانیت کا وسیع دائرہ اگرنظریات تک محدود رہا تو ساری کوششیں بےسود ہوں گی اورنتائج لاحاصل ہوں گے، اس لیے ماحول سازی کے ساتھ ایسی عملی شکلیں اختیار کرنا بھی ضروری ہے جن سے اسلام کی حقیقی تصویر سامنے آسکے اورمسلمانوں کے سلسلہ میں جوغلط فہمیاں اور بدگمانیاں پھیلائی گئی ہیں ان کو دور کیا جاسکے۔انہیں عملی شکلوں کورفاہی خدمات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

سائنس وٹکنالوجی کے دور میں انسانی ضرورتیں تیزی سے بدل رہی ہیں، معاشرتی زندگی کو کسی مقام پر ٹھہراؤ نہیں، نت نئے دن نت نئے مسائل ہیں، مختلف علاقوں کے مختلف تہذیبی وجغرافیائی تقاضے بھی ہیں جنھیں ترجیحی بنیادوں طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے، تاہم کچھ طبعی امور ایسے ہیں جن میں ہر معاشرہ شریک ہے، فروعات میں نہ الجھتے ہوئے انہیں امور پر عمومی توجہ دی جاسکتی ہے۔

نوٹ:

مذکورہ دونوں میدان بہت وسیع اور متنوع ہیں، اس کے مختلف پہلوؤں پر ملک کی بعض تنظیمیں اپنے محدود دائرہ میں سرگرم عمل ہیں، البتہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے 'پیام انسانیت' کے عنوان سے جو تحریک برپا کی تھی آج وہ ملک گیر پیمانہ پر متحرک ہے، سیکڑوں افراد اس سے وابستہ ہیں، اور انسانیت سازی و انسانی خدمات کے عنوان سے جو بھی دائرہ کار ممکن ہے اس میں اس کی خدمات قابل تقلید ہیں، اسی تحریک کے منشور کی روشنی میں پیام انسانیت کے دائرہ کار کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

طبی تعاون:

انسانی ہمدردی کا سب سے اہم شعبہ طبی خدمات کا ہے، یہی وہ شعبہ ہے جہاں لوگ دھرم، ذات، برادری وغیرہ کی تفریق سے آزاد ہو کر انسانیت کو مقدم رکھتے ہیں، اسی لیے رفاہی کاموں میں اس شعبہ کو سب سے مقدم رکھا جاتا ہے۔

اس ترقی پذیر ملک کا ایک بڑا طبقہ آج بھی بنیادی طبی سہولیات سے محروم ہے، کبھی وسائل کی کمی تو کبھی صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے مختلف بیماریوں میں الجھا ہوا ہے، خطیر رقم خرچ کرنے کے باجود اطمنان بخش علاج نہیں مل پاتا۔ دیہی علاقوں کا حال تو اور

بھی خراب ہے، نہ اچھے ڈاکٹر ہیں نہ اچھے ہسپتال ہیں، عوام جھولا چھاپ ڈکٹروں پر منحصر ہیں، سنگین بیماریوں میں وہ شہر کی جانب بھاگتے ہیں جہاں مناسب رہنمائی نہ ملنے پر استحصال کا شکار ہوجاتے ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ طب کا شعبہ انسانی زندگی میں جتنا اہم اور ضروری ہے اتنا ہی کرپشن کا شکار ہے۔

ایک عام انسان سب سے زیادہ علاج ومعالجہ میں پریشان ہوتا ہے، اس وقت اس کا مزاج بہت ہی نازک اور حساس ہوجاتا ہے، ہر شخص پر اعتماد کرنا، ہر طرح کے تجربے کرنا، بار بار مشورے کرنا ایک عام سی کیفیت ہوجاتی ہے، اور یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب اسے کسی مخلص وخیرخواہ کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

اس شعبہ میں خدمات کی مختلف شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں؛ مثلاً ترتیب و پابندی کے ساتھ سرکاری اسپتالوں کا دورہ کیا جائے، مریضوں اور تیمارداروں کی مزاج پرسی کی جائے، ان کی خیریت دریافت کی جائے، حسب امکان ان کی امداد کی جائے وغیرہ۔ البتہ یہ کام اسپتال کے ذمہ داروں کو اعتماد میں لے کر اور وہاں کے اسٹاف سے حسن اخلاق سے پیش آکر ہی ممکن ہے۔

دیگر طبی خدمات ☆ میڈیکل کیمپ ☆ بلڈ ڈونیشن کیمپ ☆ آئی ٹیسٹ کیمپ ☆ دواؤں کی فراہمی ☆ میڈیکل جانچ وغیرہ۔

تعلیمی تعاون:

قوم وملک کی تعمیر کی بنیاد صحیح تعلیم اور صحیح فکر ہے، محض تعلیم یا محض فکر نا کافی ہے، معاشرہ میں ایسے بہت سے افراد موجود ہیں جن کے پاس ڈھیروں ڈگریاں ہیں، لیکن وہ صحیح فکر سے محروم ہیں، یا جن کے پاس صحیح فکر تو ہے، لیکن علمی استعداد میں صفر ہیں، ایسے

افراد معاشرہ کی تعمیر وترقی میں کوئی مثبت کرادر ادا نہیں کرسکتے ، بلکہ ان کی ''مثبت کوشش'' کے نتائج بھی مثبت نہیں ہوسکتے ۔لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ آج تعلیم ایک نفع بخش تجارت اور عوام کے استحصال کا ایک خوبصورت ذریعہ بن چکی ہے،اس پر مستزاد، تعلیمی نصاب کو نفرت اور مذہبی تعصب کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جارہی ہے، ایسے میں صحیح تعلیم اور صحیح فکر کے مراکز یا تو تجارتی منڈیاں بن چکی ہیں یا نفرت وتعصب کے مستقل اڈے ،اور عوام الناس سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان بدعنوانیوں کا شکار ہونے پر مجبور ہیں، ایسے ماحول میں کسی کی صحیح رہنمائی کرنا، صحیح فکر دینا، اس کے مستقبل کو سنوارنے کی کوشش کرنا یقینا انسانیت کی عظیم خدمت ہے، اس لیے تعلیمی میدان کو ٹارگیٹ کرنے کی ضرورت ہے، تا کہ طلباء کی صحیح تعلیمی وفکری رہنمائی کی جاسکے۔

اسکول وکالج میں ایسے طلباء کی بڑی تعداد ہے جن کے اندر مختلف صلاحتیں تو موجود ہیں، لیکن کبھی پسماندگی، مالی تنگی، نظام سے عدم واقفیت اور کبھی غلط رہنمائی کی وجہ سے ذہنی تناؤ کا شکار ہوکر احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور انھیں اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے، ایسے طلباء کی صحیح رہنمائی کرنا ضروری ہے، تا کہ وہ کامیاب انسان اور اچھے شہری بن سکیں۔

طلباء سے رابطے کی مختلف شکلیں: ☆ تحریری مقابلے ☆ تقریری مقابلے ☆ مطالعاتی مقابلے ☆ مسابقات برائے معلومات عامہ ☆ کیریئر گائڈینس ☆ اسکالر شب ☆ دیگر مالی امداد ☆ ضروریات کی فراہمی ☆ لائبری کا قیام ☆ ہوسٹل کا قیام ☆ اسٹوڈینٹ یونین سے تبادلۂ خیال ☆ فیس کی ادائی وغیرہ۔

معاشی تعاون:

خود غرضی، مفاد پرستی، اور معاشرتی سطح پر تفریق سے اٹھنے والا نظام حیات اجتماعی اقدار کو پامال کردیتا ہے، اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جو غیر فطری تفاوت پر مشتمل ہوتا ہے، اور ایسا نظام معیشت جاری ہوتا ہے جو معاشرہ کو دو الگ الگ خانوں میں تقسیم کردیتا ہے، امیر کی امیری اور غریب کی غریبی کے بیچ ایسی خلیج قائم ہوجاتی ہے جو انسانوں کو حاکم اور محکوم کے طبقوں میں بانٹ دیتی ہے اور پھر دونوں طبقہ ایک دوسرے سے ہراساں و خوفزدہ رہتا ہے۔

معاشی پریشانیوں کے ساتھ نہ کوئی معاشرہ خوش حال ہوسکتا ہے اور نہ اس کے افراد آبرومندانہ زندگی گذار سکتے ہیں، معاشی پسماندگی انسان کو آبرو فروشی، ضمیر فروشی، بلکہ کھلے طور پر ایمان فروشی کے راستہ پر بھی لے جاسکتی ہے، ایسا انسان معاشرہ کی ترقی و مضبوطی میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے اور اس کی صلاحتیں ماحول کو خراب کرنے میں ضائع ہوتی ہیں۔

بڑھتی ہوئی مہنگائی، عمومی بے روزگاری اور نوکریوں میں طرفداری کی وجہ سے معاشرہ میں ایسے افراد کی تعداد بڑھتی جارہی ہے جو اپنی بھوک مٹانے کے لیے غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں، اور بسا اوقات شدت پسند افراد و تخریب پسند جماعتیں ایسے مجبور انسانوں کو اپنے کاز کے لیے بھی استعمال کرتی ہیں، پھر وہ پیشہ ور مجرم بن جاتے ہیں یا ان کی زندگیاں مختلف پریشانیوں میں الجھ کر رہ جاتی ہیں۔

پیام انسانیت کی ٹیم کو ایسے افراد کی خبر گیری کرنی چاہیے اور اس مجبور و کمزور طبقہ کی معاشی مدد کرنی چاہیے، تاکہ غربت و افلاس کا شکار طبقہ دو وقت کی روٹی کے لیے کسی کا

محتاج نہ رہے، اوراس کی صلاحتیں تخریب کے بجائے معاشرہ کی تعمیر میں استعمال ہوں۔

معاشی تعاون کی چند شکلیں: ☆ روزگار کی فراہمی ☆ راشن کی فراہمی ☆ موسمی امداد ☆ تجارتی مشورے ☆ دوا علاج کی کوشش ☆ اسکولی ضرورتیں ☆ مکانات کی تعمیر وغیرہ۔

سماجی تعاون:

معاشرتی فلاح وبہبود کا مطلب اجتماعی مسائل کو انسانی بنیادوں پر حل کرنا اور تعمیری کوششوں کو اس طرح بروئے کار لانا کہ کوئی فرد زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ رہے، نہ کوئی مریض دوا دارو کے لیے تڑپے، نہ کوئی بے خانماں چھت کو روئے، نہ کوئی جہالت کی تاریکی میں بھٹکے اور نہ کوئی دووقت کی روٹی کا محتاج ہو، ایسے مضبوط معاشرہ کی تشکیل اخوت ومساوات، تعاون وہمدردی اور جذبہ خیر خواہی پر ہوتی ہے، اور یہ وہ بنیادیں ہیں جن سے آج کا ترقی یافتہ معاشرہ محروم ہے۔

آج کا انسانی معاشرہ طبقاتی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے، رفاہ عامہ کی ساری کوششیں مخصوص نظریات اور مخصوص مقاصد کے تحت انجام دی جارہی ہیں، مذہب وتہذیب، ذات وبرادری، رنگ ونسل اور لسانی بنیادوں پر لوگوں کو جانچا وپرکھا جارہا ہے، غربت کا استحصال اور مجبوریوں کا سودا عمومی مزاج بن چکا ہے، مادہ ومادیت کی ہوس نے مقدس رشتوں کو بھی پامال کر رکھا ہے، ایسے حالات میں محض انسانی بنیادوں پر سماج کی خدمت اور رفاہ عامہ کی کوششیں کسی انقلاب سے کم نہیں اور یہ انقلاب وہی افراد برپا کرسکتے ہیں جو انسانی جذبات سے لبریز اور اس کی مسیحائی کے لیے فکرمند ہوں۔

سماج میں ہر قدم پر ایسے افراد سے واسطہ پڑتا ہے جو کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا

ہیں اور کسی خیر خواہ کے تعاون کے محتاج ہیں، بنیادی تعاون اور مناسب رہنمائی سے ان کی ذہن سازی و فکری تشکیل کی جا سکتی ہے اور پھر ان سے انسانیت کی خدمت بھی لی جا سکتی ہے۔

تعاون کی مختلف شکلیں ممکن ہیں، مثال کے طور پر: ☆ کھانا کھلانا ☆ پانی کا انتظام کرنا ☆ نشہ و جوے کی عادت چھڑانا ☆ آفات و حادثات میں امداد کرنا ☆ یتیموں کی کفالت کرنا ☆ عمر رسیدہ کی نگہداشت کرنا ☆ بے گناہ قیدیوں کی قانونی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مسلم تحریکات کی رفاہی سرگرمیاں

مسلمانوں کی اکثر تحریکیں اور جماعتیں رفاہی خدمات سے وابستہ ہیں، ان تحریکات کا وجود اگرچہ دیگر قومی وملی سرگرمیوں کے پیش نظر ہوا تھا، لیکن خدمت خلق کا جذبہ، اتحاد بین المذاہب کی کوششیں اور دعوت دین کے لیے ماحول سازی کی فکر ہمیشہ شامل مقاصد رہی، یہی وجہ ہے کہ بعض وہ تنظیمیں جو مسلمانوں کی خالص دینی وسیاسی رہنمائی یا علمی خدمات و تعلیمی بیداری کے جذبہ سے وجود میں آئیں تھیں وہ بھی رفاہی خدمات سے وابستہ ہیں۔

ذیل میں چند معروف تحریکوں و جماعتوں کی رفاہی خدمات کا تذکرہ ملاحظہ ہو جس سے مسلمانوں کی انسانیت کے تئیں فکر مندی اور ملک وملت کے لیے جذبہ خیرسگالی کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے:

جمعیۃ علمائے ہند:

جمعیۃ علماء ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے قدیم تنظیم ہے، 28–29 دسمبر 1919ء کو اس کا تاسیسی اجلاس منعقد ہوا، جمعیۃ علما ہند کی خدمات کے بہت سے باب اور عنوانات ہیں، تاسیس سے لے کر اب تک جمعیۃ کا ایک مشن اور وژن رہا ہے، جس سے ذمہ داران جمعیۃ نے کبھی انحراف نہیں کیا، اپنے اس سوسالہ طویل سفر میں انھیں مقاصد اور اصولوں پر گامزن رہی جو جمعیۃ کے اکابر واسلاف نے طے کیے تھے، اس جماعت کے ریکارڈ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے مذہبی، ملی، اقتصادی،

تعلیمی اور سیاسی و دیگر امور میں ہمیشہ بروقت رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے، انسانی حقوق کا تحفظ، مذہبی رواداری، امن و یکجہتی، مذہبی تشدد اور منافرت کا خاتمہ، اقلیتوں اور دیگر پسماندہ مظلوم و مجبور طبقات کے مسائل اس کے ایجنڈے میں ہمیشہ سرفہرست رہے ہیں، اس کے ساتھ شرعی حدود کے مطابق غیر مسلم برادرانِ وطن کے ساتھ ہمدردی و اتفاق کے تعلقات کا قیام بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔

جمعیۃ العلماء کی متعدد سرگرمیاں بلا تفریق مذہب وملت خالص انسانی بنیادوں پر قائم ہیں، آسمانی آفات اور حادثات وفسادات کے موقعوں پر یہ تنظیم سب سے آگے نظر آتی ہے، ضرورت مندوں کی ہر طرح سے مدد کرنا، ریلیف پہنچانا، بے سہارا لوگوں کے سروں پر چھت فراہم کرنا، دوا علاج کا نظم کرنا وغیرہ وغیرہ اس کے نمایاں کارنامے ہیں۔

برادران وطن کی اسلام اور مسلمانوں سے متعلق غلط فہمیوں اور دوریوں کو کم کرنے کے لیے یہ تنظیم نئے نئے تجربات کرتی ہے، حالیہ دنوں میں ''سدھ بھاؤنا منچ'' کے تحت ملک کے طول وعرض میں ''سدھ بھاؤنا سنسد'' کے عنوان سے تقریباً ایک ہزار پروگرام کا انعقاد خود ایک بڑا کارنامہ ہے۔ ان پروگراموں میں دیگر اقوام ومذاہب کے رہنماؤں کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا اور قومی یک جہتی اور امن کا پیغام دیا گیا۔

اس موقع پر اپنے خصوصی پیغام میں صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی نے کہا:

''ہندستان ہمارا وطن ہے، اس کے چپہ چپہ سے ہمیں فطری محبت ہے، اس ملک کی سب سے بڑی پہچان کثرت میں وحدت ہے، یہاں صدیوں سے مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے لوگ مل جل کر رہتے آئے ہیں، انگریز جیسی جابر حکومت بھی ہمارے اس امتیاز کو پوری طرح ختم کرنے میں ناکام رہی۔''

سدھ بھاؤنا کے پرگراموں میں عام طور پر اس طرح کے نعرے بھی نصب کیے

جاتے ہیں جن سے پروگرام کے مزاج ومقصد کوبخوبی سمجھا جاسکتا ہے: 'مانوتا کا راج ہوگا پورا بھارت ساتھ ہوگا'، 'نفرت مٹاؤ دیش بچاؤ'، 'نہ تیر سے نہ تلوار سے، دیش چلے گا پیار سے'۔ وغیرہ غیرہ

جماعت اسلامی ہند:

26 / اگست 1948ء کو جماعت اسلامی ہند کا قیام عمل میں آیا۔ یہ جماعت ہندوستانی مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ہے جس کا نصب العین اقامت دین اور اسلامی نظام کا قیام ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ملک میں حالات نارمل ہوں اور ملک کا اکثریتی طبقہ مانوس ہو، جس کی بنیاد محض انسانی اقدار وروایات اور مشترکہ انسانی ضروریات ہوسکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی نے ضرورت مندوں، حاجت مندوں، بیواؤں، یتیموں، ہونہار طالبہ وطالبات، سماوی آفات، سیلاب، زلزلہ، حادثات کے متاثرین کے لیے اور انسانوں کے غم اور خوشی کے موقع پر ان کی بروقت مدد کے لیے خدمت خلق کا منظم نظام ترتیب دیا ہے۔

جماعت اسلامی نے لوگوں کے اندر حوصلہ واعتماد پیدا کرنے اور انسانیت کی تعمیر میں مثبت رول انجام دینے کی طرف راغب کیا۔ تعلیم یافتہ وغیر تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے اسلام کو ایک مکمل دین اور ایک واحد نظام حیات کے طور پر پیش کیا، دین کے صحیح تصور کی وضاحت کی اور اس کے لیے وسیع پیمانے پر ملکی وعلاقائی زبانوں میں گراں قدر لٹریچر تیار کیا۔ اس نے برادران وطن کو بتایا کہ قرآن ساری دنیا کے انسانوں کے لیے دستورِ حیات ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لیے رہنما بنا کر دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔

خدمت خلق کے میدان میں بہت سے نمایاں کام انجام دیے گئے۔ جہاں جہاں فسادات پھوٹ پڑے اور اور قدرتی آفات سے تباہی آئی وہاں وہاں بہت بڑے پیمانوں پر ریلیف کے کاموں کو انجام دیا گیا۔ ملک بھر میں دواخانے، رفاہی و فلاحی ادارے، تعلیمی ادارے، مائکرو فائنانس، بلاسودی ادارے وغیرہ قائم کیے گئے۔ کورونا وائرس کے بحرانی دور میں جماعت اسلامی کے شعبہ خدمت خلق کی بے مثال خدمات نے پورے ملک کے باضمیر اور انسانیت کا درد رکھنے والے شہریوں کے لیے مہمیز کرنے کا کام کیا۔

مختلف مذاہب کے درمیان صحت مند گفتگو کا ماحول پیدا کیا گیا اس کے لیے سدبھاونا منچ جیسے اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ساتھ ہی مخلوط سماج میں دینی شناخت کو باقی رکھنے کی کوشش کی گئی۔

انڈین یونین مسلم لیگ:

30/ دسمبر 1906ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا تھا، برطانوی انڈیا میں یہ مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت تھی اور برصغیر میں مسلم ریاست کے قیام کے لیے سب سے زیادہ کارفرما قوت تھی، تقسیم ہند کے بعد 1948ء میں اس جماعت کی تشکیل نو ہوئی اور ''انڈین یونین مسلم لیگ'' (IUML) کے نام سے سرگرم ہوئی، اس کے مقاصد میں جہاں مسلمانوں کی دینی وسیاسی رہنمائی ہے، وہیں یہ ملک کی سا لمیت و اتحاد اور خاص کر ملک کی دیگر اقلیتوں کی فلاح وبہبود بھی شامل ہے، اس مقصد کے تحت یہ جماعت بین المذاہب مکالمے کا انعقاد اور سیمینار کا انعقاد کرتی ہے۔

اس کی بین المذاہب سرگرمیوں میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ تمام ہندوستانی مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ انہیں اپنے مذاہب کو صحیح طور پر سمجھنا

چاہیے اورتمام مذاہب کے درمیان پیار، محبت اور پیار پھیلانا چاہیے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں روحانی ورثہ کو برقرار رکھنے اور تنوع میں اتحاد، بقائے باہمی، افہام وتفہیم، بھائی چارہ اور انسانیت کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب مختلف ہونے کے باوجود ایک ساتھ سفر کرنا چاہیے۔

ہندو مسلم اتحاد وہم آہنگی اور ان کے مابین بھائی چارے کو فروغ دینے کے لیے تمام ریاستی دارالحکومتوں میں "The Journey of Harmony India" پروگرام قابل ذکر بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔

اتر پردیش انڈین یونین مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری ایڈووکیٹ محمد اویس نے ایک موقع پر کہا تھا:

''انڈین یونین مسلم لیگ کو قائم کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ملک میں سبھی مذاہب کے لوگوں کو ساتھ میں رکھ کر مسائل کا حل نکالا جائے، تا کہ ملک میں اتحاد قائم رکھنے کے ساتھ ہی آپسی اختلافات کو ختم کیا جا سکے۔''

رضا اکیڈمی:

1978ء میں قائم ہوئی رضا اکیڈمی ایک سنی اسلامی تنظیم ہے، جو بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھی ہے۔ تنظیم بنیادی طور پر اسلامی کتابوں کی اشاعت وترویج کا کام کرتی ہے، لیکن اپنی فلاحی ورفاہی خدمات کی وجہ سے بھی رضا اکیڈمی متعارف ہے۔

رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری نے ایک موقع پر کہا تھا:

''یہ ہمارا وطن ہے، ہمارے ملک میں فتنہ وفساد ہو ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے ہیں، لوگ سیاسی مفادات کی خاطر بھارت کے گنگا جمنی تہذیب اور بھائی چارہ کو نفرت

کے جہنم میں جھونک دینے کے فراق میں ہیں، وہ ہوش کے ناخن لیں، اب ملک کا نوجوان پڑھا لکھا ہو گیا ہے، وہ راج نیتاؤں کے زہریلے بیانات بخوبی سمجھ رہا ہے، آج کی نئی نسل بھارت کو دنیا کے نقشے میں سب سے اونچے پائیدان پر لے جانے کی جدو جہد میں ہے اور یہ تب ہوگا جب ملک میں پیار کی گنگا اور محبت کی جمنا بہتی رہے گی۔''

2021ء کو کن سیلاب متاثرین کی باز آبادکاری اور راحت رسانی میں رضا اکیڈمی نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔

آل انڈیا علماء بورڈ:

اس بورڈ کی تاسیس 1989ء میں ہوئی تھی، یہ ایک بین المسالک تنظیم ہے جس کا مقصد سماج کے سبھی مسالک کے لوگوں کو یکجا کرنا اور ملک میں امن و امان کی صورت حال بنائے رکھنا ہے۔

بورڈ نے ہندو مسلم اتحاد کے سلسلہ میں کافی کوششیں کی ہیں، ملک میں قومی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لیے عید ملن کے پروگرام منعقد کیے، اب تک اس نے تقریباً 73 پروگرام کا انعقاد کیا جس میں مختلف مسالک کے ساتھ غیر مسلموں کو بھی شریک کیا گیا اور ان پروگراموں کے ذریعہ اتحاد کا پیغام پیش کیا گیا، یہ بورڈ اپنی دیگر مسلکی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اتحادی کوششوں کے لیے بھی مشہور ہے۔

اس کے مختلف پروگراموں میں ''قومی اقلیتی کانفرنس برائے امن و انصاف'' (2021ء) کی صدا ملک کے وسیع حصہ میں سنی گئی ،علماء و دانشوروں کے علاوہ دیگر مذاہب کی بھی خاصی نمائندگی تھی۔ اس موقع پر بورڈ کی طرف سے اپیل کی گئی کہ ہم ایسی تمام کوششوں اور کاوشوں کا حصہ بنیں جو ملک میں امن و امان اور ترقی و بہبود کے لیے

چلائی جارہی ہیں، ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ملک میں کوئی بھوکا نہ سوئے، کسی ضرورت مند کا استحصال نہ ہواور ہم سب امن کے پیغمبر بن کر رہیں۔

آل انڈیا ملی کونسل:

1992ء میں جب ملک کی حالت انتہائی نازک تھی، فرقہ وارانہ فسادات سے ملک جوجھ رہا تھا، پورا ملک خوف وہراس کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں فقیہ الامت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے ملک کی نمائندہ شخصیات کے ساتھ مل کر مسائل کے حل کی غرض سے ''آل انڈیا ملی کونسل'' کی تشکیل کی۔

ملی کونسل کا بنیادی مقصد ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرنا اور زندگی کے مختلف محاذ پر اسے قائدانہ کردار کے لیے تیار کرنا ہے، لیکن اصحاب علم ودانش اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دین وملت کی خدمت اور اس کے لیے فکرمندی اس وقت تک مفید وکارآمد نہیں ہوسکتی جب تک ملک کے اکثریتی طبقہ کے ذہنوں کو صاف اور شبہات سے پاک نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی تمام مذہبی اکائیوں اور فرقوں کے درمیان جذبہ خیرسگالی، آپسی بھائی چارہ، نیز ملک میں امن و امان کو پروان چڑھانے کے لیے کوششیں کرنا بھی ملی کونسل کے مقاصد میں شامل ہے۔

چنانچہ ملی کونسل کے اغراض ومقاصد میں یہ درج ہے:

''ملک کے بڑھتے ہوئے فسطائی اور فرقہ وارانہ منافرت اور تشدد کے رجحانات کے مقابلہ کے لیے رائے عامہ کو بیدار کرنا، ہندوستان کی تمام مذہبی وتہذیبی اکائیوں اور فرقوں کے درمیان خیر سگالی اور برادرانہ تعلقات کو مستحکم کرنے کی کوشش کرنا اور ان کے اندر باہمی اعتماد کی فضا پیدا کرنا اور ہندوستان کے تمام شہریوں بالخصوص اقلیتوں اور

مظلوم طبقات کی جان و مال، عزت و آبرو اور تہذیب و تمدن کے تحفظ کی کوشش کرنا۔''

چنانچہ ملی کونسل کے بینر تلے ابتدا ہی سے بلا لحاظ مذہب وملت غریب اور ضرورت مندوں کی امداد، ان کی کفالت اور دیگر رفاہی خدمات انجام دی جا رہی ہیں، اس کے علاوہ سرکار کی جانب سے ملنے والی سہولیات و دیگر اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ناداروں اور غریبوں کی مدد کرنا اور ان کے ضروری کاغذات تیار کروانا ملی کونسل کی اہم خدمات ہیں۔

صفا بیت المال:

حیدرآباد میں واقع ملک کا یہ معروف مثالی رفاہی وفلاحی ادارہ ہے جو گذشتہ تیرہ سالوں (2010ء) سے انسانیت کی بنیاد پر خدمتِ خلق کا فریضہ انجام دے رہا ہے، شہر میں اس کے بیس سے زائد متحرک شعبہ جات اور متعدد ریاستوں میں پچاس سے زائد شاخیں قائم ہیں۔ اس کے علاوہ بیسیوں مقامات پر مختلف تنظیمیں اس کی رہنمائی میں خدمت خلق میں مصروف ہیں۔

ملت کے بہی خواہوں کے بھرپور تعاون سے ''صفا بیت المال'' کی رفاہی سرگرمیاں قابل تحسین وقابل تقلید ہیں۔

یہ ادارہ پسماندہ علاقوں میں مقیم افراد کی غربت اور ان کی پسماندگی کا پتہ لگا کر انھیں امداد بہم پہنچاتا ہے۔

اس کے ذریعہ سینکڑوں بیواؤں کے ماہانہ وظائف بھی جاری ہیں، ایک ہی گھر میں موجود دو یا دو سے زائد معذوروں کی کفالت بھی اس نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

'صفا ہیلتھ کیئر سنٹرز' کے تحت ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم مفت خدمات انجام دیتا ہے،

روزانہ سینکڑوں بیماروں کا مفت علاج ہوتا ہے اور دوائیں بھی مفت دی جاتی ہیں۔

شہر حیدرآباد کے عثمانیہ اسپتال اور چار مینار اسپتال میں مسلسل ٹھنڈا اور صاف پانی بیماروں اور مسافروں کو پلایا جاتا ہے اور اس خدمت کے لیے صفا بیت المال نے ان دونوں اسپتالوں میں واٹر پلانٹ بھی نصب کر رکھا ہے۔ صفا بیت المال نے بوقت ضرورت بیماروں کو خون فراہم کرنے کے لیے صفا بلڈ ڈونیشن سروس بھی قائم کی ہے، نیز غریب بیماروں کے لیے درکار طبی اشیاء واکر، وہیل چیر، ایر بیڈ وغیرہ بھی ہمیشہ اس ادارہ سے دستیاب رہتے ہیں۔

بے روزگار افراد کو روزگار فراہم کرنے کے لیے صفا روزگار فراہمی شعبہ بھی قائم ہے۔ موسم سرما میں فٹ پاتھوں اور ریلوے اسٹیشنوں وغیرہ کے پاس سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے لوگوں کو بلالحاظ مذہب وملت کمبل کی تقسیم بھی ہر سال کی جاتی ہے۔

صفا بیت المال عام معنی میں صرف ایک ادارہ نہیں، بلکہ ایک ملک گیر رفاہی تحریک ہے۔ خدا جانے کتنے مجبوروں، بیواؤں، یتیموں، ناداروں، کسمپرسوں، غریبوں اور ستم رسیدوں کے لیے یہ ایک سہارا اور آسرا بن گیا ہے۔

مسلم راشٹریہ منچ:

یہ تنظیم اپنے مخصوص نظریات اور مخصوص پس منظر کے ساتھ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کی دوریوں کو ختم کرنے کے لیے کوشاں ہے، یہ اپنے افکار ونظریات میں ہندو قوم پرست راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) سے متاثر ہے۔ 2002ء میں اس وقت آر ایس ایس سربراہ کے ایس سدرشن کی موجودگی میں مسلم کمیونٹی کے ساتھ بات چیت بڑھانے کے لیے اسے تشکیل دیا گیا تھا۔ اس تنظیم نے بیس سال میں ملک کے

طول وعرض کے متعدد دورے کیے اور خاص کر مسلم اکثریتی علاقوں میں اپنے خیمے نصب کیے۔

چونکہ یہ تنظیم ہندومسلم خلیج کو پاٹنے کی بات کرتی ہے اس لیے سادہ لوح اور اسے اسلامی تعلیمات سے واقفیت نہ رکھنے والے ایک مستحسن قدم شمار کرتے ہیں اور اس کی کوششوں کو سراہتے ہیں، حالانکہ اس کے اتحاد کی بنیاد مشترکہ روایات و انسانی اقدار کے بجائے اسلامی تعلیمات سے دست برداری اور ملک کے قومی دھارے میں ضم ہونے کی ہے۔

ہندومسلم اتحاد کے نام پر اس تنظیم کی سرگرمیوں کو میڈیا میں کافی کوریج بھی ملتا ہے اور اس کے پروگرام وسائل کی فراوانی کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ تنظیم دیومالائی تہذیب کو بڑھاوا دینے اور ہندوتوا نظریات کے فروغ کے لیے کام کرتی ہے، اس لیے ظاہری طور پر اگرچہ اس کا دائرہ کار فلاح انسانیت و پیام انسانیت ہے، لیکن حقیقت میں مسلم قوم کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔

آل انڈیا پیام انسانیت فورم:

ملک کی جتنی بھی تحریکیں، انجمنیں، جماعتیں اور ادارے خدمت خلق میں سرگرم ہیں ان کے بنیادی مقاصد امت مسلمہ کی دینی، ملی وسیاسی رہنمائی ہے، پیام انسانیت کا کام ضمنی طور پر شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ سرگرمیاں ثانوی درجہ میں دکھائی دیتی ہیں، لیکن پیام انسانیت فورم وہ واحد تحریک ہے جو اسی مقصد کے لیے بپا کی گئی ہے اور اس کا دائرہ کار تعمیر افکار اور رفاہی خدمات دونوں پر محیط ہے، یہ ایک آئیڈیل تحریک ہے جس کے نمائندے ملک کے تقریباً سبھی چھوٹے بڑے شہروں میں متحرک ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے دسمبر ۱۹۷۴ء کو پیام انسانیت کی تحریک شروع کی تھی، اس تحریک کے مخاطب بلاتفریق مذہب وملت ملک کے تمام باشندے تھے، اس کا موضوع انسانیت اور اخلاق تھا، اس کا مقصد ملک کے رہنے والوں میں زندگی کا سلیقہ اور شہریت کا احساس پیدا کرنا تھا۔

مولاناؒ نے ایک خطاب میں فرمایا تھا:

''اغراض وتعصّبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہو کر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے اور جن کو نظر انداز کرکے ہمارا یہ پورا تمدن اور انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرے سے دوچار ہے اور موت وزیست کی کشمکش میں گرفتار ہے۔ یہ حقیقت اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھی اور ان کے لیے سخت جدوجہد کی تھی، یہ حقیقتیں ابھی زندہ ہیں، لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خودغرضیوں نے گرد وغبار کا ایسا طوفان کھڑا کر دیا ہے کہ یہ روشن حقیقتیں ان کے اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں، لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج ومعطل نہیں ہوا ہے اور پوری بے غرضی، پورے یقین اور خلوص کے ساتھ ان حقیقتوں کو عام فہم اور دل نشین انداز میں بیان کیا جائے تو انسانی ضمیر وذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرم جوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوا ہے۔''

اس مختصر اور جامع اقتباس سے تحریک کی اہمیت وافادیت اور اس کی معنویت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ اس تحریک نے پورے ملک کی فضا پر گہرا اثر ڈالا، خاص طور پر فساد زدہ علاقوں میں جہاں ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہو رہا

تھا اور نفرت اور گروہ بندی کی آگ لگی ہوئی تھی، ایسے علاقوں میں بھی اس کے کامیاب جلسے ہوئے اور بعض بعض جگہ تو یکسر فضا ہی بدل گئی۔

تحریک کی اس افادیت کے پیش نظر مولانا کی شروع سے یہی رائے رہی اور اس پر عمل بھی ہوتا رہا کہ اس کے لیے کوئی لگا بندھا نظام نہ جاری کیا جائے، بلکہ جہاں جیسی ضرورت پیش آئے اس کے مطابق اس سے کام لیا جائے، اس کے لیے شروع ہی سے عوامی رابطہ کی مہم بھی چلائی گئی، بڑی بڑی کانفرنسیں بھی کی گئیں، خطوط کے ذریعہ سے بھی لوگوں کو متوجہ کیا گیا، ملک کے مختلف حصوں کے دورے بھی کیے گئے، ملک کی اہم علمی، ادبی، سماجی وسیاسی شخصیات سے ملاقاتیں کر کے ان کو بھی توجہ دلائی گئی اور خاص طور پر اس موضوع سے متعلق بڑا لٹریچر تیار کیا گیا جو تقریباً تمام تر مولانا ہی کے مضامین اور تقریروں پر مشتمل تھا، اس کی مختلف زبانوں میں بڑے پیمانہ پر اشاعت کی گئی۔ مولانا کے مضامین میں ادبی چاشنی کے ساتھ درددل اور خون جگر کی جو آمیزش ہے اس سے ان کی تاثیر دوآتشہ ہوجاتی ہے، اس لٹریچر نے ملک کی سرکردہ شخصیات اور قائدین کو بھی متوجہ کیا اور وہ بھی کچھ سوچنے پر مجبور ہوئے۔

ملک کے سابق وزیر اعظم مسٹر وی پی سنگھ نے خود مولانا کے سامنے اپنے بڑے تاثر کا اظہار کیا اور کہا کہ ''جب میں کوئی بڑی اسپیچ (Speach) دینے جاتا ہوں تو آپ کی کوئی تقریر پڑھ لیتا ہوں، اس سے میرے اندر طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔'' اپنی متعدد تقریروں میں انہوں نے مولانا کی بعض تقریروں کے حوالے بھی دیے۔

آخر میں مولانا نے محسوس کیا کہ ملک کے پڑھے لکھے لوگوں کو اور ان لوگوں کو جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور ہے اور وہ اثر انداز ہوتے ہیں، ان کو خاص طور سے متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لیے مختلف بڑے شہروں میں باہمی تفاہم اور تبادلۂ

خیال کے لیے بڑے بڑے پروگرام کیے گئے۔ڈائیلاگ (Dialogue) کے عنوان سے یہ پروگرام دہلی، پونہ، ناگپور میں کیے گئے اوراس میں ملک کا کریم (Cream) طبقہ شریک ہوا۔مولانا کے اس کام اور پیغام سے وہ لوگ ناآشنا نہیں رہے تھے،مگران جلسوں سے ان کے دل ودماغ پراثر پڑااور کچھ سوچنے سمجھنے اور کرنے کاان میں جذبہ پیدا ہوا۔

ملک کے چوٹی کے قائدین، وزرائے اعظم، وزرائے اعلیٰ اور اعلیٰ حکام سے ملاقاتوں میں بھی مولانا نے ان کے سامنے یہ حقائق بیان کیے اور ان کے سامنے اپنی تقریروں میں دوٹوک انداز میں ان کی ذمہ داریاں یاددلائیں اور مکاتیب کے ذریعہ سے بھی ان کومتوجہ کیا۔

مولانا علی میاںؒ کے زمانہ میں یہ تحریک ذہن سازی اور ماحول سازی تک محدود تھی، یہ تحریک کا آغاز تھااورلوگوں میں اس کی طلب شدت سے محسوس کی جارہی تھی، ملک کے طول وعرض میں اس تحریک نے ایک ہلچل پیدا کردی تھی،لوگوں کوسوچنے کے زوایہ میں تبدیلی آئی اور بہت سے ایسے اصحابِ دردسامنے آئے جوملک کی بدامنی واخلاقی زوال پرفکرمند تھے،لیکن کھل کر کچھ کہنے اور کچھ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے، اس تحریک نے ان کے دلوں کواوران کے بازؤوں کومضبوط کیااور پھر پورے جوش کے ساتھ وہ میدان میں آئے اور کھلے بندوں ملک کی اخلاقی وسیاسی گراوٹ پراصلاحی تنقید کی۔

تحریک پیام انسانیت کی ضرورت کااحساس ہرخاص وعام کو ہے،لیکن ذہن ودماغ میں تحریک کی افادیت واہمیت کاواضح ہوجانا ہی کافی نہیں، بلکہ بدلتے ہوئے حالات اورزمانہ کے تقاضوں کے مطابق استعداداورامکانات کی حدتک تحریک کوآگے بڑھانے اوراس کے دائرہ کووسیع کرنے کی ضرورت تھی، چنانچہ مولانا علی میاںؒ کی وفات کے بعدمولاناسیدعبداللہ حسنی ندویؒ نے اس کاروان انسانیت کی حدی خوانی کی ذمہ داری

سنبھالی اور اس کام میں مزید وسعت وتنوع پیدا کیا، ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں کے دورے کیے، حالات کا جائزہ لیا، جگہ جگہ افراد تیار کیے اور تحریک کے دائرہ کار میں رفاہی وفلاحی کاموں کو بھی شامل کیا۔

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ نے کام کی زمام کو ہاتھ میں لیتے ہی دو اہم پہلوؤں کی طرف توجہ دی، ایک رفاہی کاموں کو پیام انسانیت کے دائرہ کار میں شامل کیا اور دوسرے خطابات میں ان موضوعات کو بھی اختیار کیا گیا جو سماج کا ناسور بنتے جا رہے تھے، اس کے لیے انھوں نے صوفی سنتوں، رشی منیوں، اچاریوں اور پادریوں کو بھی دعوت دی، ان کو ان کے مٹھوں سے نکلنے پر آمادہ کیا اور ایسا اسٹیج تیار کیا جہاں سے ان غیر مسلم مذہبی رہنماؤں نے بھی انسانیت کا پیغام دیا۔ مولانا نے اس مشن میں ان لوگوں کو خاص کر شامل کیا جنہوں نے اسلام کی تعلیمات اور انسانیت کے فلاح وبہود کی باتوں کا کھل کر اعتراف کیا تھا، اس سلسلہ میں سب سے بڑی کامیابی ''اچاریہ سوامی شنکر جی'' کے ذریعہ حاصل ہوئی جنہوں نے پہلے قرآن مجید اور اسلام کے خلاف ''اسلامک آتنک واد کا اتہاس'' نام سے کتاب لکھی تھی، لیکن جب قرآن کا مطالعہ یکسو ہوکر اور تعصب کی عینک اتار کر کیا تو وہ اسلام کے داعی بن گئے اور اس کے دفاع میں ''اسلام آتنک یا آدرش'' نام سے کتاب لکھی۔ سوامی شنکر اچاریہ جی برابر مولانا کے ساتھ رہے اور اخبار کے ایک انٹرویو میں انہوں نے یہ بات واضح کی کہ ہمیں مولانا سید عبداللہ حسنی کی سرپرستی سے سب سے زیادہ فائدہ پہنچا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ سوامی شنکر اچاریہ جی اور مولانا سید عبداللہ حسنی کی بات ہی پورے جلسہ پیام انسانیت کی جان اور روح ہوتی۔

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ نے ایک تقریر میں فرمایا تھا:

''انسانیت کے لیے بے لوث محبت رکھیے، آج انسانیت مر رہی ہے، انسانیت بہت دکھی ہے، اس کے لیے دردمندی پیدا کیجیے، اس کے تئیں احترام کا جذبہ رکھیے، اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں، مگر یاد رکھیں کہ کسی کا ایمان نہ ہو، ظلم مت کیجیے، ظالم مت بنئے، اوپر والا ظلم کو بالکل پسند نہیں کرتا ہے، زمین میں قتل وغارت گری کرنا، فساد برپا کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ مذہب اچھائی کا راستہ دکھاتا ہے، اچھائی اور نیکی کے راستے کو اپنائیے، ملک اور ماحول از خود سدھرے گا۔ انسانیت کی بقا اور ترقی کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہیے، ایک دوسرے کا احترام کیجیے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب کے سبب جھگڑے ہوتے ہیں، بالکل نہیں! مذاہب تو اچھائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اگر ہندو ایک دوسرے کی عبادت گاہ توڑتے ہیں اور مسلمان آپس میں اختلافات رکھتے ہیں تو یہ دین نہیں سکھاتا، ان برے اعمال کی وجہ سے دین کو برا نہیں کہا جا سکتا۔''

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ کی فکرمندی وسعی پیہم کے نتیجہ میں پیام انسانیت کا کام بیرون ممالک بھی شروع ہوا، چنانچہ مولانا نے جب جنوبی افریقہ کا اور پھر سعودی عرب کا سفر کیا تو وہاں پر اس کی اہمیت وضرورت کے ساتھ اس کا تعارف کرایا اور عملی شکلیں ترتیب دیں جن کے مطابق بعد میں کام شروع ہوا، اسی طرح بنگلہ دیش میں بھی آپ کے متعلقین وتربیت یافتگان کے ذریعہ اس کی داغ بیل پڑی، بڑی تعداد میں پیام انسانیت کے لٹریچر ان ملکوں میں پہنچے اور لوگوں کی طرف سے مثبت ردعمل کا اظہار رہا۔

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ کی وفات کے بعد مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی نے اس عظیم ذمہ داری کو سنبھالا، اپنی دیگر علمی ودعوتی مشغولیات پر اس ذمہ داری کو ترجیح

دی اور اپنی تحریر وتقریر کا خاص موضوع پیام انسانیت کو ہی بنایا۔ انھوں نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر اور مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ کے منصوبوں کے مطابق اس کاروان کو آگے بڑھانا شروع کیا، ملک کے چھوٹے بڑے پچاسوں علاقوں کے دورے کیے، جگہ جگہ افراد سازی کا کام کیا اور انسانی خدمات کے لیے ان کو یکسو کیا، آج مولانا کے ساتھ ایک فعال ٹیم سرگرم عمل ہے جس میں ایسے نوجوان بھی شامل ہیں جو دینی علم وفکر کے ساتھ عصری علوم اور ہندی وانگریزی کے علاوہ دیگر علاقائی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔

مولانا بلال حسنی ندوی کی انتھک محنت، شب وروز کی سعی پیہم اور انسانیت کے لیے فکرمندی کے نتیجہ میں آج ملک کے ایک وسیع خطہ تک انسانیت کی صدا پہنچ چکی ہے، شاید ہی کوئی بڑا شہر یا مشہور علاقہ ایسا ہو جہاں پیام انسانیت کی بازگشت نہ سنی جاتی ہو۔

تحریک پیام انسانیت کی مقبولیت، کام کی وسعت اور لوگوں کے رجوع عام کو دیکھتے ہوئے مولانا نے انتظامی طور پر مختلف اقدامات بھی کیے، سب سے پہلے کام کو ازسرنو مرتب کیا، اس کے دائرہ کار اور طریقۂ کار کا تعین کیا، اس کے علاوہ ملک کے صوبوں کو مختلف زون میں اور بڑے شہروں، ضلعوں اور قصبوں کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیا، ان کے نگراں وذمہ دار متعین کیے اور پھر سرگرمیوں کو براہ راست مرکزی دفتر سے مربوط کردیا۔ اب پورے ملک میں پیام انسانیت کے عنوان سے جو بھی سرگرمیاں ہوتی ہیں عام طور پر براہ راست مولانا کے مشورے اور ان کی نگرانی میں ہوتی ہیں، نیز اہم موقعوں پر جو سرگرمیاں انجام دی جاتی ہیں وہ ہر جگہ تقریباً یکساں ہوتی ہیں، اس طرح پورے ملک میں ایک ہی پیغام پوری طاقت کے ساتھ پہنچتا ہے۔

اس نظام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کام کی ضرورت وتقاضے اور طریقہ کار کا مستقل جائزہ لیا جاتا ہے، ہر ماہ حلقہ واری میٹنگ، ہر تین ماہ پر زون کا اجلاس اور سال میں ایک بار پورے ملک کا اجتماع منعقد ہوتا ہے، اس اجتماع میں سارے نمائندے وکارکنان شریک ہوتے ہیں، کارگذاریاں پیش کی جاتی ہیں، تجربات بیان کیے جاتے ہیں، نئے نئے چیلنجز پر مذاکرہ ہوتا ہے، مشورے ہوتے ہیں اور پھر اگلے سال کے لیے لائحہ عمل طے کیا جاتا ہے۔

یہ تحریک اس طور پر بھی ممتاز ہے کہ اس کے لیے نہ کوئی عمومی چندہ ہوتا ہے، نہ کوئی فنڈنگ ہوتی ہے اور نہ کسی طرح کا سرکاری تعاون لیا جاتا ہے، کارکنان اپنی حیثیت کے مطابق اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس میں مالیات کا کوئی شعبہ نہیں ہے۔

اس تحریک کی سرگرمیوں کو سمجھنے کے لیے اس کے دائرہ کار کے جلی عناوین ملاحظہ ہوں:

(۱) لٹریچر کی تقسیم
(۲) کارنر میٹنگ
(۳) ڈائیلاگ
(۴) اجلاس عام
(۵) اسکولوں میں پروگرام
(۶) مقابلہ مضمون نگاری
(۷) تقریری مقابلے
(۸) کیریئر گائڈینس
(۹) اسپتالوں میں ملاقاتیں
(۱۰) میڈیکل کیمپ
(۱۱) اولڈ ایج ہوم کا قیام
(۱۲) غرباء ومحتاجوں کی امداد
(۱۳) پسماندہ علاقہ کی کفالت
(۱۴) لاوارث بچوں کی کفالت
(۱۵) جیلوں میں پروگرام

پیام انسانیت کی افادیت وضرورت اور اس کے وسیع اثرات کا احساس اب سب کو ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے جن حالات میں یہ کام شروع کیا تھا اس وقت بہت سے ذہنوں کے لیے اس کو قبول کرنا مشکل ہو رہا تھا، مگر آج اس کے عمومی اثرات کا نہ صرف اعتراف کیا جارہا ہے، بلکہ مختلف تحریکات وتنظیمیں اس کے طریقہ کار کو اختیار کر رہی ہیں اور اسے ایک رول ماڈل کی حیثیت سے دیکھ رہی ہیں۔

چند ضروری ہدایات

پیام انسانیت کا کام جتنا ضروری ہے اتنا ہی نازک وحساس بھی ہے، اس لیے وابستہ افراد کو چند بنیادی امور کا خیال رکھنا ضروری ہے، تا کہ کوششیں وسیع ومثبت ثابت ہوسکیں۔

☆ پیام انسانیت کا کام سیاسی نظریات وطبقاتی بندشوں سے آزاد ہے، اس کی بنیاد خالص انسانی اقدار ہیں، اس لیے اسلام کا تعارف قول کے بجائے عمل سے کرایا جائے۔

☆ ذمہ داران وکارکنان کے لیے ضروری ہے کہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اپنی اصلاح وتربیت کے لیے فکر مند رہیں، نامساعد حالات میں صبر واستقامت کے ساتھ اتحاد پر قائم رہیں

☆ انفرادی خدمت کے بجائے اجتماعی خدمات کو ترجیح دی جائے۔

☆ پیام انسانیت کے دائرہ میں مذہبی سرگرمیاں قطعاً شامل نہیں ہیں، چنانچہ کسی بھی طرح کے مذہبی تعاون سے گریز لازمی ہے، ہولی ملن، عید ملن، کانوڑیوں کی خدمت وضیافت وغیرہ اسلامی روح کے بالکل منافی ہیں۔

☆ خدمت خلق کا کام مستقل مزاجی، ہمت ودل جوئی اور اجتماعی نظم کا متقاضی ہے۔

☆ پیام انسانیت کے ذمہ داران وکارکنان سیاسی سرگرمیوں اور معاشرہ کے

مشکوک افراد کی مجلسوں سے دور رہیں۔

☆ مجبور ومحتاج لوگوں کی کی عزت وتوقیر کریں، ان سے ترشی وبدکلامی یا حقارت سے پیش نہ آئیں، تصویر سازی اور ویڈیو گرافی میں ان کے ناموس کا خیال رکھیں۔

☆ مصیبت زدہ خواتین میں تربیت یافتہ خواتین ہی کام کریں، مردوں کو ان سے اختلاط سے پرہیز کرنا چاہیے۔

☆ وقتی طور پر مسلم وغیر مسلم رفاہی اداروں سے تعاون لیا جا سکتا ہے، لیکن ایسی مشنریز سے چوکنا رہنے کی سخت ضرورت ہے جو مسلم صفوں میں گھس کر ان کے درمیان انتشار پیدا کرتی ہیں۔

☆ دیگر رفاہی اداروں اور پیام انسانیت کی رفاہی سرگرمیوں میں اغراض ومقاصد کا بنیادی فرق ہے، اس لیے کسی بھی ادارہ سے مستقل وابستگی مناسب نہیں ہے۔

☆ سرکاری نمائندوں، علاقہ کے ذمہ داروں اور معاشرہ کے بااثر افراد سے تال میل بنایا جائے، تاکہ ان کی طرف سے کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

☆ مالیات کا نظام بالکل صاف شفاف رکھیں اور عمومی چندہ سے مکمل پرہیز کریں۔

ہندستان میں پیام انسانیت پر لکھی جانے والی چند کتابیں

مفتی سیف اللہ قاسمی رائچوٹی
استاذِ حدیث وفقہ وافتاء، معہد العلوم الاسلامیہ پلمنیر/ضلع چتور آندھرا پردیش

تمہید:

ہر صدی اور ہر دور کے علمائے کرام اور ائمۂ عظام نے تحریر وتقریر، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد کے ذریعہ دینِ اسلام کے چراغ کو روشن کر رکھا ہے، امتِ مسلمہ میں دینِ اسلام کی سیرابی کی ہے اور انسانیت کی تشنگی دور کی ہے۔

ہمارا ملک ہندوستان ہی نہیں، پوری دنیا کے انسانوں کے لئے یہ بات شرف وافتخار کی ہے کہ اسلام جیسا مذہب ان کے ماحول اور معاشرہ میں موجود ہے جس کا دامن ان کے لئے بھلائی، خیر خواہی، پاس ولحاظ، امن وآشتی، حفاظت وسلامتی، ترقی وخوشحالی، عزت واحترم اور خوش نصیبی وحسنِ انجام کے گلدستۂ پیغام سے بھرا ہوا ہے، اسلام کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ انسانیت کو ان حقائق اور انعامات سے روشناس کرائیں، جو اسلام نے ان پر نچھاور کئے ہیں اور جس کی تبلیغ کا سبق اپنے نام لیواؤں کو پڑھایا ہے اور جس پر عمل درآمد نے ماضی میں بیش قیمت نتائج کا خوشنما منظر وقت کے انسانوں کو دکھلایا ہے اور یہی اسلام کی وہ منفرد قوت ہے جس نے وقت وقت پر اس کو ابھارا اور پہلے سے زیادہ تیز تر اور وسیع تر بنایا ہے۔

موجودہ دور میں جہاں ہر طرف سے فتنوں کی یورش ہے، آزمائشوں اور امتحانوں کا سامنا ہوتا ہے علمائے کرام اپنی خدمات کی بجا آوری میں مصروف ہیں، ہر فتنے کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعہ اس کے سدِ باب کی کوشش میں مصروفِ کار ہیں۔

اب میں ہندوستان میں پیامِ انسانیت پر لکھی جانے والی کتابوں سے متعلق اپنی بساط کی حد تک اس بابت جو کچھ مواد جمع کیا ہے، وہ سطورِ ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

ا۔ پیامِ انسانیت

نامِ کتاب :	پیام انسایت
وعظ :	مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ
مرتب :	عبدالہادی اعظمی ندوی
صفحات :	۸۸
باہتمام :	محمد غیاث الدین ندوی
طباعت:	مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ

پبلک جلسوں کی پانچ تقریریں ہیں، جن میں زندگی کے مسائل پر نئے طرز سے سوچنے اور نئے طریقے پر کوشش کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

اس مجموعہ کے پیشِ لفظ میں حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی زید مجدہ نے فرمایا:
اس مجموعہ میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ — المتوفی ۲۳ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء — کی وہ پانچ تقریریں شامل ہیں، جو انہوں نے جنوری

۱۹۵۴ء میں پانچ شہروں کے پانچ بڑے بڑے جلسوں میں کیں، جن میں مسلم وغیر مسلم اصحاب اور ہر جماعت اور عقیدے کے لوگ بڑی تعداد میں شریک تھے۔

پانچ تقریروں کے عناوین ذیل میں درج ہیں:

(۱) خرابی کی جڑ یہ ہے کہ برائی اور پاپ کی خواہش پیدا ہوگئی ہے۔

(۲) آج دنیا پر خودغرضی اور بد اخلاقی کا مانسُون چھایا ہوا ہے اُسے چادروں سے روکا نہیں جاسکتا۔

(۳) انسان خود پرست بھی ہے خود فراموش بھی۔

(۴) دنیا کی موجودہ کشمکش یہ نہیں ہے کہ برائی دور ہو، بلکہ یہ ہے کہ برائی ہماری نگرانی اور انتظام میں ہو۔

(۵) اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں اور ان کی باہر تلاش ہے۔

ان میں سے ہر تقریر بالخصوص ''انسان خود پرست بھی ہے خود فراموش بھی'' نہایت دلچسپی اور توجہ سے پڑھنی چاہئے۔

۲) مقامِ انسانیت

نامِ کتاب : مقامِ انسانیت

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

مرتب : عبدالہادی اعظمی ندوی

صفحات : ۷۲

باہتمام : محمد غفران ندوی

طباعت: ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳ء، مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ

یہ کتاب جو بہتّر ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے، مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ — المتوفی ۲۳؍ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍ دسمبر ۱۹۹۹ء — کی مخلوط اجتماعات میں کی گئی پانچ اہم تقریروں کی مجموعہ ہے۔

۱۹۵۴ء — ۱۹۵۵ء میں لکھنؤ کی جماعتِ دعوت واصلاح اپنے معمول کے مطابق مختلف شہروں میں ایسے جلسے منعقد کرتی تھی جس میں مختلف مذاہب وخیالات کے لوگ اور ہندومسلم عیسائی بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے، اس سلسلہ کی پانچ تقریروں کا مجموعہ ''مقامِ انسانیت'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

پانچ تقریروں کی اجمالی فہرست ایک نظر میں:

(۱) زندگی میں فرد کی اہمیت، ہمارے اصلاحی کاموں کا ایک بڑا اخلاء۔

(یہ تقریر ۲۱؍فروری ۱۹۵۵ء کو جون پور ٹاؤن ہال میں ہندومسلمانوں کے ایک مخلوط اجتماع میں کی گئی)

(۲) ایک مقدس وقف اور اس کا متولی۔

(یہ بنتھرا روڈ کے ایک مخلوط اجتماع میں کی گئی ایک اہم تقریر ہے جس میں ہندومسلم حضرات کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی)

(۳) موجودہ تہذیب کی ناکامی، ذرائع ومقاصد کا عدمِ توازن۔

(۲۴؍فروری ۱۹۵۵ء ساڑھے سات بجے شب میں بنارس کے وکٹوریہ پارک میں مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے ایک جلسۂ عام کو خطاب کیا ہے)

(۴) ملک کی حقیقی آزادی۔

(۲۲رفروری ۱۹۵۵ء کومرکز دعوتِ اصلاح وتبلیغ کے زیرِ اہتمام ایک جلسہؑ عام امین الدولۃ پارک امین آباد لکھنؤ میں۔ جو اہم جلسوں کے لئے سب سے بڑی جگہ تھی۔ منعقد ہوا، جس میں ہر مذہب وخیال کے لوگوں نے ۷-۶ ہزار کی تعداد میں شرکت کی، اس میں حضرت نے یہ تقریر کی۔

(۵) نفس پرستی یا خدا پرستی۔

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وہ تقریر ہے جو دعوتِ اصلاح وتبلیغ کے زیرِ اہتمام ۲۸رنومبر ۱۹۵۴ء کی شب میں امین الدولۃ پارک — جو اہم جلسوں کے لئے سب سے بڑی جگہ تھی — میں ہوئی تھی، اس اجتماع میں ہر مذہب وخیال کے لوگ موجود تھے بڑی تعداد میں غیر مسلم بھی شریک تھے۔

ان تمام تقریروں کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ تقریروں کا اختتام ایسے مضمون پر ہوتا ہے جس سے آسمانی ہدایت کی ضرورت، نبوت کی قدر ومنزلت اور اسلام کی جستجو اور تلاش کا جذبہ پیدا ہو۔

۳) تعمیرِ انسانیت

نامِ کتاب : تعمیر انسانیت

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

مرتب : عبدالہادی اعظمی ندوی

صفحات : ۱۶۸

باہتمام : محمد نفیس خان ندوی

طباعت:	۱۴۳۵ھ ۲۰۱۳ء، سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی یوپی
مخلوط اجتماعات میں کی گئی تقریروں کا مجموعہ ہے۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی حسنیؒ۔ المتوفی ۲۳؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء – کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو پیامِ انسانیت کے نام سے باقاعدہ تحریک شروع کرنے سے پہلے ملک کے مختلف علاقوں اور شہروں میں ہندو مسلم مخلوط اجتماعات میں کی گئی ہیں، جن میں زندگی کے مسائل پر نئے طرز سے سوچنے اور نئے طریقہ پر کوشش کرنے کی دعوت دی جاتی تھی، جن سے حالات پر بہت اچھا اثر پڑا اور خاص طور پر غیر مسلم اکثریت کے دماغوں میں اسلام کے بارے میں جو شبہات بڑھتے جارہے تھے ان کا بڑی حد تک ازالہ ہوا اور وہ اسلام سے قریب ہوئے۔

اس مجموعہ میں کل تیرہ عناوین پر پُر مغز اور مؤثر تقریریں ہیں، جن میں سے پانچ تقریروں کا مجموعہ ''پیامِ انسانیت'' کے نام سے اور پانچ تقریروں کا مجموعہ ''مقامِ انسانیت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، جن کا ہم نے اپنے اس مقالہ میں سابق میں تعارف کروادیا ہے، باقی تین تقریروں کے عناوین ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

(۱) ''انسان کی تلاش'' یہ لکھنؤ کے ایک مخلوط اجتماع میں کی گئی تقریر ہے۔

(۲) ''انسانیت کی سب سے اہم ضرورت'' ۱۱؍فروری ۱۹۵۶ء کو میونسپل پارک، لال باغ، لکھنؤ میں ایک مخلوط اجتماع میں کی گئی تقریر۔

(۳) ''جس شاخ پر ہم نے نشیمن بنایا ہے آج ہم اسی پر آری چلارہے ہیں'' الہ آباد کے ایک مخلوط اجتماع میں کی گئی تقریر، یہ تقریر سعید احمد الہ آبادی ندوی نے قلمبند کی ہے۔

۴) ''دعوتِ ایمان اور پیامِ انسانیت''

نامِ کتاب : دعوتِ ایمان اور پیامِ انسانیت

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

صفحات : ۱۸

یہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ ـ المتوفی ۲۳/ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء۔ کا ایک قیمتی خطاب ہے، جو ماہنامہ ''تعمیرِ حیات'' لکھنؤ میں ۱۰/اپریل ۱۹۹۶ء کو شائع ہوا تھا۔

اس پُر مغز خطاب میں مفکرِ اسلامؒ نے اس بات پر توجہ دلائی ہے کہ دنیا میں نجات کا، عزت کا اور حفاظت کا راستہ صرف یہی ہے کہ ہم خدا کے پیغمبروں کی تعلیمات پر چلیں اور وہ اوصاف و اخلاق پیدا کریں جو دلوں کو کھینچتے ہیں، جو دشمنوں کو دوست بناتے ہیں، نیز حضرت نے ایک خاص بات ارشاد فرمائی کہ داعی کے سامنے کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی، اس کے لئے دو ایمان افروز واقعات سنائے ہیں (۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اشارہ پر مدائن فتح کرنے کے لئے مسلمانوں کا لشکر، دریائے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیا (۲) حضرت عقبہ بن نافعؓ کا واقعہ کہ ان کے ایک اعلان سے افریقہ کے جنگل سے وحشی جانور، شیر، چیتے اور تیندو سب بھاگ گئے۔

۵) ''انسانیت کی رہنمائی میں اسلام کا عظیم کردار''

نامِ کتاب : انسانیت کی رہنمائی میں اسلام کا عظیم کردار

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

صفحات : ۲۴

باہتمام: محمد غیاث الدین ندوی

طباعت : ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ

یہ ایک اہم مقالہ ہے جو دراصل عربی زبان میں تھا، جس کو مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی۔ المتوفی ۲۳/رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء۔ نے اگست ۱۹۸۷ء میں یورپ کی قدیم اور بلند معیار کی یونیورسٹی آکسفورڈ میں قائم اسلامک سنٹر میں پڑھا ہے، جس کے قیام میں ہندوستان کی تین شخصیتوں:۔ ا پروفیسر ڈاکٹر خلیق احمد نظامی سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،۔ ۲ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر فرحان نظامی،۔ ۳ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا بڑا حصہ ہے، یہ اسی کا اردو ایڈیشن ہے، جو تقریباً ۲۴/صفحات پر مشتمل ہے، جس کو مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ، نے طبع ونشر کیا ہے۔

۶) انسانیت کی مسیحائی

نامِ کتاب : انسانیت کی مسیحائی

مصنف : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

مرتب : عبدالہادی اعظمی ندوی

صفحات : ۳۶۴

طباعت : ۱۴۳۵ھ ۲۰۱۴ء سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی یوپی

یہ کتاب پیامِ انسانیت کے موضوع پر بڑی جامع اور مقبول ہے، اس میں مفکرِ

اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ــ المتوفی ۲۳؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍ دسمبر ۱۹۹۹ء۔ کے ان قیمتی اور پُر مغز تقریروں کو جمع کیا گیا ہے جو پیام انسانیت کے اسٹیج سے مختلف شہروں میں کی گئی ہیں یہ انتیس ۲۹؍عناوین و موضوعات پر کی گئی تقریروں کا مجموعہ ہے، جس کو مولانا عبدالہادی اعظمی ندوی دامت برکاتہم نے ترتیب دی ہے، جو مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مقالات اور خطابات اور منتشر تقریروں سے خوب واقف ہیں، انہوں نے کئی مجموعہ اشاعت کے لئے تیار کئے ہیں، ان میں سے ایک زیرِنظر مجموعہ بنام ''انسانیت کی مسیحائی'' شائع ہوا اور مقبول ہوا، اس کتاب کے شروع میں عرضِ ناشر کے عنوان سے مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی صاحب (جو تحریکِ پیامِ انسانیت لکھنؤ کے موجودہ ذمہ دار اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نائب ناظم ہیں) کا بطورِ مقدمہ ایک قیمتی اور مفید مضمون ہے۔

۷) تحفۂ انسانیت

نامِ کتاب : تحفۂ انسانیت

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

مرتب : مولانا اسحاق جلیس ندویؒ

صفحات : ۲۳۲

باہتمام: محمد غیاث الدین ندوی

طباعت : ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ

یہ کتاب جو دوسو بتّیس ۲۳۲؍صفحات پر مشتمل ہے جو مفکرِ اسلام حضرت مولانا

سید ابوالحسن علی ندویؒ — المتوفی ۲۳؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء۔ کے اس دورہ کی بولتی ہوئی روداد ہے جو انہوں نے حلقۂ پیامِ انسانیت کے تحت بھوپال، اُجّین، اِندور اور مالوہ کا کیا تھا۔

یہ دورہ ۳۰؍نومبر ۱۹۷۷ء سے شروع ہو کر ۱۰؍دسمبر ۱۹۷۷ء کو اختتام پذیر ہوا، اس دورے کا مرکزی مقام ہندوستان کا وسیع ترین صوبہ مدھیہ پردیش تھا۔

جلسوں میں غیر مسلم اصحاب کی بڑی تعداد جمع ہوتی تھی اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے تھے، مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے طلباء اور اساتذہ، وکلاء اور جج صاحبان، سیاسی و علمی شخصیتوں اور مذہبی رہنماؤں سے خطاب کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس وقت ملک کو اصل خطرہ کس چیز کا ہے؟ علماء اور دانشور طبقہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

اس دورہ کی روداد ''تعمیرِ حیات'' لکھنؤ کے سابق ایڈیٹر مولانا محمد اسحاق جلیس ندویؒ — جو اس سفر میں اول سے آخر تک ساتھ رہے — نے بڑی خوبی و کامیابی کے ساتھ قلمبند کی جو فروری، مارچ، اپریل ۱۹۷۸ء کے ''تعمیرِ حیات'' کے مختلف شماروں میں ''دیارِ مالوہ کا ایک یادگار سفر'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔

پھر مولانا امتیاز احمد ندوی مالک مکتبہ عثمانیہ رائے بریلی کو ان کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا، تا کہ یہ پیغام عام ہو۔

مولانا اسحاق جلیس ندوی مرحوم نے دورے کے مقامات پر تاریخی اور علمی حیثیت سے نظر بھی ڈالی ہے، اس کا تاریخی پس منظر بھی پیش کیا اور بہت سے مفید و قیمتی معلومات بھی جمع کر دئے ہیں، اس لئے یہ مجموعہ نہ صرف تحریکِ پیامِ انسانیت کا آئینہ

دار ہے، بلکہ ایک اچھا علمی اور تاریخی جائزہ، ایک پُر از معلومات اور دلچسپ سفر نامہ ہے، صحیح معنی میں ''تحفۂ انسانیت'' ہے۔

پھر یہ مجموعہ ''مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام'' کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔

۸) تحریکِ پیامِ انسانیت کے بارے میں ایک اہم انٹرویو

نامِ کتاب : تحریکِ پیامِ انسانیت کے بارے میں ایک اہم انٹرویو

انٹرویو : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

انٹرویو لینے والے : مولانا اسحاق جلیس ندویؒ

صفحات : ۳۲

طباعت : دفتر کل ہند تحریکِ پیامِ انسانیت پوسٹ باکس ۹۳ لکھنؤ

ملک کی دن بدن بگڑتی ہوئی صورتِ حال اور یہاں انسانی اور اخلاقی قدروں کی پامالی سے متاثر ہو کر مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ ــ المتوفی ۲۳/ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء ــ جن کا اصل مزاج علمی وفکری ہے اور مطالعہ وتصنیف جن کی زندگی کا پسندیدہ مشغلہ ہے نے ۲۸/۲۹/۳۰/دسمبر ۱۹۷۴ء کو الہ آباد سے خود اس کام کا آغاز کیا کہ بلا تفریقِ مذہب وملت انسان کو انسان کی ہمدردی کرنا چاہئے، اور اس کو تحریک بنانے کی کوشش کی اور اس کا نام، ''حلقۂ پیامِ انسانیت'' رکھا، یہ حلقہ کیا ہے؟ اس کا آغاز کیسے ہوا؟ اور اس کے کیا اصول ومقاصد ہیں؟ اس پر ''نئی تعمیرِ حیات لکھنؤ'' کے سابق ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس ندویؒ نے مولاناؒ کا ایک اہم انٹرویو لیا تھا، یہ انٹرویو بڑا جامع اور صحیح ذہن بنانے والا ہے جو ''**تحریکِ پیامِ انسانیت کے بارے میں ایک اہم انٹرویو**'' کے نام سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوا، اس تحریک کے سلسلہ میں

کسی کو کچھ غلط فہمی ہوگی تو وہ بھی ان شاء اللہ دور ہوجائے گی۔

اس صحافتی انٹرویو میں ''تعمیرِ حیات لکھنؤ'' کے سابق ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس ندویؒ نے مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تحریکِ پیامِ انسانیت کے حوالہ سے تقریباً ۹ر چبھنے والے سوالات کئے، مفکرِ اسلامؒ باوجود صحافتی انٹرویو سے بہت کم مناسبت کے ہر سوال کا مدلل و مفصل اور اطمینان بخش ایسا جواب مرحمت فرمایا جس سے اس تحریک کا پسِ منظر، محرکات ومقاصد اور اس کا طریقِ کار عیاں اور واضح ہوجاتا ہے، اس کے مطالعہ سے اس تحریک کے سلسلہ میں کسی کو کچھ غلط فہمی ہوگی تو وہ بھی ان شاء اللہ دور ہوجائے گی اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

اس انٹرویو کے اخیر میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا ایک قیمتی مضمون ''**ہندوستانی سماج کی خبر لیجئے**'' کے عنوان سے ضم ہے، جس کو حضرت نے تقسیم اور ملک آزاد ہونے کے بعد ملک کی اخلاقی گراوٹ اور بگڑتی ہوئی صورتِ حال پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ملک کے تقریباً تمام سربرآوردہ سیاسی رہنماؤں اور وزراءِ اعلیٰ کو بھیجا۔

نیز اخیر میں ایک تعارفی فارم بھی ملحق ہے، جس میں ''کل ہند حلقۂ پیامِ انسانیت'' کے سات اغراض ومقاصد، سات امور پر مشتمل ایک جامع طریقۂ کار، نیز امور سبعہ پر مشتمل ایک حلف نامہ درج ہے۔

۹) جزیرۃ العرب اور عالمِ انسانیت ایک مکالمہ، ایک پیغام

نامِ کتاب : جزیرۃ العرب اور عالمِ انسانیت ایک مکالمہ، ایک پیغام

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

صفحات : ۲۰

طباعت : شعبۂ تعمیر وترقی ندوۃ العماء لکھنؤ

پیش نظر رسالہ ان دو عربی تقریروں کے ترجمہ کا مجموعہ ہے جو مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — المتوفی ۲۳ ؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ ؍دسمبر ۱۹۹۹ء۔ نے ۱۹۵۰ء میں سعودی عرب کے ریڈیو پر مکہ معظّمہ سے نشر کی تھی۔

ایک تقریر کا موضوع ''عالمِ انسانیت کا پیغام جزیرۃ العرب کے نام'' دوسری تقریر کا موضوع ''جزیرۃ العرب کا پیغام عالمِ انسانیت کے نام'' ہے۔

ان میں دنیائے انسانیت اور جزیرۃ العرب کے درمیان ایک مکالمہ ہے، اس دلچسپ بے تکلف اور ادیبانہ مکالمہ میں بہت سے تاریخی وعلمی حقائق آگئے ہیں، جن کے لئے ایک ضخیم دفتر درکار ہے، اور پھر بھی اس خوش اسلوبی سے ان کا ادا ہونا دشوار تھا۔

۱۰) خطباتِ علی میاںؒ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ۔

☆ جلدِ اول (تعلیم وتعلم) ضخامت : ۴۴۰ ؍صفحات

وعظ : مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

جمع وترتیب : مولوی محمد رمضان میاں صاحب نیپالی

جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن — کراچی

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت — کراچی

طباعت: اکتوبر ۲۰۰۲ء علمی گرافکس پرنٹنگ پریس — کراچی

ہمارے دور کی عظیم علمی وروحانی شخصیت مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ — المتوفی ۲۳ر رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء۔ کو اللہ نے تحریر وتقریر کا ایک خاص ذوق اور ملکہ عطا فرمایا تھا، حضرت مولانا ندوی قدس سرہ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، یا جس موضوع پر کلام فرمایا، اس کا حق ادا کر دیا۔

زیرِ نظر کتاب ''خطباتِ علی میاں'' آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل، مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے فکر انگیز خطبات کا عظیم گراں قدر مجموعہ ہے، جس میں علم وفکر کی فراوانی کے ساتھ بَلا کا سوز وگداز ہے، جو انسان کو متأثر کئے بغیر نہیں رہتا، خاص طور پر مغربی افکار کی یورش نے ہمارے دور میں جو فکری گمراہیاں پیدا کی ہیں، اور عالمِ اسلام کے مختلف حصوں میں جو فتنے جگائے ہیں ان پر حضرت مولانا ندوی قدس سرہ کی چونکہ بڑی وسیع وعمیق نظر تھی، اس لئے مولانا ندوی نوراللہ مرقدہ نے اپنے خطبات وتحریرات کے ذریعہ ان فتنوں کی تشخیص کی ہے اور ان کے علاج کی نشاندہی کی ہے، جس میں سسکتی، بِلکتی، زخم خوردہ، پریشانیوں وآزمائشوں سے چور چور انسانیت کے لئے بہت بڑا سہارا ہے۔ تمام جلدوں کے عنوانات اور صفحات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ **جلدِ دوم (دعوت وعزیمت) ضخامت: ۴۱۶ر صفحات**

☆ **جلدِ سوم (ہدایت وتبلیغ) ضخامت: ۴۳۲ر صفحات**

☆ **جلدِ چہارم (تہذیب ومعاشرت، تشکیلِ کردار) ضخامت: ۴۴۸ر صفحات**

☆ **جلدِ پنجم (احکام ومطالبات) ضخامت: ۴۴۸ر صفحات**

☆ **جلدِ ششم (علم ودانش) ضخامت: ۴۲۴ر صفحات**

☆ **جلدِ ہفتم (ختمِ نبوت، عقائد و عبادات) ضخامت: ۴۰۰ر صفحات**

☆ **جلدِ ہشتم (یادِ رفتگاں، سیرت و سنت، تاریخ اسلام) ضخامت : ۳۶۸ر صفحات**

۱۱) دعوتِ انسانیت

نامِ کتاب : سلسلۂ خطباتِ دعوت و اصلاح (جلدِ پنجم)

''دعوتِ انسانیت''

خطیب : حضرت مولانا سید عبداللہ الحسنی ندویؒ

ترتیب و پیشکش : محمد ارمغان بدایونی ندوی

صفحات : ۱۴۴

باہتمام: محمد نفیس خان ندوی

طباعت : ۱۴۳۵ھ ۲۰۱۴ء سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی یوپی

یہ حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کے خطباتِ دعوت و اصلاح کے سلسلہ کی جلد پنجم ہے۔

حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ — المتوفی ۳۰ر جنوری ۲۰۱۳ء — ان بانصیب افراد میں سے ہیں جو مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے، بلکہ وہ اپنے دعوتی و علمی کاموں سے زندہ رہتے ہیں، مولاناؒ کے مجالس اور خطابات اور تقریروں سے حکمت کے وہ موتی حاصل ہوتے ہیں جو بعض مرتبہ بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے بھی مشکل سے حاصل ہوتے ہیں دعوت کے راستے میں پیش آنے والی مشکلات حل ہوجاتی ہیں، کام کرنے والوں کو بڑی سہولت اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔

مولاناؒ کی متعدد تقریریں کیسٹوں میں محفوظ تھیں، ان میں کئی تقاریر مولاناؒ کی نظر ِ ثانی کے بعد پندرہ روزہ ''تعمیرِ حیات'' میں شائع ہوئیں، اور قارئین نے ان پر اپنے بڑے تاثر کا اظہار کیا۔

ضرورت تھی کہ مولانا کی تمام تقریریں جو دستیاب ہوسکیں مرتب کرلی جائیں اور ان کی اشاعت سے لوگ فائدہ اٹھاسکیں۔

چنانچہ مولانا محمد ارمغان ندوی بدایونی صاحب نے جہاں تک ممکن ہوا تقریریں جمع کیں، اور کئی جلدوں میں ان کو قلمبند کیا، خود کمپوز کیا، تصحیحات بھی کیں، عناوین بھی قائم کئے، صرف چند ماہ کی مدت میں اس کے جمع وترتیب کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔

زیرِنظر کتاب ''دعوتِ انسانیت'' میں انسانیت اور پیامِ انسانیت سے متعلق کئی مفید عناوین موجود ہیں جن کی اجمالی فہرست ذیل میں ذکر کی جارہی ہے۔

۱/ انسانیت کو تعاون کی ضرورت۔

۲/ تمام انسانیت ایک کشتی کی سوار۔

۳/ حضورِ اکرم ﷺ کا پیامِ انسانیت۔

۴/ ہمارا سماج اور ہماری ذمہ داریاں۔

۵/ عقل کے صحیح استعمال کی ضرورت۔

۶/ صحیح جوڑ کی ضررت۔

۷/ پیامِ انسانیت وقت کا تقاضہ۔

۸/ سماج کو سدھارنے کی فکر کریں!

۹/ اپنی نافعیت کواجاگر کریں!

۱۰/ اپنے آپ اور ملک کو نفع بخش بنائیے!

۱۱/ اصلی نوجوان کون ہے؟

۱۲/ آئیے ہم سب مل کر جینا سیکھیں!

۱۳/ برادرانِ وطن میں اسلام کا تعارف اور ہماری ذمہ داریاں۔

۱۲) کاروانِ انسانیت

نامِ کتاب : کاروانِ انسانیت

وعظ : حضرت مولانا سید عبداللہ الحسنی ندویؒ

مرتب : سعود الحسن ندوی غازی پوری

صفحات : ۹۶

طباعت : ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی یوپی

پیامِ انسانیت فورم کے تحت حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ جنرل سکریٹری آل انڈیا پیامِ انسانیت فورم کے دس روزہ دورہ کی روداد، عمومی وخصوصی خطابات اور مشاہدات وتاثرات کا مجموعہ۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندویؒ کے بعد حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ — المتوفی ۳۰/جنوری ۲۰۱۳ء — نے پیامِ انسانیت کی تحریک کو نہ صرف یہ کہ سنبھالا، بلکہ اور آگے بڑھایا انہوں نے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے، حالات کا جائزہ لیا، جگہ جگہ اس کے لئے افراد تیار کئے جنہوں نے مختلف علاقوں میں اس

کام کو سنبھالا۔

مولاناؒ کی زندگی کا آخری سفر اسی سلسلہ میں مہاراشٹر کا ایک طویل سفر تھا جو ''کاروانِ انسانیت'' کے نام سے موسوم دس روزہ سفر تھا اور یہ کاروان ۳/ مارچ تا ۱۳/ مارچ ۲۰۱۲ء ریاست مہاراشٹر کے تقریباً دس مقامات پر خیمہ زن ہوا اور تقریباً ساڑھے چار ہزار کلومیٹر کی مسافت طے کرتا ہوا، چھوٹے بڑے ۲۲/ اجتماعات میں شرکت کرنے کے بعد ریاست آندھرا پردیش (جو تلنگانہ اسٹیٹ کے نام سے علیحدہ ہو چکا ہے) کے تاریخی شہر ''حیدرآباد'' میں اختتام کو پہنچا۔

اس پورے سفر کی روداد مولانا سعود الحسن صدیقی ندوی صاحب — جو مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کے رفقاء میں ہیں، خود پیامِ انسانیت تحریک کے اچھے ترجمان ہیں اور مولانا کے خاص فیض یافتہ بھی ہیں — نے قلمبند کی ہے۔

کاروانِ انسانیت کی یہ سوغات ان شاء اللہ کام کرنے والوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی اور اس سے کام میں کافی مدد ملے گی۔

۱۳) ''تحریک پیامِ انسانیت''

نامِ کتاب : تحریکِ پیامِ انسانیت

مرتب : مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

صفحات : ۸۸

باہتمام : محمد نفیس خان ندوی

طباعت : ۱۴۳۷ھ ۲۰۱۶ء سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی یوپی

یہ کتاب اٹھاسی ۸۸ ؍صفحات پر مشتمل ہے، جس کو مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی زیدت معالیہ نے ترتیب دی ہے، جو تحریک پیامِ انسانیت لکھنؤ کے موجودہ ذمہ دار ناظم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نائب ناظم ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں مولانا موصوف نے پیامِ انسانیت سے متعلق دو اہم موضوعات کو بیان کیا ہے (۱) تحریکِ پیامِ انسانیت کی اہمیت، ضرورت اور افادیت (۲) تحریکِ پیامِ انسانیت کا طریقۂ کار اور دائرۂ کار، نیز اس کتاب میں پیامِ انسانیت کا کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات اور اہم اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے لئے مولانا نے مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی بعض قیمتی منتخب تحریریں بھی شامل کی ہیں، جو کام کرنے والوں کے لئے نہایت ہی مشعلِ راہ ہیں۔

۱۴) ''پیامِ انسانیت''

نامِ کتاب :	پیامِ انسایت
وعظ :	حضرت مولانا مظاہر الحق صاحب ناظمِ مدرسہ دارالعلوم محمدیہ وخلیفہ حضرت ہردوئی
مرتب :	مفتی افتخار الحسن جٹ پوری
صفحات :	۴۰
طباعت:	جمعیۃ البر والرحمۃ گدّرپور (اتراکھنڈ)

افادات از حضرت مولانا مظاہر الحق صاحب زید مجدہم، ناظم مدرسہ دارالعلوم محمدیہ گدرپور (اتراکھنڈ) خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ۔

یہ چالیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے، جس کو دارالعلوم محمدیہ گدرپور (اترا کھنڈ) کے استاذ مفتی محمد افتخار الحسن صاحب جٹ پوری نے ترتیب دی ہے۔اس رسالہ میں عام فہم انداز میں پیامِ انسانیت کو سمجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

یہ چند کتابیں ہیں جن کا اجمالی تعارف کرایا گیا، اور جس سے راقم الحروف اِس نتیجہ پر پہنچا کہ ہندوستان میں پیامِ انسانیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں جن چند اہم شخصیتوں کی کتابوں کا نام آتا ہے، ان میں سرِ فہرست علمی وروحانی شخصیت: مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۳ر رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء) کی کتابیں ہیں۔

حضرتؒ نے ہندوستان میں سب سے پہلے اس کی ضرورت واہمیت اور افادیت کو محسوس کیا، اور زندگی بھر اپنی تحریر وتقریر سے اس کام کی دعوت دیتے رہے، نیز تلاش وجستجو کے بعد راقم الحرف کو جن ۱۵ر کتابوں تک رسائی حاصل ہوئی ہے ان میں سے ۱۰ر کتابیں خود حضرت مفکرِ اسلامؒ کی ہیں، اللہ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنی شایانِ شان اجرِ جزیل عطا فرمائے۔آمین

حضرت مفکرِ اسلامؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ ــ المتوفی ۳۰ر جنوری ۲۰۱۳ء ــ نے اس تحریکِ پیامِ انسانیت کو نہ صرف یہ کہ سنبھالا، بلکہ اس کو اور آگے بڑھایا اور اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اس کے لئے مختلف علاقوں میں کئی افراد تیار کئے، حضرتؒ کی بھی اس موضوع پر دو کتابیں دستیاب ہوئیں ہیں۔

پھر حضرت مولاناؒ کی وفات کے بعد اس تحریکِ پیامِ انسانیت کی ذمہ داری مولاناؒ ہی کے برادرِ صغیر حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی زید مجدہم نے سنبھالی اور

اِس موضوع پر حضرت کی بھی ایک کتاب دستیاب ہوئی ہے۔

اخیر میں بندہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اللہ ان سب حضرات کی خدمات و کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کی جد و جہد کو نتیجہ خیز بنائے۔

تحفظِ انسانیت کے لیے ہندستان میں قائم ادارے اور تنظیمیں

مولانا محمد تبریز عالم حلیمی قاسمی
استاذ دارالعلوم حیدرآباد

اس تحریر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ چند اہم فلاحی اداروں کا مختصر خاکہ، تعارف اور اس میدان میں ان کی خدمات کا جائزہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی تنظیموں اور اداروں کا سروے ایک محنت طلب کام ہے، اس کے لیے کتابوں کی ورق گردانی کے بجائے ملک کی ریاستوں اور اضلاع کا سفر ضروری ہے، سفر اور ذمہ داران سے ملاقات کے بعد ہی اس کا صحیح ڈاٹا اور تفصیلات جمع ہوسکتی ہیں، تاہم بطور نمونہ یا نقش اول کے طور پر اس موضوع کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، تعارف وتبصرے کے لیے صرف ملکی اور اسلامی تنظیموں اور اداروں کا انتخاب کیا گیا ہے، بطور خاص ایسے اداروں کی تفصیل جمع کی گئی ہے جن کا دائرہ وسیع اور ان کی شاخیں ہر صوبے یا اکثر صوبوں میں موجود ہیں؛ تاہم ضمناً چند علاقائی اداروں کا ذکر زیر قلم آ گیا ہے۔

(۱) مدارس اسلامیہ ہندیہ:

ہندوستان کی تاریخ میں جب بھی تحفظ انسانیت اور انسانی اقدار کی حفاظت کی گفتگو کی جائے گی تو اس حوالے سے کام کرنے والے ادارے اور تنظیموں کا تذکرہ ضروری ہوگا اور جب ان کا ذکر ہوگا تو کوئی بھی منصف مزاج مورخ مدارس اسلامیہ ہندیہ کو نظر

انداز نہیں کرسکتا، کیوں کہ فرد، جماعت، سماج، معاشرہ، احیائِ انسانیت، تکریم انسانیت، بقائِ انسانیت، تحفظِ انسانیت کے حوالے سے جتنی مثبت اور موثر تعلیمات اور رہنمائی ہو سکتی ہیں وہ سب انہی مدارس کی مرہونِ منت ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ مدارس اسلامیہ کی خشت اول امن کے گارے سے تیار ہوتی ہے، رحم مدارس کا بنیادی کام، امن و سلامتی اس کا عنوان اور تحفظ انسانیت ان کا نظام ہے، مدارس اسلامیہ سے نکلنے والے افراد و اشخاص صرف مذہبی رہنما نہیں ہوتے، بلکہ وہ تکریمِ انسانیت کے محافظ و معمار بھی ہوتے ہیں، وہ ایک طرف نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں تو دوسری طرف سماجی خدمت گذار بھی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسی تمام تنظیمیں اور ادارے جو تحفظِ انسانیت کے نام پر وجود میں آئے ہیں مدارس اسلامیہ کے فضلاء اور علماء ان کی روح اور ان کی پاسداری و پائیداری کے ضامن ہیں، چونکہ ہندوستان کی تمام بڑی تنظیموں کی باگ ڈور علماء کے ہاتھوں میں ہے، اسی لیے وہ کامیاب اور اپنے مقصد میں بامراد ہیں۔

بلا شبہ مورخ یہ لکھنے پر خود کو مجبور پائیگا کہ مدارس اسلامیہ کی بقا اور ان کا تحفظ نہ صرف مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے، بلکہ ہندوستان کی سیکولر روایات اور یہاں کی جمہوری و آئینی قدروں کے لیے بھی ممد و معاون ہے۔ مدارس نے ہر دور میں انسانی خدمت اور بقائے باہم کو رواج دیا ہے۔ معاشرتی حقوق و آداب سے واقف کرایا ہے۔ ملک میں امن و امان اور سکون و اطمینان کی فضا ہموار کی ہے، اسی لیے راقم الحروف مدارس اسلامیہ کو رفاہی اور انسانی مراکز کی فہرست میں سب سے بالا رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ رقم طراز ہیں:

"مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں مردم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا وہ

بجلی گھر (پاور ہاوس) ہے جہاں سے اسلامی آبادی، بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ ڈھلتے ہیں، مدرسہ وہ کائنات ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے، عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں، اسکا تعلق براہ راست نبوت محمدی ﷺ سے ہے جو عالمگیر بھی ہے اور زندہ جاوید بھی، اسکا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے، اس زندگی سے ہے جو ہمہ وقت رواں دواں ہے، ہر دور اور ہر زمانے میں اس نے اہم رول ادا کیا ہے "(ماہنامہ اذان بلال آگرہ)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

---میں مدرسے کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں سمجھتا، میں مدرسے کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں، میں اس سطح پر آنے کو تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقہ سے پڑھنا لکھنا سکھانے یا یوں کہنا چاہیے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سیکھنے کا ایک مرکز ہے، جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں، میں مدرسے کو نائبین رسول اور خلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ وبقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں، میں مدرسہ کو آدم گری اورمردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں---(پاجا سراغ زندگی)

(۲) جمعیت علماء ہند

اس حقیقت کا ہر کسی کو اعتراف ہے کہ جیسے ملک کی آزادی میں جمعیۃ علماء ہند کی خدمات ناقابل فراموش ہیں اسی طرح تحفظ انسانیت کے حوالے سے اس کے

کارہائے نمایاں بھی قابل قدر ہیں، بلا شبہ جمعیۃ علماء ہند ہندوستانی مسلمانوں کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔لیکن پیغام انسانیت کو عام کرنے اوراس کی حفاظت کرنے میں اس نے مذہب کی تفریق کو پیش نظر نہیں رکھا؛ بلکہ انسانیت کی خدمت بلا تفریق مذہب وملت انجام دی ہے اسی لیے تحفظ انسانیت کے حوالے سے یہ ایک تاریخی تنظیم ہے۔اس حوالے سے اس کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔

جمعیت علمائے ہند کی تاریخ اوراس کی خدمات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمعیت علمائے ہند کے ذمہ داروں کا نقطہ نظر اس سلسلے میں یہ ہے کہ انسانوں بالخصوص غریبوں اور مصیبت زدہ افراد کی بروقت دست گیری تحفظ انسانیت اور انسانی قدروں کا وہ قیمتی اثاثہ اور عظیم درس ہے جو رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کو آفاقی سماجی دستور کی شکل میں عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جمعیت علمائے ہند نے اپنے اس پلیٹ فارم سے قدرتی آفات اور فرقہ وارانہ فسادات سے متاثر افراد کی امداد واعانت کے سلسلے میں جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں انھیں انسانی حقوق کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، جمعیت نے اس کام کو منظم کرنے کے لیے ریاستی سطح پر بھی خوب محنت کی ہے، چنانچہ ریاستی اور ضلعی رفقاء اور کارکنان کے اشتراک تعاون سے آسام، اڑیسہ، بہار، بنگال، کرناٹک، مہاراشٹر، یوپی،اور دیگر متاثرہ علاقوں میں بقاء انسانیت کے لیے اور متاثرین کو ریلیف فراہم کرنے کے لیے جنگی پیمانے پر کام کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے،سیلاب زدگان کی مدد، گردابی طوفان سے متاثرہ علاقہ میں بازآبادکاری، مکانات کی تعمیر اور اس جیسے دیگر انسانی خدمات سے لاکھوں انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں،ادھر کچھ عرصہ سے بے قصور مسلمانوں کی رہائی،اور جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے افراد کی قانونی امداد کا کام بھی شروع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے

بے قصور انسانوں کی جانیں بچائی گئی ہیں۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ جمعیت علمائے ہند کے پاس ایک لیگل سیل انسٹی ٹیوٹ بھی ہے، جس کے ذریعے وہ دہشت گردی کے الزام میں مسلمانوں کو قانونی لڑائی لڑنے میں مدد دیتا ہے۔ اسے مولانا ارشد مدنی صاحب نے 2007ء میں قائم کیا تھا اور مئی 2019ء تک پورے ہندوستان میں 192 بری ہونے والوں کی مدد کی ہے۔ دی نیو انڈین ایکسپریس کی مئی 2019ء کی رپورٹ کے مطابق: "لیگل سیل نے جو پہلے تین مقدمات اٹھائے، وہ 7/11 ممبئی ٹرین بم دھماکے، 2006ء مالیگاوں دھماکے اور اورنگ آباد آرمز ہول کیس ستمبر 2007ء تھے۔' جن لوگوں پر الزام لگایا گیا ان (ملزموں) کی نمائندگی شاہد اعظمی نے کی، جنھوں نے بعد میں 2008 ممبئی حملوں کے ملزمین فہیم انصاری اور صباح الدین کا دفاع کیا۔ تاہم اعظمی کو 11 فروری 2010ء کو شہید کر دیا گیا اور انسٹی ٹیوٹ نے ٹرائل کورٹ اور پھر ہائی کورٹ میں ان دونوں کی مدد کی۔ ہائی کورٹ نے ان کی بریت کو برقرار رکھا اور دونوں کو سازشی الزامات سے آزاد کر دیا گیا۔ انسٹی ٹیوٹ نے نو مسلم نوجوانوں کا دفاع کیا جن پر 2006ء کے مالیگاوں دھماکوں کا الزام تھا؛ اور ان سب کو 2016ء میں بری کر دیا گیا۔

دیگر مقدمات جہاں انسٹی ٹیوٹ نے ملزمان کے دفاع میں قانونی مدد فراہم کی ہے ان میں مولوند دھماکا کیس، گیٹ وے آف انڈیا دھماکے کیس اور 13/7 ممبئی ٹرپل دھماکے شامل ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ انسٹی ٹیوٹ کی مدد صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے؛ کیوں کہ انھوں نے 2012ء میں ایک ہندو شخص کی بھی مدد کی ہے، جسے سزائے موت سنائی گئی تھی اور بعد میں اسے بری کر دیا گیا تھا۔ مارچ 2019ء میں انسٹی ٹیوٹ کی مدد سے گیارہ مسلمان جن پر ٹی اے ڈی اے کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا؛ کو خصوصی

ٹی اے ڈی اے عدالت نے 25 سال جیل میں گزارنے کے بعد بری کر دیا۔جون 2021ء میں دوافراد کو یواے پی اے الزامات سے پاک کردیا گیا، جب کہ انھوں نے نوسال جیل میں گزارے۔

اس تنظیم کی قیادت ہندوستان کے دو ناموراور بااثر شخصیات: مولانا ارشد مدنی صاحب اور مولانا محمود مدنی صاحب کے ہاتھوں میں ہے،اس تنظیم کی امداد آف لائن کے ساتھ آن لائن بھی کی جاتی ہے،جس کی تفصیل اور امداد کا طریقہ جمعیت کی ویب سائٹ پر موجود ہے،اس کا صدر مقام بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی میں واقع ہےاور ذیلی شاخیں اور صوبائی یونٹ ہرصوبے میں واقع ہے،تحفظ انسانیت کے حوالے سے یہ تنظیم نہایت وسیع، بہت منظم اور کافی اثر ورسوخ والی ہے۔ہر چھوٹے اور بڑے علاقے میں ان کے افراد موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ کام بہت تیزی اور سہولت سے انجام پاتا ہے،مولانا ارشد مدنی صاحب اس حوالے سے بہت فکر مندی کا مظاہرہ کرتے دکھائی دیتے ہیں،ان کی پوری کوشش اس بات کی ہوتی ہے کہ متاثرہ علاقوں میں متاثرین کی امداد کی جائے تو اس میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہ کیا جائے بلکہ سب کی مدد کی جانی چاہیے، کیونکہ غیر مسلم بھی انسان ہی ہیں،اس اہم خدمت کے ذریعہ مولانا ہندو مسلم میں انسانی قدروں کی بنیاد پر اتحاد اور بھائی چارے کا ماحول بنانا چاہتے ہیں، جو اس ملک کی شادابی کے لیے نہایت اہم اور بہت ضروری چیز ہے۔

(۳) امارت شرعیہ اور تحفظ انسانیت

جب ۱۸۵۷ء میں مغلیہ حکومت کے ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کا اقتدار اور مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہوگئی تو علماء کرام اور دردمندان ملت پھر سے مسلمانوں کو ایک

جُٹ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، چنانچہ ۱۹ر شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ر جون ۱۹۲۱ء کو مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی تحریک کی، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری نے حمایت کی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں محلہ پتھر کی مسجد، پٹنہ میں ایک اجلاس ہوا اور امارت شرعیہ قائم کی گئی، یہ صوبہ بہار کے لیے بنائی گئی تھی، اس وقت اڈیشہ وجھارکھنڈ بھی بہار کا حصہ تھا، اس لئے جب بہار کی تقسیم ہوئی، پہلے اڈیشہ بہار سے الگ ہوا، پھر صوبہ جھارکھنڈ بنا تو بھی امارت شرعیہ غیر منقسم بہار میں کام کرتی رہی اور اسے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا نام دیا گیا۔

بلا شبہ امارت شرعیہ ایک اہم دینی اور تعلیمی قدیم ادارہ ہے، جس کی خدمات کی روشن اور تابناک تاریخ ہے، تاہم یہ بھی واقعہ ہے کہ بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے جن شعبوں کو امارت شرعیہ میں شامل فرمایا تھا ان میں اہم شعبہ، شعبہ خدمت انسانیت بھی ہے، چنانچہ اس کی سماجی، فلاحی اور انسانی قدروں کی حفاظت وخدمات کا دائرہ نہ صرف یہ کہ بہت وسیع ہے بلکہ بہت کامیاب اور قابل قدر ہے۔

امارت شرعیہ کے مقاصد میں یہ بات بہت وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ :

ملک میں امن پسند قوتوں کو فروغ دینا اور تعلیم اسلامی ''لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام'' کی روشنی میں ملک کے مختلف مذہبی فرقوں میں ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا اور ہر ایسے طریق کار وتحریک کی ہمت شکنی کرنا جس کا مقصد ہندستان میں بسنے والے مختلف طبقات میں سے کسی ایک کی جان ومال عزت وآبرو، تصورات ومعتقدات پر کسی دوسرے کی طرف سے حملہ ہو اور ایسی تمام تحریکات کو قوت پہنچانا جن کا مقصد ملک میں بسنے والی مختلف مذہبی اکائیوں کے درمیان ایک دوسرے کی

جان ومال عزت وآبرو کا احترام پیدا کرنا ہو اور فرقہ وارانہ تعصب ومنافرت کو دور کرنا ہو۔ (امارت شرعیہ،تعارف وخدمات ص۶)۔

یہ مقصد تحفظ انسانیت کے حوالے سے نہایت اہم اور قابل تقلید ہے،ان مقاصد کو بروے کار لاکر انسانیت کی گراں قدر خدمات انجام دی جاسکتی ہیں۔

ریلیف کے کاموں کے سلسلہ میں امارت شرعیہ کی ایک سنہری تاریخ رہی ہے، ملک کے کسی بھی حصہ میں کوئی بھی قدرتی آفت آتی ہے یا فرقہ وارانہ تصادم وغیرہ کی وجہ سے عام لوگوں کے جان ومال کا ضیاع ہوتا ہے وہاں امارت شرعیہ بلا تفریق مذہب وملت ریلیف اور راحت رسانی کا کام مضبوطی سے کرتی ہے، جس کو پورے ملک میں سراہا جا تا رہا ہے۔ بلکہ خدمت المسلمین اور تحفظ انسانیت کے مقصد سے پورے ملک میں ریلیف فراہمی امارت شرعیہ کا وصفِ امتیاز ہے۔

امارت کے زیر نگرانی خدمت خلق کے میدان میں تین ہوسپٹل بھی مریضوں کی ضرورت کو پوری کررہے ہیں، جس کی تفصیل آگے آئے گی، بیوہ کے وظائف، غریب بچیوں کی شادی، مریضوں کے علاج وغیرہ میں تعاون وامداد اس کے علاوہ ہیں۔

اسی طرح کورونا کی وجہ سے لاک ڈاون کے زمانہ میں امارت شرعیہ نے غریب فاقہ کشوں کے درمیان بلا امتیاز مذہب غذائی اجناس اور ضروری اشیاء کی فراہمی کا انسانی کام انجام دیا، جو طلبہ دوسری ریاستوں میں پھنسے ہوئے تھے، انہیں وہاں کے ذمہ داروں سے رابطہ کرکے گھر تک پہنچانے کا کام بھی کیا گیا۔

امارت شرعیہ کا پورا نظام ایک امیر شریعت کے ماتحت چلتا ہے، سمع وطاعت اس کی بنیاد واساس ہے، ریلیف، امداد، تحفظ انسانیت اور خدمت خلق کا کام بھی امیر شریعت کی ہدایت پر ہوتا ہے، متاثرہ علاقوں میں اس کام کے لیے کمیٹیاں قائم ہوتی

ہیں، پھر وفد کی شکل میں امارت کی ٹیم کام کرتی ہے، ریلیف ٹیم میں عموما علمائے کرام ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ کام عدل وانصاف اور بہتر انداز میں انجام پاتا ہے، یہ تعاون اور امداد کا کام مسلمانوں کی زکات، صدقات اور عطیات کے ذریعہ ہوتا ہے۔امارت شرعیہ نے اس حوالہ سے ایک صدی کا سفر طیے کرلیا ہے۔

بیت المال اور تحفظ انسانیت:

بیت المال امارت شرعیہ کا کلیدی شعبہ ہے، تحفظ انسانیت اور خدمت خلق کے حوالے سے اس شعبہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، بیت المال دراصل اسلامی خزانہ ہے جہاں مسلمانوں کی زکات صدقات اور عطیات کی رقوم جمع ہوتی ہیں، یہی رقوم دینی، ملی کاموں کے ساتھ انسانی اور فلاحی کاموں میں خرچ ہوتی ہیں، چنانچہ اس کے تحت فقراء اور مساکین بیوگان و یتامی اور دوسرے محتاجوں کو وقتی اور مستقل وظائف دیے جاتے ہیں، ہنگامی حالات، فرقہ وارانہ فسادات اور قدرتی آفات کے موقع پر متاثرہ افراد اور مصیبت زدوں کی امداد اور انسانیت کی حفاظت کا کام بھی بیت المال کے ذریعہ انجام پاتا ہے، تقریبا ستر سال سے قدرتی آفات و حادثات اور فرقہ وارانہ فسادات کا ایسا سلسلہ رہا کہ بیت المال کے ریلیف فنڈ نے ایک مستقل شعبہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے، عرب اسرائیل جنگ کا موقع ہو یا مختلف زلزلوں کے دلخراش حالات، مذہبی مقامات کی تعمیرات کی بات ہو یا مصیبت زدہ افراد کے مکانات کی مرمت اور بازآبادکاری کا مسئلہ ہو ہر جگہ اسی فنڈ سے انسانی خدمت اور امدادی کام انجام دیے جاتے ہیں۔اس حوالہ سے امارت کی تفصیلی کاموں کی جانکاری کے لیے ’’امارت شرعیہ تعارف وخدمات‘‘ نامی کتابچہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اسپتال اور انسانی خدمات:

اسلام ہمدردی، غمگساری، ضعیفوں کی امداد محتاجوں کی خدمت کی تعلیم دیتا ہے، اس کا ایک اہم حصہ مریضوں کی تیمارداری اور علاج ومعالجہ ہے، یہ علاج ومعالجہ خدمت خلق اور تحفظِ انسانیت کا اٹوٹ حصہ ہے، امارت شرعیہ کے تحت انسانی خدمت کا یہ اہم شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے، چنانچہ مولانا محمد سجادؒ کی یاد میں مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل نام کا ایک ہاسپٹل ۱۹۸۸ء سے مصروف عمل ہے، یہ ہاسپٹل خدمت خلق اور رفاہی کاموں کا بہترین ذریعہ ہے، جس سے بلاتفریق مذہب وملت، رنگ ونسل اور ذات پات لوگ فایدہ اٹھارہے ہیں، روزانہ سینکڑوں مریضوں کا علاج ہوتا ہے اور یہ غریب مریضوں کے لیے راحت کا سامان بہم پہنچاتا ہے، اس ہاسپٹل کی خصوصیات میں یہ مندرجہ ذیل باتیں قابل ذکر ہیں :

۱) دینی وملی فریضہ سمجھ کرمحض انسانیت کی بنیاد پر خدمت خلق

۲) کم خرچ صحیح علاج

۳) مریضوں کے ساتھ محبت وہمدردی کا برتاؤ

۴) بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے مختلف مقامات پر موبائل میڈیکل سروس کے ذریعے مریضوں کا مفت علاج

۵) غریب ونادار مریضوں کا مفت آپریشن۔(امارت شرعیہ، تعارف وخدمات ص ۴۱)۔

اس کے علاوہ حکومت کے تعاون سے مہلک امراض کا علاج بھی ہوتا ہے، کینسر کی روک تھام، ایڈز کی جانچ، فیز یوتھراپی، بچوں کے لیے خصوصی معالجین کی

خدمات کے حوالے سے یہ ہاسپٹل تاریخی کام انجام دے رہا ہے۔

علاوہ ازیں امارت ہیلتھ سینٹر جمشید پور، امارت ہیلتھ سنٹر پٹنہ جیسے ہاسپٹل بھی خدمت خلق کی انجام دہی میں مصروف ہیں، ان تمام ہسپتالوں سے لاکھوں انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں۔

(۴) تحریک پیامِ انسانیت:

انسانیت کے تحفظ وبقاء کے حوالے یہ تحریک وجود میں آئی ہے، اس میدان میں اس کی خدمات مثالی اور لائق تعریف ہے، اس تحریک کا ایک منظم اور مرتب نظام العمل ہے، یہ تحریک اسی نظام کے تحت تحفظ انسانیت کے مختلف میدانوں میں کام کرتی ہے، بالفاظ دیگر یہ تحریک وحدت انسان کی دعوت ہے۔ اسی لیے پیام انسانیت کے کام میں اس کے ذمہ دار یہ خیال رکھتے ہیں کہ مذہبی بنیادوں پر بات نہ کی جائے؛ بلکہ محض انسانیت کی بنیاد پر بات ہو، برادران وطن کو انسانیت کا سبق دیا جائے، جس محلے میں جانا ہو وہاں انسانی اقدار پر گفتگو کی جائے۔

جب ملک تقسیم ہوا اور اس کے بعد یہاں کے حالات بدلنا شروع ہوئے، دشمنی کی فضا بننے لگی؛ خاص کر برادران وطن کے اندر یہ کوشش کی جانے لگی کہ ان کے ذہنوں کو مسلمانوں کے تعلق سے خراب کیا جائے، تو اس وقت مشہور عالم دین حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس خطرے کو محسوس کیا اور سن ۱۹۷۴ء میں الہ آباد سے ''تحریک پیام انسانیت'' کا آغاز کیا۔ یہ تحریک اپنے یوم تاسیس سے ہی مسلسل ہم وطنوں میں باہمی محبت، خیر سگالی اور سکون کو مضبوط کرتے ہوئے ملک کے باشندوں کو ملک کی ترقی میں اپنا ممکنہ تعاون فراہم کرنے کے لئے اُنکی حوصلہ افزائی کرتی آرہی

ہے. اس تحریک کے بانی مولانا علی میاں ندویؒ لکھتے ہیں:

تحریک پیام انسانیت اسی لیے وجود میں لائی گئی ہے کہ برادران اسلام اور برادران وطن کو جوڑ کر ایک ہی پلیٹ فارم پر لایا جائے، ان کے درمیان دوستی ومحبت کے بیج بوئے جائیں۔ یہ مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ اس ملک کو اور اس کے رہنے والوں کو بچانے کے لیے برادران وطن سے تعلقات بڑھائیں، آپس میں میل ملاپ کی فضا پیدا کریں اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں اور ابنائے وطن کو نیک مشورہ دینے اور ملک کو بچانے کی ذمہ داری قبول کریں، خدا آپ کی مدد کرے گا اور اس ملک کی اور یہاں بسنے والے تمام انسانوں کی حفاظت فرمائے گا۔'' (کاروان زندگی ۲۳۰/۴)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

تحریک پیام انسانیت کے مخاطب بلا تفریق مذہب وملت ملک کے تمام باشندے ہیں، اس کا موضوع انسانیت اور اخلاق ہے، اس کا مقصد ملک کے رہنے والوں میں زندگی کا سلیقہ اور شہریت کا احساس پیدا کرنا ہے۔(تحریک پیام انسانیت ص ۱۰)۔

تحریک پیام انسانیت کے اغراض ومقاصد درج ذیل ہیں۔

سرکاری وغیر سرکاری ہسپتالوں میں غریب مریضوں کی عیادت، ان میں پھلوں یا چائے بسکٹ یا پانی کی تقسیم، اور ان سے انسانی بنیادوں پر ہمدردانہ گفتگو اور بوقت ضرورت مدد کرنا۔

بلا تفریق مذہب وملت لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرنا، خاص طور پر سفروں میں بہتر اخلاق اور نرم مزاجی کا معاملہ کیا جائے۔

انسانی تعلیمات پر مشتمل لٹریچر کی تقسیم اسکولوں میں معاشرتی پروگرام کے ذریعہ

طلبہ کو انسانی خدمات کے لیے تیار کرنا۔

اولڈ ایج ہوم کا دورہ کر کے وہاں مقیم بوڑھے لوگوں سے ہمدردی کا اظہار کرنا، ان میں پھل کی تقسیم کے ساتھ دوا وعلاج کا انتظام کرنا۔

غرباء ومحتاجوں کی امداد، اس کے لیے پہلے مرحلے میں آس پاس کے علاقوں کا سروے کیا جاتا ہے، سروے کے بعد غریبوں اور ضرورت مندوں کی ایک فہرست بنائی جاتی ہے، پھر حسب ضرورت ان کی مدد کی جاتی ہے، کبھی راشن سے، کبھی سردی کے سامان سے، کبھی دوا علاج یا کسی اور ذریعہ سے۔

کارنر میٹنگ: اس میٹنگ کے ذریعہ افراد سازی کا کام ہوتا ہے، مختلف ملاقاتوں سے ایسے افراد سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے جن میں خدمت انسانی کا جذبہ موجود ہے، اس سے پیام انسانیت کے کام میں مدد ملتی ہے۔

میڈیکل کیمپ: اس کے ذریعہ پسماندہ علاقوں میں مفت طبی امداد مہیا کرائی جاتی ہے، اسی کے ذیل میں خون عطیہ کیمپ بھی لگائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ ایمبولنس کا انتظام کرنا بھی اس تحریک کے مقاصد میں شامل ہے۔

کیریئر گائیڈنس: ایسے طلباء جن کے اندر صلاحیتیں تو موجود ہیں، لیکن صحیح رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے ذہنی تناؤ کا شکار ہیں ان کی رہنمائی کرنا تا کہ وہ کامیاب انسان اور اچھے شہری بن سکیں۔

جیلوں میں پروگرام: جیلوں میں عام طور پر ایسے مجرم ہوتے ہیں جو انسانیت سے ناواقف، بلکہ انسانیت کے دشمن ہوتے ہیں اور بسا اوقات ایسے بے گناہ بھی ہوتے ہیں جو انسانوں کی حیوانیت کا شکار ہوتے ہیں، اس پروگرام کے ذریعہ انھیں انسانیت کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

اجلاس عام کرنا: جن علاقوں میں حالات کشیدہ ہوتے ہیں اور وہان مذہبی منافرت کو فروغ دیا جاتا ہے وہاں پیام انسانیت کے بینر تلے جلسے کیے جاتے ہیں تا کہ لوگوں کو انسانیت کا سبق ملے۔

پسماندہ علاقوں کی کفالت: پسماندہ علاقوں کا سروے کیا جاتا ہے پھر انھیں سرکاری اسکیموں سے باخبر کیا جاتا ہے۔سرکاری اسکیموں سے فایدہ اٹھانے کے لیے جن کاغذات کی ضرورت پڑتی ہے انھیں تیار کرانے میں مدد بھی کی جاتی ہے۔

لاوارث بچوں کی کفالت: لاوارث بچوں کی تعلیم وتربیت کا نظم کرنا، اس کے لیے ہو سکے تو گھروں کی تعمیر کرنا۔ اوران کی ہر ممکن دیکھ بھال کرنا۔

موسم سرما میں پانی تقسیم۔

سردیوں میں کمبل تقسیم۔شجر کاری۔

کتاب میلہ اور مختلف مقابلوں کا انعقاد۔

پیام انسانیت کا صدر دفتر ندوۃ العلماء لکھنو? کے احاطہ میں واقع ہے۔مولانا علی میاں ندویؒ کی وفات کے بعد مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اس تحریک کے سرپرست رہے، فی الحال مولانا بلال عبد الحئی حسنی ندوی صاحب کی نگرانی میں پیام انسانیت کا سفر جاری ہے۔

ماخوذ از: تحریک پیام انسانیت، مصنف: مولانا بلال عبد الحئی حسنی ندوی، ناشر: سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی۔

مختلف مضامین۔

(۵) جماعت اسلامی ہند:

جماعت اسلامی ہند کا قیام ۱۹۴۸ء کو عمل میں آیا، ویسے تو یہ تنظیم ایک دینی

جماعت ہے جس کا نصب العین اقامت دین ہے، لیکن خدمت خلق اور تحفظ انسانیت بھی اس کے اغراض ومقاصد کا حصہ ہے۔ سید ابو الاعلی مودودیؒ اس کے بانی ہیں، جامعہ نگر نئی دہلی میں اس کا صدر دفتر واقع ہے، اور ہندوستان کے ہر صوبے میں اس کی شاخیں موجود ہیں۔ یہ جماعت اپنی سرگرمیوں کو مختلف پروگراموں کے ذریعے انجام دیتی ہے، اس کے پروگراموں میں دعوت دین اور ہندوستانی سماج سے متعلق کاموں کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اس جماعت کا ماننا ہے کہ اسلام رنگ، نسل، زبان اور اونچ نیچ کی تفریق نہیں کرتا وہ تمام انسانوں کو ایک آدم کی اولاد تعلیم کرتا ہے۔ وہ سب کے لیے عدل وانصاف، فوز وفلاح، خوش حالی، تعمیر وترقی کا راستہ متعین کرتا ہے۔ تاکہ ساج میں صالح اقدار کا فروغ اور تحفظ ہو اور افتراق وانتشار اور تصادم وکشمکش کی فضا ختم ہو اور برادران وطن اسلام کی حقیقی تعلیمات سے واقف ہوں۔ وحدت بنی آدم، تکریم انسانیت، اور انسانی مساوات کے اسلامی تصورات اہل ملک پر واضح ہو جائیں۔ ملک میں اسلام سے واقفیت عام ہو جائے۔ وطنی بھائی اسلامی تعلیمات کو مسائل کا نجات دہندہ سمجھنے لگ جائیں۔ آپی بھائی چارے اور میل ملاپ کی فضا بنی رہے۔ یہ جماعت اس بات پر زور دیتی ہے کہ مسلمان اسلامی تہذیب سے اپنی وابستگی کو پختہ کریں، جان ومال کے تحفظ، شہری حقوق کی حفاظت اور دینی تشخص کی بقا کے لیے مل جل کر کوشش کریں، مظالم اور زیادتیوں کا جائز طریقوں سے مقابلہ کریں۔ مظلوموں کے ساتھ کھڑے ہوں ان کی دادرسی کریں۔

اس کے ذمہ دار اس بات کے داعی ہیں کہ ہندوستانی سماج ایک مذہبی اور روحانی سماج ہے۔ باشندگان ملک کے درمیان صحت مند روایت، ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی، رواداری اور احترام انسانیت کی ترغیب دیتے رہیں۔ دستور ہند کی انسانی قدریں اور آزادء فکر وعمل جاری رہے اور شہری حقوق کا احترام ہو۔ کمزور طبقات اور

محرومین کی دادرسی کی کوشش کی جاتی رہے۔

اس جماعت کا پیغام یہ ہے کہ خدمت خلق اسلامی تعلیمات کا اہم تقاضا ہے۔ عام انسانوں میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہو اور وہ انسانوں کی خدمت انجام دینے لگ جائیں یہ اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہے۔

ریلیف ورک: خدمت خلق، جذبہ انسانیت، اخوت، مرحمت ومواسات کا عملی مظہر ہے۔ اس عمل کے اندر دلوں کو جیت لینے کی بے نظیر صلاحیت ہوتی ہے۔ جماعت اسلامی ہند، آسمانی آفات، سیلاب، باڑھ، سنامی، زلزلے اور فرقہ ورانہ فسادات، وبائی امراض، آگ سے متاثرہ بستیاں، بے گناہ جیلوں میں قید مظلوموں کے لیے بہت بڑے پیمانے پر منظم ومنصوبہ بندی اور سروے کے بعد بلا تفریق مذہب وملت بھائی چارگی، انصاف، اور ایثار سے سب کی امداد اور ریلیف کے کام انجام دیتی ہے۔ کووڈ 19 کرونا لاک ڈاون مارچ تا جون 2020 میں جماعت نے پورے ہندوستان میں کروڑوں روپوں سے، مہاجر مزدوروں، مسافروں اور بھوکوں کو کھانا کھلایا۔ اناج، دوائیاں، سفر کے لیے آسانی، ضرورت کا سامان تقسیم کیا ہے۔ ملک بھر میں چیریٹیبل ڈسپینسریاں، چھوٹے بڑے اسپتال سال بھر خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے کلینکس سے یومیہ سینکڑوں مریض رجوع ہوتے ہیں۔ جہاں بلا لحاظ مذہب وملت مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ دواخانوں سے رجوع ہونے والے مریضوں میں برادران وطن کی اکثریت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں دواخانوں کی خدمات کے غیر مسلم اصحاب بھی معترف ہیں۔

جماعت اسلامی ہند کی رفاہی خدمات کا ایک نمونہ

مولانا سید سعادت اللہ حسینی صاحب امیر جماعت اسلامی ہند لکھتے ہیں:

کوچین سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر پہاڑیوں کے درمیان ایک دلکش وادی ہے جہاں جماعت کی تقریباً دس ایکڑ زمین ہے۔ یہاں خوبصورت عمارتوں میں کیرالہ جماعت کا ایک بڑا اہم ادارہ چل رہا ہے، جس کا نام انہوں نے وادی امن peace valley دے رکھا ہے۔ اس ادارہ میں غریب اور مجبور مریضوں کی متعدد خدمات انجام دی جاتی ہیں۔ ایک منزل معذوروں کی باز آبادکاری کے لئے مختص ہے۔ ایک منزل ذہنی اور نفسیاتی مریضوں کے لئے اور ایک عیادتی اور تکلیف کم کرنے سے متعلق خدمات palliative care and pain management کے لئے۔ ایک ڈائلاسس کے لئے۔ تمام خدمات بالکل مفت ہیں۔

یہ ادارہ ایک منفرد تصور کے تحت کام کر رہا ہے اور مریضوں کی نگہداشت اور باز آبادکاری سے متعلق بعض ایسے امور پر نہایت خوش اسلوبی سے کام کر رہا ہے جن پر عام ہسپتال توجہ نہیں دے پاتے۔ ان خدمات کے لئے ادارہ نے اپنا طریقہ کار تشکیل دیا ہے جس کے تحت مختلف شعبوں سے متعلق ڈاکٹرز، ماہرین نفسیات، پیرا میڈیکل اسٹاف، مریض کے اہل خاندان اور سب سے بڑھ کر مخلص اور دردمند مرد و خواتین والنٹیرز، کی مربوط و مشترک کوششوں سے مریضوں کے پیچیدہ مسائل حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

معذوروں کی باز آبادکاری کے مرکز میں ایسے کئی معذور ہیں جن کو ان کوششوں سے اپنے پیروں پر کھڑا کرنے اور خود کفیل بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔۔۔

آگے لکھتے ہیں:

اس مرکز میں متعدد مریض ہیں جن میں سے بعض کو انتہائی طویل علاج درکار

ہے اور بعض جان لیوا ور اذیت ناک بیماریوں میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں۔ انہیں یہاں مناسب طبی نگہداشت بھی ملتی ہے اور ان صبر آزما ایام کو ہمت وحوصلہ کے ساتھ کاٹنے اور اللہ کی مرضی پر راضی رہنے کی تربیت بھی۔ والنٹیر ز کی صحبت سے ان کی اذیت ناک زندگی میں خوشی و اطمینان کے لمحات بھی میسر آتے ہیں۔ یہ فرشتہ صفت والنٹیر ز ان کے کمرے میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے چہروں سے اذیت و بے بسی کے تاثرات ختم ہونے لگتے ہیں اور اندگی سے بھر پور مسکراہٹیں سج جاتی ہیں۔

نفسیاتی امراض کا سیکشن تو بہت عبرتناک ہے۔ اچھے خاندانوں کے بوڑھے اور جوان طرح طرح کی شدید نفسیاتی بیماریوں کے شکار ہیں۔ بعض ذہنی طور پر مفلوج بھی ہو گئے ہیں۔ سزوفرینیا، اے ڈی ایچ ڈی، ڈپریشن وغیرہ امراض جب شدید درجہ اختیار کر لیتے ہیں تو نہایت اذیت ناک ہوجاتے ہیں۔ صرف مریض کے لئے نہیں بلکہ اس کے خاندان والوں کے لئے بھی صورت حال بہت تکلیف دہ ہوجاتی ہے اور خاندان والے بھی بیزار ہو کر کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ ایسے صبر آزما مریضوں کو بھی یہاں رکھ کر ان کا علاج بھی کیا جاتا ہے اور ان کو خوش اور مطمئن رکھنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ ماخوذ از qindeelDailyhunt.in :

آزاد ہندوستان میں جماعت اسلامی ہند کا سفر عزیمت، مضمون نگار: محمد انور حسین ناندیڑ۔ جماعت اسلامی ہند کیا ہے؟ اور یہ کیا چاہتی ہے، از: عبدالعظیم رحمانی ملکاپوری۔

(٦) رحمان فاؤنڈیشن

١٩٩٥ء میں جب کہ ملک بابری مسجد کی شہادت کے بعد نفرت اور خوف کی

آگ میں جھلس رہا تھا، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کے مشورہ سے اور عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی کے شدید اصرار پر ملک کے نامور عالم دین اور مشہور بزرگ و مفکر مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی مدظلہ نے یہ ادارہ مختلف شعبوں میں خدمت خلق کے مقصد سے قائم کیا تھا، جو خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگا ہوا ہے۔اس ادارہ کا بنیادی مقصد انسانیت کی حفاظت اور خدمت خلق ہے، چنانچہ ادارہ کے مقاصد میں لکھا ہوا ہے:

دنیا آج زندگی کے ہر پہلو میں دوررس تبدیلیوں کی دہلیز پر ہے۔ یہ انتظار کررہی ہے کہ امت مسلمہ ہر طرح کے مسائل سے دوچار مصیبت زدہ انسانیت کی حفاظت اور اس کی مدد کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور وہ انسانیت کی تعمیری اصلاح کی ذمہ داری لے۔ امت مسلمہ نبی رحمت کی نمائندہ ہے، اس لیے تمام مسلمانوں کا اخلاقی طور پر یہ فرض بنتا ہے کہ وہ سماجی چیلنجوں کو پائیدار اور عالمگیر اصلاحات کے مواقع میں تبدیل کریں۔

اختصار کے ساتھ اس کی خدمات کا ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔

:ا طبی امداد: اس میدان میں اس ادارہ نے اب تک بے مثال خدمت انجام دی ہے، چنانچہ درج ذیل شعبے صحت کے میدان میں سرگرم عمل ہیں۔

1– نعمانی ہاسپٹل (بیلگام، کرناٹک)

2– نعمانی پالی کلینک (بیلگام، کرناٹک)

3– نعمانی کلینکل لیبارٹری (پیتھولوجی) (ناگپور مہاراشٹر) جس کے ۲ عدد کلیکشن سینٹر ہیں

4۔ امداد پالی کلینک (ناگپور مہاراشٹر)

5– رحمٰن فاونڈیشن کیئر کلینک 4 عدد کلینک (پونہ مہاراشٹر)

6– مانوسیوا کلینک (اچل کرنجی، مہاراشٹر)

7– نعمانی فری کلینک (دیواس، مدھیہ پردیش)

اسکے علاوہ ان تمام علاقوں، لکھنؤ، اور خانقاہ کے اطراف میں بلڈ ڈونیشن کیمپ، ومیڈیکل کیمپ وغیرہ ہر تین ماہ پر لگائے جاتے ہیں۔

ان میں سے اکثر وہ مقامات ہیں جہاں اس سے پہلے ایک بھی ڈاکٹر موجود نہیں تھا، ان کلینکس کے کھل جانے سے مقامی مسلم وغیر مسلم لوگوں کو بہت راحت ملی۔

۲ تعلیم: اس شعبہ کے تحت کئی ادارے چل رہے ہیں:

:۱۔ دارارقم، جامع مسجد، جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی (یوپی)۔ اس مدرسہ میں حفظ و ناظرہ مع تجوید اور ضروری بنیادی تعلیم دی جاتی ہے۔ بچے غریب گھرانوں کے ہوتے ہیں سب کے قیام وطعام (اور بسا اوقات علاج وغیرہ) کا انتظام مدرسہ ہی کے ذمہ ہے۔

:۲۔ ہر ماہ ایسے متعدد بچوں اور بچیوں کی تعلیمی فیس کی ادائیگی کے لئے: جو مختلف اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہیں، یا کوئی پروفیشنل کورس کر رہے ہیں اور جو یا تو یتیم ہیں یا ان کے والدین اپنی غربت کی وجہ سے فیس کی ادائیگی سے قاصر ہیں، ادارہ کا ماننا ہے کہ ایسے نوجوانوں کو ایک اچھی زندگی گذارنے میں انکی مدد کرنا انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔

:۳۔ امام ولی اللہ دہلوی انسٹیٹیوٹ فار اسلامک اسٹڈیز (IWIIS)

:۴۔ دارالعلوم امام ربانی

:۵۔ نعمانی انسٹیٹیوٹ آف لرننگ فار گرلس۔

:۶۔ مدرسہ امام قاسم، نیرل۔

:۳۔ بیوہ پنشن: بے سہارا، بیوہ یا مطلقہ خواتین کو بھی ماہانہ پنشن کے طور پر ایک

رقم دی جاتی ہے

:۴۔ یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال اور مالی امداد فراہم کرنا۔

:۵۔ حفظان صحت اور شہری صفائی مہم کو فروغ کرنا۔

:۶۔ قدرتی آفات، فسادات اور خانہ جنگی کے متاثرین کے لیے بچاؤ اور مدد کی عملی کوشش۔

رحمان فاونڈیشن کے سماجی اور انسانی خدمات کا دائرہ اتر پردیش، مہاراشٹر جیسے علاقوں میں بہت پھیلا ہوا ہے۔ اس کی ایک سائٹ بھی موجود ہے جس پر فاونڈیشن کے اغراض و مقاصد کی تفصیلات موجود ہیں، وہاں فاونڈیشن کی امداد کی شکلیں اور طریقہ بھی مذکور ہے۔ ماخوذ از www.rahmanfaundation.in:، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، جولائی ۲۰۱۴ء، مولانا بلال سجاد نعمانی کی فراہم کردہ تفصیلات

(۷) صفا بیت المال حیدر آباد

''صفا بیت المال ریلیجیس اینڈ ویلفیر ٹرسٹ'' ایک ایسا رفاہی، فلاحی، خیراتی اور تعلیمی ادارہ ہے جو علماء کرام کی راست نگرانی میں قوم وملت کے مستحق پسماندہ اور محروم طبقات تک پہنچنے ان کے احوال کی خبر گیری کرنے اور حالات کے تقاضہ کے مطابق ان کی امداد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیز انسانوں کے دلوں میں انسانیت، یکسانیت، پیار ومحبت کی شمع روشن کرنا اس ادارہ کا بنیادی مقصد ہے، اور انسانیت کی بنیاد پر خدمت خلق اس ادارہ کے اغراض ومقاصد کا اٹوٹ حصہ ہے۔ یہ ادارہ سن ۲۰۰۶ء میں قائم کیا گیا ہے لیکن اس نے قلیل عرصہ میں ہندوستان کی سرزمین میں انسانیت کی بنیاد پر خدمتِ خلق کی ایسی مثال پیش کی ہے جس کے مفید ترین نظام اور طریقہ کار کو غیر معمولی مقبولیت

حاصل ہوئی۔ ملت کے بہی خواہوں کے بھرپور تعاون سے صفا بیت المال نے عملاً ایسے اقدامات کئے ہیں جن سے ایک طرف ملت کے کمزور طبقات کو معاشی استحکام نصیب ہوا تو دوسری طرف بقائے انسانیت اور تحفظِ انسانیت کے حوالے سے قابل قدر اور لائقِ ستائش کام انجام پایا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

صفا بیت المال کی رفاہی سرگرمیوں اور انسانی خدمتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک، مستقل رفاہی سرگرمیاں اور دوسری ہنگامی رفاہی سرگرمیاں۔ مستقل رفاہی سرگرمیاں سال بھر جاری رہتی ہیں اور ہنگامی سرگرمیوں کا تعلق فسادات اور آفاتِ سماوی کے حالات سے ہے۔ مظفر نگر فسادات میں صفا بیت المال نے بے گھر مظلوم مسلمانوں کے لئے باقاعدہ ایک کالونی بنائی۔ اس طرح آسام فسادات کے موقع پر آسام کے متاثرہ علاقوں میں چار دینی مدارس کا قیام عمل میں لایا۔ کشمیر کے سیلاب میں صفا بیت المال کی ٹیم پہنچ کر متاثرین میں امداد تقسیم کی۔ کرنول سیلاب کے موقع پر صفا بیت المال کے کارکنوں نے گھروں اور مساجد کی صفائی کا کام انجام دیا۔ جہاں کہیں ہنگامی حالات پیدا ہوتے ہیں صفا بیت المال کے ذمہ داران اپنی امدادی ٹیم کے ساتھ فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ملک کی دس ریاستوں میں صفا بیت المال کی شاخیں قائم ہیں اور ہر شاخ میں مرکزی صفا بیت المال کی نگرانی میں وہ تمام رفاہی سرگرمیاں انجام دی جاتی ہیں جو مرکز کے تحت انجام پاتی ہیں۔ صفا بیت المال عام معنی میں صرف ایک ادارہ نہیں بلکہ وہ ایک ملک گیر رفاہی تحریک ہے۔ صفا بیت المال کا کمال یہ ہے کہ اس نے ملت اسلامیہ کے ایک ایک فرد کے اندر انسانیت کی مدد اور ملی ہمدردی کی روح پیدا کردی۔ صفا بیت المال نے بتایا کہ متمول گھرانوں میں پڑی بیکار اشیاء سے کس طرح بڑے بڑے رفاہی اور انسانی اقدار کی حفاظت کے کام انجام دیئے جاسکتے ہیں۔

ذیل میں صفا کی انسانی بنیادوں پر کی جانے والی خدمات کی ہلکی جھلک پیش کی جارہی ہے جس سے اس کی سرگرمیوں کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

سلم بستیوں میں مقیم خاندانوں کا جامع سروے: شہر حیدرآباد میں واقع غریب علاقوں میں مقیم غریب خاندانوں کا جامع سروے کیا جارہا ہے اور ان میں حسبِ حیثیت استحقاق کارڈز کی اجرائی عمل میں آرہی ہے اور انہیں صفا بیت المال کی اور حکومتِ تلنگانہ اسکیمات سے سہولتیں فراہم کی جارہی ہے۔

صفا موبائیل کلینک: حیدرآباد کے 25 محلوں میں مہینہ میں ایک مرتبہ مفت میڈیکل کیمپ منعقد کیا جاتا ہے جس میں مفت معائنہ کے ساتھ دوائیں بھی مفت دی جاتی ہیں جس میں ایم بی بی ایس ڈاکٹرس مصروف ہیں۔ روزانہ اوسطاً 100 بیمار اور ماہانہ 2500 بیمار مستفید ہوتے ہیں۔

صفا ہیلتھ کیئرس کا قیام: سنگاریni کالونی میں واقع پانچ ہزار جھونپڑیوں کے درمیان عابدہ کلینک کے نام سے ایک مستقل کلینک قائم ہے اس کے علاوہ علاقہ بابانگر اور کشن باغ میں بھی صفا ہیلت کیرس قائم ہیں، جہاں مستحق بیماروں کی مفت تشخیص کے علاوہ دوائیں اور حسبِ ضرورت معائنے مفت کئے جاتے ہیں۔

صفا ڈائیگناسٹک سنٹر: مسجد صحیفہ اعظم پورہ کے روبرو قائم صفا ڈائیگناسٹک سنٹر حیدرآباد میں ان بیماروں کی مختلف بیماریوں کا مفت ٹیسٹ ہوتا ہے جو صفا موبائیل میڈیکل کلینک کے کیمپس سے روزانہ رجوع ہوتے ہیں۔

دواخانوں میں پانی پلانے کا نظم: موسم گرما کے تین مہینے مسلسل عثمانیہ دواخانہ حیدرآباد اور نیلوفر دواخانہ حیدرآباد میں صاف اور ٹھنڈا پانی بیماروں اور تیمارداروں کو پلایا جاتا ہے۔ روزانہ چار تا پانچ ہزار افراد ان دونوں مقامات پر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اس

کے لئے صفا بیت المال کا سلسبیلِ صفا نامی واٹر پلانٹ بھی قائم ہیں۔

طبی ہنگامی امداد: حادثات کا شکار غریب افراد یا مہلک امراض میں مبتلا اشخاص کی ہنگامی امداد کیلئے یہ شعبہ قائم ہے اب تک ایسے سینکڑوں بیماروں کی امداد کی جا چکی ہے۔

بلڈ ڈونیشن سرویس: غریب بیماروں کے لیے شدید ضرورت کے موقع پر خون کا عطیہ دینے کے لیے صفا بلڈ ڈونیشن سرویس موجود ہے۔

صفا جاب ہیلپ لائن: بیروزگار نوجوانوں کو مختلف کمپنیوں میں روزگار فراہمی کے سلسلے میں رہنمائی کے لیے یہ جاب ہیلپ لائن قائم کیا گیا ہے۔

کفالتِ خاندانِ معذورین: ایک ہی گھر کے دو سے زائد معذور افراد جو کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہوں ان کی کفالت لی جاتی ہے اور ہر مہینہ بقدرِ ضرورت ان میں امداد دی جاتی ہے۔

وظائف بیوگان: غریب محلوں میں سکونت پذیر 100 سے زائد بے سہارا بیواوں میں ماہانہ وظائف کی تقسیم گزشتہ چھ سالوں سے جاری ہے۔ ہر مہینہ ان کو اکاونٹ کے ذریعہ 1000 روپئے جاری کئے جاتے ہیں۔

بے روزگار افراد کو روزگار فراہمی: ایسے معذور افراد جو معذور ہونے کی وجہ سے روزگار سے محروم ہیں روزگار فراہم کیا جاتا ہے۔ ایسے بیسیوں افراد کو روزگار فراہم کیا گیا ہے۔

صفا ٹیلرنگ سنٹرس: حیدرآباد کے مندرجہ ذیل غریب محلوں میں 12 ٹیلرنگ سنٹرس قائم ہیں جن میں سے ہر ایک سنٹر پر پندرہ تا بیس خواتین کی تربیت جاری ہے۔ ہر چار مہینہ میں گیارہ بیا چس تربیت حاصل کرتے ہیں۔

صفا مائیکرو فینانس: علاقے گشن باغ حیدرآباد میں مقیم چھوٹے کاروباریوں کو سودی لعنت سے بچانے کے لئے صفا مائیکرو فینانس کا نظام جاری ہے، تا حال سینکڑوں تاجرین میں قرضہ حسنہ جاری کیا گیا۔

تجہیز وتکفین: غریب میتوں کی مفت تجہیز وتکفین اور لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین کے ساتھ تدفین کا بھی نظم کیا جاتا ہے۔

خدامِ دین فنڈ: ائمہ مساجد و موذنین نی معلمین مدارس و مکاتب کو ہنگامی حالات میں قرضۂ حسنہ فراہم کرنیکی غرض سے خدامِ دین فنڈ قائم کیا گیا ہے جس میں زائد از چھ سوا کاونٹ ہولڈر فی الوقت موجود ہیں۔

شعبۂ ترویج پیام انسانیت: عصری مدارس کے طلبہ میں اخلاقیات کی تعلیم کے لئے ایک موثر نظام قائم ہے نیز قیدی بچوں کی تربیت کا نظام بھی جاری ہے۔

عیدالاضحیٰ میں فضلہ صفائی مہم: عیدالاضحیٰ کے دوسرے اور تیسرے دن حیدرآباد کے دس بارہ محلوں میں قربانی کے جانوروں کے فضلے جات کی صفائی کیلئے دس بڑی گاڑیاں اور بیس سے زائد والینٹرس مقرر کئے جاتے ہیں تا کہ فضلے جات کے تعفن سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

رمضان راشن تقسیم: ماہ رمضان المبارک سے قبل غریب روزہ دار خاندانوں میں رمضان راشن تقسیم کا نظم کیا جاتا ہے۔ حیدرآباد کے دو ہزار خاندانوں میں اور صفا بیت المال کی شاخوں کے زیر اہتمام دس ہزار سے زائد خاندانوں میں رمضان راشن تقسیم ہوتا ہے۔

صفا ہیلپ لائن: حکومت کی جانب سے اقلیتوں کیلئے جاری اسکیمات سے استفادہ کے لئے اور مستحق افراد تک اس فنڈ کو پہنچانے کی عملی تدابیر کیلئے ایک ٹیم مقرر

ہے نی مثلاً شادی مبارک اسکیم، اسکالرشپس، وظائف بیوگان ومعذورین وروزگار فراہمی

آسام میں چار مدارس کا قیام: ۲۰۱۲ء میں پیش آئے فسادات سے متاثرہ پانچ سوطلبہ کی تعلیم وتربیت کے لئے آسام ہی کے چار مقامات پر چار دینی مدارس مع قیام و طعام قائم ہیں جن کا سالانہ مجموعی خرچ تقریبا پچاس لاکھ روپئے ہے۔

آفاتِ ارضی وسماوی کے مواقع پر ہنگامی امداد: زلزلہ، سیلاب، طوفان یا فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر ہنگامی امداد، کرنول اور کشمیر کے سیلاب کے موقع پر، وشاکھاپٹنم کے طوفان کے موقع پر اور مظفرنگر اور آسام کے فسادات کے موقع پر بے مثال خدمات۔

بورویلس کی تنصیب: ایسے دیہات جہاں پانی کی قلت ہو بورویلس کی تنصیب کی فکریں کی جاتی ہیں اب تک ڈھائی سو سے زائد بورویلس کی تنصیب ہو چکی ہے۔

شادی امداد: غریب و مستحق جوڑوں کی شادی کا مکمل انتظام کیا جاتا ہے اس شرط پر کہ وہ شادی صفا بیت المال کے دفتر پر ہوگی اور دفتر ہی سے تاریخ کا تعین ہوگا۔

شاخہائے صفا بیت المال: صفا بیت المال کی بے مثال رفاہی وفلاحی خدمات نے صرف آٹھ سال میں اس کو ملک کے طول وعرض تک پہنچا دیا ہے۔ مندرجہ ذیل دس ریاستوں میں اس کی خدمات جاری ہیں جس کی تفصیلات یہ ہیں: تلنگانہ وآندھرا پردیش: کرنول، ظہیرآباد، میدک، عادل آباد، محبوب نگر، کریم نگر، ورنگل، وجئے واڑہ، ویسٹ گوداوری، نظام آباد، نلگنڈہ، اٹنور، خانہ پور، گتی ضلع اننت پور، سداسیوا پیٹ، کرناٹک: بنگلور، بیدر، گلبرگہ، چکمگلور، میسور، بلاری، شیموگہ، ہاسن، دھارواڑ، رائچور، ٹمکور، ساگر، چنچولی، مہاراشٹرا: پربھنی، ناندیڑ، اورنگ آباد، ہنگولی، لاتور، جنتور، بسمت، منجلے گاؤں آسام: بلاسی پاڑہ، شکتلا، تلسی بیل، احمد پورہ، مری گاوں، نوگاوں ٹاملناڈو: آمبور،

وانمباڑی جھارکھنڈ جام تارا اتر پردیش: کیرانہ (مظفر نگر) اڑیسہ: برہم پردہ، کالا پہچان،فقیر شاہی، مدھیہ پردیش: برہان پور

اسکراپ وصولی مہم: یہ صفا بیت المال کی ایجاد ہے جس کے ذریعہ ہزاروں غریبوں کی ضرورت پوری ہورہی ہے،غیر مستعمل اور پرانی چیزیں حاصل کرکے مستحق افراد تک پہنچایا جاتا ہے،اس کے لیے باضابطہ گاڑیاں ہیں،نیز اس کے لیے رابطہ نمبر بھی ہے،اس نمبر پر فون کرنے سے صفا کی متعلقہ ٹیم امداد کرنے والے کے گھر آجاتی ہے۔

اس کے علاوہ حیدرآباد کے اولڈ ایج ہومس کے دورے کئے جاتے ہیں اوران میں امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس کا صدر دفتر حیدرآباد ملک پیٹ حیدرآباد میں واقع ہے،جس کا پورا نظام ایک ٹرسٹ کے ماتحت ہے،مولانا غیاث احمد رشادی صاحب اس کے مرکزی صدر ہیں۔اس کی ایک سائٹ بھی ہے جہاں امداد اور تعاون کی شکلیں لکھی ہوئی ہیں۔

ماخوذ از:،www.fikrokhabar.com / Urduleaks.com ،
ماہنامہ سلسالِ صفا حیدرآباد شمارہ مارچ ۲۰۲۱، www.safabaitulmaal.org

(۸) طور بیت المال حیدرآباد تلنگانہ وآندھرا پردیش

طور بیت المال حیدرآباد رفاہی اور انسانی بنیادوں پر خدمت کرنے والا ایک قدیم ترین ادارہ ہے،یہ ادارہ ۱۹۶۶ء میں قائم ہوا تھا جو اب تک قائم ہے،میر وزارت علی پاشا اس کے پہلے معتمد تھے جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے،،یہ ادارہ پبلک سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے تحت آتا ہے اور ایک مجلس انتظامی کی نگرانی میں مصروفِ عمل ہے اس کا دفتر موتی گلی،خزانہ عامرہ، حیدرآباد میں واقع ہے۔اس کے اغراض ومقاصد درجِ

ذیل ہیں :

:ا۔ مدارس کی امداد یعنی ہمہ وقتی دینی مدارس کو جہاں پر بچوں کے لیے قیام وطعام کا نظم ہوتا امداد دی جاتی ہے۔

:۲۔ شہر حیدرآباد میں رہنے والی نادار لڑکیوں کی شادیوں میں امداد کی جاتی ہے۔

:۳۔ لاوارث اور غیر مستطیع مردوں کی تجہیز و تکفین کا کام کیا جاتا ہے۔

:۴۔ وہ مستحق طلباء جو دینی یا عصری تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کی امتحانی یا داخلہ فیس کی شکل میں امداد۔

:۵۔ اتفاقی وقدرتی حادثوں کا شکار ہونے والے افراد کی مدد، ایسے مجبور افراد جو آتشزدگی یا چوری کا شکار ہوجائیں یا طویل بیماریوں میں مبتلا ہیں، بیواؤں کو ایام عدت کے لیے اور معذور افراد کو چھوٹی تجارت کی غرض سے ان کی مدد کی جاتی ہے۔

:۶۔ بہ کفالت اشیائ قرض کی اجرائی۔

:۷۔ شخصی ضمانتوں پر قرض دینا۔

:۸۔ ریلیف: شہر حیدرآباد اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہونے والے فسادات میں متاثرین کی مدد۔

:۹۔ امداد مستحقین: شہر حیدرآباد میں مقیم بیواؤں کو دو ہزار روپے دئے جاتے ہیں۔

:۱۰۔ فراہمی عینک: مجبور ولاچار افراد کو عینک کا نمبر لانے پر عینک دلوائی جاتی ہے۔ ماخوذ از: سالانہ رپورٹ بابت سال ۱۹۷۲ء۔ اور ۲۰۱۸ء

اس کے علاوہ ویلفیئر ٹرسٹ بیت المال، سیاست ملت فنڈ، فیض عام ٹرسٹ، دارالسلام ایجوکیشنل ٹرسٹ، اویسی اسکولس آف ایکسلنس اور دکن بیت المال کے نام

سے بھی ادارے قائم ہیں جو انسانی بنیادوں پر حیدرآباد میں کام کرتے ہیں۔

(۹) رحمت گروپ بنگلور

رحمت گروپ دارالاحسان ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کی ایک اہم یونٹ ہے، تحفظ انسانیت کے حوالہ سے اس کی خدمات قابل ستائش ہیں، ۲۰۱۷ء میں اسے خدمت انسانیت کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔اس کا صدر دفتر بنسن ٹاون بنگلور کرناٹک میں واقع ہے۔ 'محبت کا دیپ جلاو، نفرت کی آگ بجھاو" اس گروپ کا بنیادی پیغام اور سلوگن ہے۔ادھر کئی سالوں سے حضرت مولانا سید محمد طلحہ نقشبندی دامت برکاتہم اس کی نگرانی فرمارہے ہیں۔

خدمت انسان کے مقصد کے پیش نظر بزرگوں کے ہدایات کردہ طریقہ کے مطابق خدمت خلق کا عظیم کارنامہ انجام دینے والی ایک تحریک بنام رحمت گروپ ہے، جو بلا کسی تفریق مسلک و مذہب محض انسانیت کی بنیاد پر کام کرتی ہے، اس کے کاموں کے مختلف شعبے ہیں :

(۱) ایجوکیشن: ورکشاپ، فری ٹیوشن کیریئر گائیڈنس مضمون نگاری اور تقریری مقابلے، نیز طلبہ کیلئے مختلف ٹیوشنس اور کلاسیس کا انتظام مثلا، کمپیوٹر، پرسنالٹی ڈیولپمنٹ، بزنس ٹریننگ وغیرہ۔

(۲) پسماندہ علاقوں کا سروے، غرباء بیواوں، یتیموں اور محتاجوں کی کفالت نوکریاں دلانا، شراب و دیگر نشہ کے عادی لوگوں کی زندگیاں بچانے، ان پر تعلیم و تربیت کا حسب استطاعت انتظام کرنا۔

(۳) ہسپتال وزٹ: مختلف سرکاری وغیر سرکاری ہسپتالوں میں جا کر مریضوں

کی عیادت کرنا۔ان کیلئے فروٹ مع دوائیاں،حسب استطاعت مالی تعاون کرنا۔

(۴) میڈیکل سروس: فری میڈیکل سرویس س: فری میڈیکل کیمپ،خون کا عطیہ،اوروبائی امراض کے متعلق

(۵) اولڈ ایج ہوم وزٹ: کمزورضعیف اور بے سہارالوگوں سے ملنا،انکی مدد کرناوغیرہ

(۶) جی ل وزٹ: مجرموں اور گنہگاروں سے ملنا،اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔

(۷) اج لاس ومش ورے: مختلف طبقوں سے رابطہ کرنا، انسانیت کا پیغام پہنچاناوغیرہ۔

(۸) ریلوے وزٹ: ضرورت مند مسافروں کی امداد،ان تک کھانے پینے کی چیزیں پہنچانا۔

گذشتہ سال کوڈ کی وجہ سے ملک میں جو بحرانی صورت حال پیدا ہوئی تھی اس وقت بلاتفریق مذہب وملت اس گروپ نے مسافروں،مزدوروں اورضرورت مندوں کی خوب خدمت کی۔

(۱۰) پاپولرفرنٹ آف انڈیا(پی ایف آئی)

ملک وملت کے تمام شعبہائے حیات کیلئے مختلف شاخ کے ذریعہ یہ تنظیم کام کرتی ہے، دس سال کے عرصہ میں پی ایف آئی جنوبی ہند سے نکل کر ہندوستان کے تمام علاقے میں پہونچ چکی ہے اور پورے ملک میں کام کررہی ہے۔2006 میں پاپولرفرنٹ آف انڈیا کی بنیادرکھی گئی۔2017 میں بنگلور میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اس کے قیام کا اعلان کیا گیا۔پاپولر فرنٹ آف انڈیا کے قیام کا اصل مقصد تو ہندوستانی

مسلمانوں کو طاقتور بنانااور بیدار کرنا ہے؛لیکن یہ تنظیم ملک کے تمام ترمظلوم، دبے کچلے و کمزورطبقات کی ہر اعتبار سے تقویت کے لئے جدو جہد میں بھی سرگرم ہے؛ چنانچہ اس کی جانب سے دلتوں اور پسماندہ طبقات کے حقوق کی آواز بھی بلند کی جاتی ہے۔

ماضی قریب میں اس تنظیم نے ملک میں بلا تفریق مذہب وملت ہر ضرورت مند، حالات سے گھرے ہوئے اور حادثات کے مارے ہوئے لوگوں کی حمایت ومدد کی ہے۔اس تنظیم کے کیڈرس نے ملک میں کورونا متاثرین کی جس طرح مدد کی ہے وہ قابل ذکر ہی نہیں بلکہ قابل ستائش بھی ہے۔ جب ملک میں کوڈ کا قہر جاری تھا، دوائیں مفقود تھیں، آکسیجن کیلئے دوسرے ملکوں سے مدد مانگی جارہی تھی یا مدد آرہی تھی،لوگ مررہے تھے، ایمبولینس کم پڑ رہے تھے، ایسے وقت میں اس تنظیم کے کیڈرس، بیماروں کے لئے ایمبولینس کا انتظام کررہے تھے تو کبھی آکسیجن فراہم کررہے تھے تو کبھی دوائیں سپلائی کر رہے تھے ان کے عظیم کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ مردہ جسموں (death body) کی بلاتفریق مذہب وملت آخری رسومات ادا کرنے میں مدد بھی فراہم کررہے تھے۔

حالیہ سیلاب کے دنوں میں پاپولر فرنٹ آف انڈیا کی لوگوں کو سیلاب زدہ علاقوں میں سیلاب سے متاثر لوگوں کی جان کو اپنی جان مصیبت میں ڈال کر بچاتے اور ان کے لئے راشن پانی کا انتظام کرتے ہوئے بھی سوشل میڈیا اور اخبارات کی تصویروں میں دیکھا گیا جسے آج بھی سوشل میڈیا اور گزشتہ اخبارات کے تراشوں میں اس تنظیم کے گراں قدر کارناموں کو دیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے۔

اس کے یوم تاسیس کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ تنظیم کم عمر ہے مگر اپنے کارناموں، خدمات اور روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت کے بنا پر بے حد مشہور ہے بلکہ ہندوستان کے طول وعرض خاص طور سے جنوبی ہند میں اس تنظیم نے کافی کام کیا ہے۔

اس تنظیم کے اہم مقاصد میں سے ہے کہ ہندوستان میں رہنے والے لوگوں کو آئین کے ذریعہ دیئے گئے جملہ حقوق یکساں طور پر فراہم کیے جائیں، ہندوستانی سماج ومعاشرے میں حاشیہ پر کھڑے لوگوں کو تقویت دی جائے بالخصوص آج کے حالات میں مسلمانوں کی بری حالت ہے وہ تعلیمی سماجی سیاسی ہر اعتبار سے بچھڑے ہوئے ہیں لہذا اس تنظیم کے لوگوں نے مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی کیلئے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس تنظیم کو مسلمانوں کے علاوہ دیگر کمزور طبقہ کے افراد سے کوئی بیر ہے بلکہ ان میں بھی اس تنظیم کے کیڈرس نے اپنی محبت ہمدردی اور انسانیت کے مضبوط رشتوں کو اپنے رفاہی کے کارناموں سے زندہ رکھا ہے۔

پاپولر فرنٹ آف انڈیا کا ایک اہم مقصد ملک کو فرقہ پرستی سے محفوظ رکھنا ہے اس کا ماننا کہ ملک میں فاسسٹ طاقتین ملک کی سالمیت کے لیے خطرہ ہیں، لہذا انھیں روکنا بہت ضروری ہے۔

اس تنظیم کے مقاصد میں ملک کو باوقار بنانا، ہندوستان کو دنیا میں ترقی کی راہ پر گامزن مما لک میں سرفہرست بنانا، ایک ایسا ملک بنانا جہاں امن وسکون ہو، قانون کی بالا دستی ہو، سب محبت کے گہوارے میں مل کر اور متحد ہو کر زندگی گزار سکیں، جہاں ذات پات مذہب ومسلک، رنگ ونسل غرض کہ کسی طرح کا کوئی بھی بھید بھاو نہ ہو، شامل ہے۔

فرنٹ کے اغراض ومقاصد ایک نظر میں

قانونی دفاع، قانونی آگہی پروگرام، شہری حقوق کا تحفظ، مظلومین کے ساتھ اظہار یکجہتی، کمیونٹی ڈیولپمنٹ، بلڈ ڈونیشن، کمبل تقسیم، ریلیف کام، آفات میں بچاو وراحت رسانی، تعلیمی تقویت: اسکالرشپ، اسکولی جوتوں کی تقسیم، معاشرتی اصلاح: خود اعتمادی،

نشہ مُکت مہم، انسانی خدمات، صحت وحفظانِ صحت: صحت مند عوام، صحت مند ملک، عبادت گاہوں کی صفائی وغیرہ۔

او ایم اے سلام اس فرنٹ کے موجودہ چیرمین ہیں، دہلی شاہین باغ میں اس کا صدر دفتر واقع ہے۔

ماخوذ از: پاپولر فرنٹ آف انڈیا، مہاراشٹر 2021ء۔ پاپولر فرنٹ آف انڈیا: تعارف وکارنامے، مضمون نگار: ابوالبرکات شاذ قاسمی۔ Urdu.millattimes.com

(۱۱) الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

''الحبیب ٹرسٹ'' ایک منظم اور فعال تنظیم ہے، جس کا کام مختلف جہات میں پھیلا ہوا ہے، غریب بچوں وبچیوں کی تعلیم وتربیت اور غریبوں کی فلاح وبہبود اس تنظیم کے اغراض ومقاصد میں سرفہرست ہے۔ اس ٹرسٹ کے تحت جہاں دیہی علاقوں میں مکاتب ومساجد قائم کیے جاتے ہیں وہیں یتیم، مسکین، بیوگان اور ضرورت مندوں کی ماہانہ وسالانہ امداد بھی کی جاتی ہے، چنانچہ غذائی اجناس کے علاوہ ملبوسات، کمبل اور نقد روپے بھی تقسیم کیے جاتے ہیں، غریب بچیوں کی شادی میں نقد روپے کے ذریعہ تعاون کیا جاتا ہے، علاوہ ازیں ریلیف کے کاموں کے لیے ایک ریلیف فنڈ بھی موجود ہے جس میں معتد بہ رقم صرف کیا جاتا ہے۔

واٹر پمپ (ہینڈ پائپ)

''الحبیب ٹرسٹ'' کے اغراض ومقاصد میں غریب علاقوں میں پانی کا نظم وانتظام بھی ہے، چنانچہ اب تک ٹرسٹ کی طرف سے مختلف علاقوں میں سیکڑوں واٹر پمپ لگائے جا چکے ہیں جس سے ہر طبقہ کے لوگ پانی سے سیراب ہو رہے ہیں اور تسلسل کے

ساتھ یہ کام جاری ہے۔ مفتی حبیب اللہ صاحب چمپارنی قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور اعظم گڑھ اس ٹرسٹ کے بانی اور صدر ہیں۔

(۱۲) بِسمی کلچرل سینٹر کالی کٹ کیرالہ (BCC)

بشیر نامی ایک شخص جس کی زندگی بہت غربت میں گزری اور بچپن سے جوانی تک ان تمام دشواریوں کا سامنا رہا جو ایک غریب انسان کا جزء لاینفک ہوتا ہے لیکن اس غربت اور پریشانیوں نے بشیر صاحب کو خدمت خلق اور تحفظ انسانیت کا وہ جذبہ عطا کیا جو قابل دید، لائق تقلید اور قابل تعریف ہے۔

شروع میں بشیر صاحب نے یتیموں کی تعلیم وتربیت اور کفالت کا ارادہ کیا اور تین یتیم بچوں کی کفالت سے خدمت خلق کے سفر کا آغاز آج سے تقریبا پچیس سال قبل کیا؛ اور ۱۹۹۵ میں BISMI CULTURAL CENTER CALICUT,KERALA کی بنیاد رکھی، اب اس کے تحت پندرہ سو بچوں کی کفالت کی جاتی ہے، کوالیفائڈ ڈاکٹرز کے ذریعہ بیماروں کا علاج ہوتا ہے، وہیں سے دوائیں دی جاتی ہیں، سارے متعلقہ چیک اپ اسی سینٹر میں ہوتے ہیں، ہر طرح کے ڈاکٹرز کی ٹیم ہر اتوار کو اپنی خدمات پیش کرتی ہے، فیزیوتھریپی سینٹر بھی موجود ہے، اس کے علاوہ بیواؤں کو مستقل راشن اور کپڑے دیے جاتے ہیں، جن کے پاس گھر نہیں ہیں ان کے مکان کی تعمیر کی جاتی ہے، اسی سینٹر میں ہر اتوار کو درس حدیث، درس قرآن و دیگر عنوان پر لکچر ہوتے ہیں جس سے پیامِ انسانیت عام ہوتا ہے، اس کے علاوہ بہت ساری خدمات اس سینٹر سے انجام پا رہی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ خدمات انجام دینے والے افراد کسی اجرت کے بغیر کام کرتے ہیں اور پورے نظام کو بشیر صاحب خود دیکھتے ہیں۔ بشیر صاحب آج بھی آٹو رکشہ

چلاتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ تمام خدمات انجام دیتے ہیں اور ہمیشہ ان کی پوری ٹیم ایک بات کہتی ہے کہ اس کا اجر ہم لوگ آخرت میں چاہتے ہیں۔ اس سینٹر کا صدر دفتر کالی کٹ کیرالہ میں واقع ہے، اس سینٹر کا دائرہ کار ویسے تو کیرالہ تک محدود ہے، لیکن اگر کوئی شخص یا ادارہ اس کے ماتحت دوسرے علاقوں میں کام کرنا چاہتا ہے تو یہ سینٹر اس کا تعاون کرتا ہے۔

سینٹر کے اغراض ومقاصد پر ایک نظر

ا۔ گھر کی تعمیر وتزیین:

جو لوگ اپنے تباہ شدہ مکانات کی مرمت نہیں کرسکتے یا جو خاندان کسی قسم کے شیڈ میں رہتے ہیں، سینٹر ان کی نشاندہی کرتا ہے، پھر ان کے گھروں کی مرمت اور آرائش کا کام ہوتا ہے، یہ اہم سہولت ان افراد کو دی جاتی ہے جن کے پاس اپنی زمین اور تباہ شدہ مکان موجود ہے۔

۲۔ مکانات کی تعمیر:

جن غریبوں اور یتیموں کے پاس اپنا گھر نہیں ہے، ان کی نشان دہی کے بعد سینٹر کی طرف سے انھیں نیا مکان دیا جاتا ہے۔ یہ مکانات خاندانی جائیداد کے طور پر رجسٹر نہیں کیے جاتے، تاہم جب تک ان کا اپنا گھر نہ بن جائے تب تک ان میں رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ایسا اس لیے کیا جاتا ہے، تاکہ اس سے مستقبل میں دیگر غریب لوگوں کے لیے جائیداد رکھنے اور پیسے کے عوض مکان فروخت کرنے سے بچنے میں مدد ملے۔

۳۔ یتیم کی دیکھ بھال کا پروگرام۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ یتیم بچوں کو یتیمی کے احساس کے بغیر اپنی ماں کے پاس رکھنا؛ چنانچہ ان کے لیے ماہانہ مذہبی کلاسز کا اہتمام کیا جاتا ہے، مالی حیثیت کی بنیاد پر فیملی پنشن بھی دی جاتی ہے۔اس کی وجہ سے یتیم بچے مطمئن زندگی گزارنے کے ساتھ استحصال اور توہمات کا شکار نہیں ہوتے۔اس کے علاوہ یتیموں مہینہ کے ہر دوسرے ہفتہ تمام یتیم خاندانوں کا ایک اجتماع ہوتا ہے، اس دن محبت، کھیل کود، تفریح کے ساتھ انھیں شاندار کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔ نیز تہوار کے موقعوں پر اچھا کھانا اور نئے کپڑے دیے جاتے ہیں۔

۴۔ جنرل کلینک اور فارمیسی:

ڈاکٹرز اور رضاکاروں کی ٹیم ضرورت مندوں اور پسماندہ لوگوں کو مکمل طبی سہولیات مفت فراہم کرتی۔ بہتر علاج کے لیے مالی مدد اور رہنمائی بھی فراہم کی جاتی ہے۔اس کے تحت یہ کوشش بھی جاتی ہے کہ مریض استحصال اور نقصان دہ ادویات کے استعمال کے خطرات سے محفوظ رہیں۔اسلامی اور انسانی اخلاقیات سے متعلق مشورے بھی دیے جاتے ہیں۔کلینک سے ہر ہفتے تقریباً پچاس مریض براہ راست علاج اور راحت حاصل کررہے ہیں۔

۵۔ گردے کے مریضوں کی امداد:

گردے کے مریضوں کے سامنے ڈائلسس یا ٹرانسپلانٹیشن ایک بڑا مسئلہ ہے، ہر ہفتہ یا ہر ماہ کے اخراجات کا نظم غریبوں کے لیے پریشان کن معاملہ ہے، سینٹر

ایسے مریضوں کی ہر ماہ ایک ہزار روپے کے ذریعہ مدد کرتا ہے۔ مستقبل میں سینٹر ایک خصوصی ڈائلسس سینٹر کے قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ کیرالہ ہی میں متعدد ادارے اور تنظیمیں ہیں جو اس طرز کی انسانی خدمات فراہم کرتی ہیں۔ ماخوذ از :bismi cultural center

(۱۳) اَوَرْ انڈیا فاونڈیشن (Our India foundation)

یہ ادارہ کیرالہ کی بعض رفاہی تنظیموں کے طرز پر کاندھلہ یوپی میں سرگرم عمل ہے، پسماندہ طبقات کی زندگیوں میں خوش حالی اور غریبوں کو ایک وقار دینے کے مقصد سے یہ ادارہ ۹ جولائی ۲۰۱۴ء میں قائم کیا گیا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۲۰۱۳ء مظفرنگر فسادات کے بعد کیمپوں میں جو بچے اور ضرورت مند مقیم تھے ان کی تعلیم وتربیت اور کفالت بہت پیچیدہ مسئلہ تھا، جس کے حل کے لیے لوگ پریشان تھے چنانچہ اس وقت کیرالہ کی بعض تنظیموں اور وہاں کے اصحاب خیر کے تعاون اور اشتراک سے کاندھلہ میں ایک اسکول اور اور انڈیا فاونڈیشن قائم کیا گیا، تاکہ علاقہ میں علمی اور سماجی ترقی بھی ہو اور کیمپ میں مقیم بچوں اور محتاجوں کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل بھی ہو؛ چنانچہ تعلیم، روزگار اور صحت کے میدان میں یہ ادارہ اچھا کام کررہا ہے، رہائش، پینے کا پانی اور بیواوں اور محتاجوں کی امداد اس کا بنیادی مقصد ہے۔

اس ادارے کے مقاصد میں اچھے اسکول کا قیام، ڈرنکنگ واٹر پروجیکٹ، ٹوائلٹ پروجیکٹ بھی شامل ہے۔ اور انڈیا انٹرنیشنل اسکول کے نام سے کاندھلہ میں ایک اسکول بھی چل رہا ہے۔

ضلع شاملی اور اس کے اطراف میں اب تک ایک سو بیس بڑے نل، یعنی سمرسیبل

لگائے گئے ہیں جس کی وجہ پینے کے پانی سہولت ہوگئی ہے، بوقت ضرورت راشن تقسیم کیے جاتے ہیں، ابھی لاک ڈاون میں بکثرت راشن بھی تقسیم کیے گئے ہیں، موسم سرما میں ضرورت مندوں کو کمبل دیے جاتے ہیں، ابھی لاک ڈاون کے موقع پر بیواوں کو ایک سال کے لیے اسکالرشپ جاری کی گئی جو ہنوز جاری ہے، کاندھلہ میں ان بیواوں کے مکانات بھی بنوائے گئے ہیں جن کے پاس زمین تو تھی، لیکن مکان بنانے کے پیسے نہیں تھے، نیز اب تک دس بیواوں کو ستر ستر گز زمین دلوائی گئی ہے، اب ان زمینوں پر مکانات کی تعمیر شروع ہونے والی ہے، اس ادارے کے ذریعہ اب تک ان خواتین کے لیے باون ٹوائلٹ ان کے گھروں میں بنائے گئے ہیں جو قضائے حاجت کے لیے جنگلوں میں جایا کرتی تھیں۔ اس کے تحت یتیم بچوں کی مفت تعلیم کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، جو بچے ہائر ایجوکیشن میں جانا چاہتے ہیں انھیں اسکالرشپ دینا اور کیریئر گائڈینس جیسے دیگر امور اس ادارے کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں۔ ہیلتھ کلینکس کا قیام اس کے منصوبوں میں شامل ہے۔ اس کا ورکنگ ایریا ویسے تو ضلع شاملی ہے لیکن بوقت ضرورت دوسرے اضلاع میں بھی کام کیے جاتے ہیں، چنانچہ لکھیم پور اور امبروہہ میں بھی رفاہی کام ہورہے ہیں۔

کاندھلہ یوپی میں اس ادارے کے ذمہ دار عبداللطیف ہداوی اور مولانا عمیر اختر صاحب ہیں۔

ماخوذ از ourindiafoundation.org :

پیام انسانیت اوراس کے فروغ کے لئے عالمی تحریکات

جناب سلیمان خان
قومی معاون جنرل سکریٹری، آل انڈیا ملی کونسل

عصر حاضر اور خدمت خلق:

انسانیت کی خدمت آج کے معاشرے میں کئی شکلیں اختیار کر چکی ہے۔ افراد سے لے کر خود غرض گروہوں تک، چھوٹی امدادی تنظیموں سے لے کر بڑے کارپوریٹ گھرانوں تک، نجی اداروں سے لے کر غیر سرکاری تنظیموں تک ہر کوئی خدمت خلق کے میدان میں سرگرم نظر آتے ہیں اگرچہ کہ ان کے اغراض ومقاصد کہیں خالص ہیں تو کہیں ان میں کھوٹ بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان اقدامات اور تحریکات، تنظیموں اور اداروں کی کوششوں سے آج کل لوگوں کو اپنے حقوق کا علم حاصل ہو رہا ہے، ان کے حصول کی جدوجہد کے طریقے اور ذرائع سے واقفیت ہو رہی ہے، پرانے سالوں کی نسبت زیادہ عمدگی کے ساتھ محروم لوگوں کو ان اسکیموں اور منصوبوں تک رسائی حاصل ہو رہی ہے جو محروم اور کم مراعات یافتہ طبقات کے لئے حکومتوں کی جانب سے تیار کی جاتی ہیں۔

معروف مسیحی عالم و مبلغ مارین جی رومنے کے مطابق ''ضرورت مندوں کی مدد کے لئے نیک نیت افراد نے بہت سے پروگرام ترتیب دئے ہیں۔ تاہم، ان میں سے بہت سے پروگراموں کو ''لوگوں کی مدد کرنے'' کے قلیل نظری مقصد کے ساتھ مرتب کیا

گیا ہے، جبکہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ کہ ''لوگوں کو خود اپنی مدد کرنے کے لئے تیار کیا جائے''۔(27)

مطلب یہ کہ کسی کام کی پائیداری اور اس کام سے مستفید ہونے والوں کی خود انحصاری کو فروغ دینے کے لئے وصول کنندگان یا مستفدین کی خود اس کام میں شرکت ضروری ہوتی ہے۔ جب ضرورت مند خود ہی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور اس کے نفاذ کے لئے کوشش وجستجو کرتے ہیں تو وہ اعتماد حاصل کرتے ہیں اور مستقبل کی کامیابی کے لئے نمونے قائم کرتے ہیں، اس طرح مفلسی نہ صرف ختم ہوتی ہے، بلکہ آج کے مفلس کل کو زیادہ خود انحصار اور دوسروں کی خدمت کے قابل ہو جاتے ہیں۔

کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لئے اس تحریک کے اراکین کو خود اعتماد، پر عزم اور ہر چیز کے لئے تیار رہنا ضروری ہوتا ہے اور اس طرح کے کارکنان کی موجودگی بہتر بلکہ عمدہ نتائج حاصل کرنے کے لئے اہم ہوتی ہے، ہر ایک رکن کو تخلیقی، پرعزم، اور ایماندار ہونا چاہئے اور نہیں اپنے منصوبوں کے نفاذ سے پہلے ہی واضح نتائج کا تصور ہونا چاہئے۔

انسانی ہمدردی کی مدد ان کے مذہبی عقائد کی پرواہ کئے بغیر ضرورت مندوں کی مدد کے لئے ایک محبت بھرا تحفہ ہے۔ دنیا کو درپیش بے شمار مشکلات کے ساتھ، سیارے کو ایک بہتر جگہ بنانے کے لئے تنظیموں کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح کی فراخدلانہ مدد کے بغیر، دنیا ناقابل برداشت مشکلات سے دوچار ہو جائے گی اور یہ بات خوش آئند ہے کہ اس وقت دنیا میں کئی تنظیمیں، ادارے اور تحریکیں اس میدان میں کام کر رہی ہیں۔ ذیل میں ان تنظیموں کا ہکا ہلکا سا تعارف پیش کیا جا رہا ہے جو اپنے اختراعی خیالات اور فراخدلانہ کوششوں سے دنیا کو بہتر بنانے میں مدد کرتی رہی ہیں۔

ا۔انٹرنیشنل ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ مومنٹ

(بین الاقوامی سرخ صلیب اور ہلال احمر تحریک)

پیام انسانیت اور انسانی حقوق کی حفاظت وخدمت انسانی کے سلسلہ میں حالیہ دور کی سب سے معروف وقدیم تحریک بین الاقوامی سرخ صلیب و ہلال احمر تحریک ہے۔

سرخ صلیب یا ریڈ کراس تحریک ہنری ڈونںٹ نامی ایک شخص کی پہل پر وجود میں آئی، جنہوں نے 1859 میں سولفیر ینو کی جنگ میں زخمی فوجیوں کی مدد کی اور پھر سیاسی رہنماؤں کے ذریعہ جنگ کے متاثرین کی حفاظت کے لئے مزید اقدامات کرنے کے لئے تحریک چلائی۔ ان کے دو اہم خیالات ایک ایسے معاہدے کے لئے تھے جو فوجوں کو تمام زخمی فوجیوں کی دیکھ بھال کے لئے پابند کرے گا اور دوسرا، ایسے قومی معاشروں کی تشکیل جو فوجیوں کی طبی خدمات سے متعلق مدد فراہم کریں گے۔

ڈونںٹ نے اپنے خیالات کو ایک مہاتی کتاب A Souvenior of Solferino میں پیش کیا، جو 1862 میں شائع ہوئی۔ ان کے آبائی شہر جنیوا میں عوامی بہبود کی کمیٹی نے انہیں اٹھایا اور ایک ورکنگ گروپ (ایمبر یو آئی سی آر سی، جس میں ڈونںٹ سیکرٹری تھے) تشکیل دی گئی، جس کا سب سے پہلا اجلاس فروری 1863 میں منعقد ہوا۔ اگلے اکتوبر میں، قومی معاشروں کے تصور کو باقاعدہ بنانے کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائی گئی۔ کانفرنس نے میدان جنگ میں طبی عملے کی شناخت کے لئے ایک معیاری نشان، سفید پس منظر پر سرخ کراس، پر بھی اتفاق کیا، (بعد میں سرخ ہلال کا نشان، ترکی کی سلطنت عثمانیہ نے 1870 کی دہائی میں اپنایا تھا)۔

اگست 1864 میں، ایک درجن ممالک کے مندوبین نے پہلے ''جنیوا کنونشن''

کے اعلامیہ کو اپنایا، جس نے ان فیصلوں کے گرد ایک قانونی ڈھانچہ تعمیر کیا اور فوجوں کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ تمام زخمی فوجیوں کی دیکھ بھال کریں، چاہے وہ کسی بھی طرف کے ہوں۔ جنیوا کنونشن کے قیام کے بعد، پہلی قومی سوسائٹیوں کی بنیاد بیلجیم، ڈنمارک، فرانس، اولڈنبرگ، پروشیا، اسپین اور ورٹمبرگ وغیرہ میں ڈالی گئی۔ 1864 میں ڈچ آرمی کے ایک کپتان لوئس اپیا اور چارلس وین ڈی ویلڈ، مسلح تصادم میں ریڈ کراس کی علامت کے تحت کام کرنے والے پہلے آزاد اور غیر جانبدار مندوبین بنے۔

خلافت عثمانیہ نے 5 جولائی 1865 کو کریمین جنگ کے دوران اس معاہدے کی توثیق کی۔ جزوی طور پر کریمین جنگ کے تجربے کے جواب میں، جس میں بیماری نے جنگ کو موت اور مصائب کی بنیادی وجہ کے طور پر واضح کیا تھا، سلطنت عثمانیہ میں ترک ہلال احمر تنظیم کی بنیاد 1868 میں رکھی گئی تھی۔

ان پیش رفتوں نے بین الاقوامی ریڈ کراس اور ہلال احمر دونوں تحریکوں کی بنیاد رکھی۔ آج آئی سی آر سی، 185 قومی معاشروں اور ان کی بین الاقوامی فیڈریشن پر مشتمل ایک جدید بین الاقوامی انسانی حقوق تحریک بن گئی ہے۔

ابتداء میں، آئی سی آر سی کا کام قومی معاشروں کی تشکیل کی حوصلہ افزائی کرنا (پہلا معاشرہ نومبر 1863 میں جرمن ریاست ورٹمبرگ میں قائم ہوا تھا) اور ان کے درمیان رابطے کے لئے ایک چینل کے طور پر کام کرنا تھا۔ آئی سی آر سی کا پہلا فیلڈ آپریشن 1864 میں جرمنی اور ڈنمارک کے درمیان جنگ کے دوران ہوا، رضا کاروں کو فرنٹ لائن کے ہر طرف کام کرنے کے لئے بھیجا گیا، اس اقدام نے جنگجوؤں کے درمیان ایک غیر جانبدار ثالث کے طور پر ICRC کے آپریشنل کردار کے آغاز کا اعلان کیا۔

ڈونٹ کے خیالات کو بین الاقوامی سیاسی رہنماؤں اور خیر خواہوں، فلاحی گروپوں اور عوام کے درمیان مثبت ردعمل حاصل ہوا، اگلے برسوں میں پورے یورپ میں قومی معاشروں کا قیام عمل میں آیا۔ جنیوا کنونشن کو بعد میں جنگ میں زخمیوں، بیماروں اور سمندر میں تباہ ہونے والے جہازوں کو شامل کرنے کے لئے موافق بنایا گیا، اور اس کی تحریک پر کئی حکومتوں نے جنگ کے متاثرین کی حفاظت کے لئے دوسرے قوانین (جیسے ہیگ کنونشن وغیرہ) کو اپنایا۔

اسی دوران، آئی سی آرسی نے اپنے کام کو آگے بڑھایا، نئی سرگرمیاں شروع کیں جیسے جنگی قیدیوں سے ملاقات اور ناموں کی فہرستیں منتقل کرنا، تاکہ ان کے اہل خانہ کو یقین دلایا جا سکے۔

انٹرنیشنل ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ موومنٹ ایک بین الاقوامی انسانی تحریک ہے جس میں دنیا بھر میں تقریباً 97 ملین رضا کاروں، اراکین اور عملہ کے اراکین ہیں، اس کی بنیاد انسانی زندگی اور صحت کے تحفظ، تمام انسانوں کے احترام کو یقینی بنانے، اور انسانی مصائب کو روکنے اور ان کے خاتمے کے لئے رکھی گئی تھی۔ اس کے اندر تین الگ الگ تنظیمیں ہیں جو قانونی طور پر ایک دوسرے سے آزاد ہیں، لیکن مشترکہ بنیادی اصولوں، مقاصد، علامتوں، قوانین اور حکومتی تنظیموں کے ذریعے تحریک کے اندر متحد ہیں۔ انٹرنیشنل کمیٹی آف ریڈ کراس (آئی سی آرسی)، کی 25 رکنی کمیٹی بین الاقوامی انسانی قانون کے تحت بین الاقوامی اور اندرونی مسلح تنازعات کے متاثرین کی جان اور عزت کے تحفظ کے لیے ایک منفرد اتھارٹی رکھتی ہے۔ ICRC کو تین مواقع پر (1917، 1944 اور 1963 میں) نوبل امن انعام سے نوازا گیا ہے، واضح رہے کہ ریڈ کراس کے بانی ہینری ڈونٹ کو سال 1901 میں پہلے نوبل امن انعام سے نوازا گیا تھا۔

انٹرنیشنل فیڈریشن آف ریڈ کراس اینڈ ریڈ کریسنٹ سوسائٹیز (IFRC) کی بنیاد 1919 میں رکھی گئی تھی اور آج یہ تحریک 192 نیشنل ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ سوسائٹیز کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کا کام کر رہی ہے۔ 1963 میں، فیڈریشن (جو اس وقت لیگ آف ریڈ کراس سوسائٹیز کے نام سے جانا جاتا تھا) کو ICRC کے ساتھ مشترکہ طور پر امن کا نوبل انعام دیا گیا۔

نیشنل ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ سوسائٹیز دنیا کے تقریباً ہر ملک میں موجود ہیں۔ فی الحال 192 قومی معاشروں کو ICRC نے تسلیم کیا ہے اور انہیں فیڈریشن کے مکمل ارکان کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ہر ادارہ اپنے ملک میں بین الاقوامی انسانی قانون کے اصولوں اور بین الاقوامی تحریک کے قوانین کے مطابق کام کرتا ہے۔ اس کا کام اپنے ملک کے مخصوص حالات اور صلاحیتوں پر منحصر ہوتا ہے، قومی معاشرے ایسے اضافی انسانی کام بھی انجام دے سکتے ہیں جن کی براہ راست بین الاقوامی انسانی قانون یا بین الاقوامی تحریک کے منشور میں تعریف نہیں کی گئی ہے۔ وہ ہر ملک میں ہنگامی طبی خدمات فراہم کر کے متعلقہ قومی صحت کی دیکھ بھال کے نظام سے مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں۔

بنیادی اصول:

نیو ہوفبرگ، ویانا میں 2 تا 9 اکتوبر 1965 میں منعقدہ آئی ایف آر سی کی 20ویں بین الاقوامی کانفرنس نے سات بنیادی اصولوں کو اپنایا جن کو تحریک کے تمام حصوں کے لئے مشترک کیا گیا ہے اور انہیں 1986 میں تحریک کے سرکاری قوانین میں شامل کیا گیا۔ ان اصولوں کی پائیداری اور عالمی قبولیت اس عمل کا نتیجہ ہے جس کے

ذریعے وہ اپنی شکل میں وجود میں آئے ہیں، یہاں براہ راست کسی معاہدے پر پہنچنے کی کوشش کے بجائے، یہ دریافت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ گزشتہ 100 سالوں میں کیا کامیاب کارروائیاں اور تنظیمی اکائیاں مشترک رہیں۔ نتیجے کے طور پر، ریڈ کراس اور ہلال احمر کے بنیادی اصول از خود سامنے نہیں آئے، بلکہ دریافت کے ایک دانستہ اور شراکتی عمل کے ذریعے انہیں وجود میں لایا گیا۔اس سے یہ سمجھنا اور بھی اہم ہوجاتا ہے کہ ہر" عنوان" کے تحت ظاہر ہونے والا متن زیر بحث اصول کا ایک لازمی حصہ ہے، نہ کہ ایسی تشریح جو وقت اور جگہ کے ساتھ مختلف ہوسکتی ہے۔ بہر حال وہ سات اصول درج ذیل ہیں:

انسانیت:

بین الاقوامی سرخ صلیب اور ہلال احمر تحریک، جو میدان جنگ میں زخمیوں کو بلاتفریق امداد پہنچانے کی خواہش سے پیدا ہوئی، اپنی بین الاقوامی اور قومی صلاحیت کے مطابق، جہاں کہیں بھی ہو، انسانی مصائب کو روکنے اور اس کے خاتمے کے لئے کوششیں کرتی ہے۔اس کا مقصد زندگی اور صحت کی حفاظت اور انسان کے احترام کو یقینی بنانا ہے، یہ تمام لوگوں کے درمیان باہمی افہام وتفہیم، دوستی، تعاون اور دیرپا امن کو فروغ دیتی ہے۔

غیر امتیازی برتاؤ:

یہ قومیت، نسل، مذہبی عقائد، طبقاتی یا سیاسی رائے کے حوالے سے کوئی امتیاز نہیں کرتی۔ یہ افراد کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے، لوگوں کی ضروریات کے مطابق ان کی رہنمائی کرتی ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کے سلسلہ میں انتہائی ضروری

معاملات کوترجیح دیتی ہے۔

غیر جانبداری:

تمام اقوام کے اعتماد سے لطف اندوز ہونے کے لئے، تحریک کسی بھی تنازعہ کے سلسلہ میں کسی کی جانبداری کا معاملہ نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی وقت سیاسی، نسلی، مذہبی یا نظریاتی نوعیت کے تنازعات میں خود کو الجھائیگی۔

آزادی:

یہ تحریک آزاد ہے۔ قومی معاشروں کو، اپنی حکومتوں کی انسانی خدمات میں معاون ہوتے ہوئے اور اپنے متعلقہ ممالک کے قوانین کے تابع ہوتے ہوئے، ہمیشہ اپنی خودمختاری کو برقرار رکھنا چاہیئے، تاکہ وہ ہر وقت تحریک کے اصولوں کے مطابق کام کرسکیں۔

رضاکارانہ خدمت:

یہ ایک رضاکارانہ امدادی تحریک ہے جس میں کسی بھی طرح سے فائدہ حاصل کرنے کی خواہش نہیں کی جاتی۔

اتحاد:

کسی ایک ملک میں صرف ایک ہی ریڈ کراس یا ایک ہی ریڈ کریسنٹ سوسائٹی ہوسکتی ہے، یہ سب کے لئے کھلا ہونا چاہیئے۔ اسے اپنے پورے علاقے میں اپنا انسانی کام جاری رکھنا ہوگا۔

آفاقیت:

بین الاقوامی ریڈ کراس اور ہلال احمر تحریک، جس میں تمام معاشرے برابر حیثیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں یکساں ذمہ داریاں اور فرائض میں شریک ہیں، یہ ایک بین االقوامی اور عالمی تحریک ہے۔

قومی یا نیشنل ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ سوسائٹیاں دنیا کے تقریباً ہر ملک میں موجود ہیں۔ اپنے آبائی ملک کے اندر، وہ ایک قومی ریلیف سوسائٹی کے فرائض اور ذمہ داریاں نبھاتی ہیں، جیسا کہ بین الاقوامی انسانی قانون کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ تحریک کے اندر، کسی بھی امدادی ادارے کو ایک سرکاری قومی ریڈ کراس یا ریڈ کریسنٹ سوسائٹی کے طور سے قانونی طور پر تسلیم کرنے کی ذمہ داری آئی سی آر سی کی ہوتی ہے۔

ریڈ کراس کے نشان کو سرکاری طور پر 1863 میں جنیوا میں منظور کیا گیا تھا۔

ریڈ کراس پرچم سوئٹزرلینڈ کے پرچم کا رنگ تبدیل شدہ ورژن ہے۔ 1906 میں سلطنت عثمانیہ کے اس اعتراض کو ختم کرنے کے لئے کہ جھنڈے نے عیسائیت سے جڑیں حاصل کی ہیں، سرکاری طور پر اس خیال کو فروغ دینے کا فیصلہ کیا گیا کہ ریڈ کراس کا جھنڈا سوئٹزرلینڈ کے وفاقی رنگوں کو الٹ کر تشکیل دیا گیا ہے، حالانکہ اس کی کہیں کوئی واضاحت نہیں تھا۔

ہلال احمر کا نشان سب سے پہلے ICRC کے رضا کاروں نے سلطنت عثمانیہ اور روسی سلطنت کے درمیان 1878–1876 کے مسلح تصادم کے دوران استعمال کیا تھا۔ اس علامت کو سرکاری طور پر 1929 میں اپنایا گیا تھا اور اب تک مسلم دنیا کی 33

ریاستیں اسے تسلیم کر چکی ہیں۔سرخ کراس کی علامت کو سوئس پرچم کے رنگ الٹنے کے طور پر سرکاری طور پر فروغ دینے کے ساتھ مشترکہ طور پر (ایک مذہبی علامت کے بجائے) سرخ ہلال کو اسی طرح سلطنت عثمانیہ کے پرچم کے رنگ الٹنے سے اخذ کیا گیا ہے۔(28)

۲۔ایمنسٹی انٹرنیشنل

ایمنسٹی انٹرنیشنل (جسے صرف ایمنسٹی یا اے آئی بھی کہا جاتا ہے) ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیم ہے جو انسانی حقوق پر مرکوز ہے، جس کا صدر دفتر برطانیہ میں ہے، تنظیم کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں اس کے ایک کروڑ سے زائد ارکان اور حمایتی ہیں۔

تنظیم کا بیان کردہ مشن "ایک ایسی دنیا کے لئے مہم چلانا ہے جس میں ہر فرد انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ اور انسانی حقوق کے دیگر بین الاقوامی آلات میں درج تمام انسانی حقوق سے لطف اندوز ہو"۔(29)

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بنیاد 28 مئی 1961 کو دی آبزرور میں وکیل پیٹر بیننسن کے مضمون ''گمشدہ اسیر''(The Forgotton Prisoners) کی اشاعت کے بعد 1961 میں لندن ہی میں رکھی گئی۔ایمنسٹی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر توجہ مبذول کراتی ہے اور یہ بین الاقوامی قوانین اور معیارات کی تعمیل کے لئے مہم چلاتی ہے۔ یہ ان حکومتوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے کا کام کرتی ہے جہاں شہریوں کے ساتھ بدسلوکی یا تشدد کا معاملہ ہوتا ہے۔ایمنسٹی سزائے موت کو" انسانی حقوق کا حتمی، ناقابل تنسیخ انکار" سمجھتی ہے۔اس تنظیم کو 1977 میں" تشدد کے خلاف انسانی وقار کے دفاع" کے لئے امن کا نوبل انعام اور 1978 میں انسانی حقوق کے

میدان میں اقوام متحدہ کا انعام دیا گیا۔

بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیموں کے میدان میں، بین الاقوامی فیڈریشن فار ہیومن رائٹس اور اینٹی سلیوری سوسائٹی کے بعد ایمنسٹی کی تیسری طویل ترین تاریخ ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے اصول:

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا بنیادی اصول ضمیر کے قیدیوں پر توجہ مرکوز کرنا ہے، چاہے وہ افراد باضابطہ قیدی ہوں یا تشدد کے ذریعے انہیں اپنی رائے کے اظہار سے روکا گیا ہو۔ آزادی اظہار کے سلسلہ میں جبر کی مخالفت کے اس عزم کے ساتھ ساتھ، ایمنسٹی انٹرنیشنل کے بنیادی اصولوں میں سیاسی سوالات پر عدم مداخلت، مختلف مقدمات کے بارے میں حقائق اکٹھا کرنے اور انسانی حقوق کو فروغ دینے کا مضبوط عزم شامل ہے۔

اصولوں میں ایک اہم مسئلہ ان افراد کے حوالے سے ہے جو جبر کے خلاف جدوجہد میں تشدد کا سہارا لینے کی ترغیب دیتے یا پس پشت اس کی حمایت کرتے ہیں۔ آئی اے، یہ فیصلہ نہیں کرتا کہ آیا تشدد کا سہارا جائز ہے یا نہیں، تاہم، آئی اے اپنے آپ میں تشدد کے سیاسی استعمال کی مخالفت نہیں کرتا، کیونکہ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی تمہید میں ایسے حالات کی پیشین گوئی کی گئی ہے جن میں" آخری حربے کے طور پر، ظلم اور جبر کے خلاف بغاوت کرنے پر لوگ مجبور ہو سکتے ہیں"۔ البتہ اگر کوئی قیدی، منصفانہ عدالتی کارروائی کے بعد، تشدد میں شامل سرگرمیوں کے لئے، دی گئی سزا کاٹ رہا ہے، تو آئی اے حکومت سے اس قیدی کو رہا کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نہ تو اپنے آپ میں سیاسی مخالف گروپوں کے تشدد کے سہارے کی حمایت کرتا ہےاور نہ ہی اس کی مذمت کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے آئی اے مسلح اپوزیشن تحریکوں کے خلاف لڑائی میں فوجی طاقت کے استعمال کی حکومتی پالیسی کی نہ تو حمایت کرتا ہے اور نہ ہی مذمت کرتا ہے۔ تاہم، ایمنسٹی انٹرنیشنل کم سے کم انسانی معیارات کی حمایت کرتا ہے جن کا حکومتوں اور مسلح اپوزیشن گروپوں کو یکساں احترام کرنا چاہئے۔ جب کوئی مخالف گروپ اپنے قیدیوں پر تشدد کرتا ہے یا قتل کرتا ہے، یرغمال بنا تا ہے، یا جان بوجھ کر اور من مانے انداز میں قتل کرتا ہے، تو آئی اے ان زیادتیوں کی مذمت کرتا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل تمام صورتوں میں سزائے موت کی مخالفت کرتی ہے، ان تمام باتوں سے قطع نظر کہ ملزم کی طرف سے سرزد جرم کیا ہے، اس فرد کے ارد گرد کے حالات کیا تھے اور یا سزا دلانے کا طریقہ کار کیا رہا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مقاصد:

ایمنسٹی انٹرنیشنل بنیادی طور پر حکومتوں کو نشانہ بناتی ہے، لیکن غیر سرکاری اداروں اور نجی افراد ("غیر ریاستی کردار") کے بارے میں بھی رپورٹ کرتی ہے۔

چھ اہم شعبے ہیں جن میں ایمنسٹی کی کارکردگی ہوتی ہے:

☆خواتین، بچوں، اقلیتوں اور قبائلیوں کے حقوق ☆اذیت کا خاتمہ

☆سزائے موت کا خاتمہ ☆مہاجرین کے حقوق

☆ضمیر کے قیدیوں کے حقوق ☆انسانی وقار کا تحفظ۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے کچھ مخصوص مقاصد یہ ہیں:

سزائے موت کو ختم کرنا، ماورائے عدالت پھانسیوں اور" گمشدگیوں" کو ختم

کرنا، اس بات کو یقینی بنانا کہ جیل یا قید خانوں کے حالات، انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات پر پورا اتریں، تمام سیاسی قیدیوں کے لئے فوری اور منصفانہ عدالتی سماعت کو یقینی بنانا، دنیا بھر میں تمام بچوں کے لئے مفت تعلیم کو یقینی بنانا، اسقاط حمل کو جرم کے زمرہ سے خارج کرنا، انصاف کے نظام سے استثنیٰ کے خلاف لڑائی، بچوں کی سپاہیوں کے طور پر بھرتی اور ان کے استعمال کو ختم کرنا، ضمیر کے تمام قیدیوں کو آزاد کرنا، پسماندہ طبقوں کے معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کو فروغ دینا، انسانی حقوق کے محافظوں کی حفاظت کرنا، مذہبی رواداری کو فروغ دینا، ایل جی بی ٹی کے حقوق کا تحفظ کرنا، تشدد اور غیر انسانی برتاؤ کو ختم کرنا، مسلح تصادم میں غیر قانونی قتل کو روکنا، پناہ گزینوں، تارکین وطن اور پناہ کے متلاشیوں کے حقوق کو برقرار رکھنا، اور انسانی وقار کی حفاظت کرنا۔ وہ دنیا بھر میں جسم فروشی کو جرم کے زمرہ سے خارج دینے کی بھی حمایت کرتے ہیں۔

مزید برآں، ایمنسٹی انٹرنیشنل نے معلومات کو عام کرنے اور رائے عامہ کو متحرک کرنے کے طریقے بھی تیار کئے ہیں۔ یہ تحریک غیر جانبدارانہ اور درست رپورٹوں کی اشاعت کو اپنی طاقت سمجھتی ہے۔ رپورٹوں کی تحقیق متاثرین اور اہلکاروں کے انٹرویوز، عدالتی سماعتوں کا مشاہدہ، انسانی حقوق کے مقامی کارکنوں کے ساتھ کام کرنے اور میڈیا کی نگرانی کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس کا مقصد بروقت پریس ریلیز جاری کرنا اور نیوز لیٹرز اور ویب سائٹس پر معلومات شائع کرنا ہے۔ یہ شائستہ، مگر پر اصرار انداز میں تحقیقات کرنے کے لئے مختلف ممالک میں سرکاری مشن بھی بھیجتی ہے۔

رائے عامہ کو متحرک کرنے کی مہمات انفرادی، ملکی یا موضوعاتی مہمات کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہیں۔ بہت ساری تکنیکوں کو استعمال کیا جاتا ہے، جیسے براہ راست اپیلیں (مثال کے طور پر، خطوط لکھنا)، میڈیا اور تشہیر کا کام، اور عوامی مظاہرے وغیرہ۔

اکثر، فنڈ اکٹھا کرنا مہم کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ 2018 میں، تنظیم نے مشترکہ پیام انسانیت اور امید پر مبنی مواصلاتی نقطہ نظر کی حامل ایک نئی مواصلاتی حکمت عملی اپنانا شروع کیا تھا۔

ایسے حالات میں جن پر فوری توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل موجودہ فوری ایکشن نیٹ ورکس یا کرائسس ریسپانس نیٹ ورکس سے رجوع کرتی ہے۔ دیگر تمام معاملات کے لئے، یہ اپنے رضاکاروں کے ذریعہ ہی کام کرتی ہے۔ یہ اپنے انسانی وسائل کے بڑے حجم کو اپنی اہم طاقتوں میں سے ایک سمجھتی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے کردار کا انسانی حقوق کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کے ساتھ شہریوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ گروہ اپنے شہریوں کو دباؤ کی حالت میں اور انسانی وسائل کے معاملہ میں انصاف دلانے کے لئے ممالک اور حکومتوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔اس تحریک کو اب اقوام متحدہ کی پشت پناہی کی وجہ سے کافی قوت حاصل ہوگئی ہے، اس کے نمائندے اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کرتے ہیں اور اقوام متحدہ کے لئے معلومات کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اکتوبر 2020 میں ایمنسٹی اکیڈمی کے نام سے، انسانی حقوق کی تعلیم دینے والا ایک مفت موبائل ایپلیکیشن کا آغاز کیا۔اس نے پوری دنیا میں طلباء کو آن لائن اور آف لائن کورسز تک رسائی کی پیشکش کی۔تمام کورسز ایپلی کیشن کے اندر ڈاؤن لوڈ کے قابل ہیں، جو iOS اور اینڈرائیڈ آلات دونوں کے لئے دستیاب ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا نظریہ ایک ایسی دنیا کی تعمیر کا ہے جس میں ہر شخص انسانی حقوق کے عالمی منشور اور انسانی حقوق کے دیگر بین الاقوامی معیارات میں درج تمام

انسانی حقوق سے لطف اندوز ہو۔اس مقصد کے تعاقب میں، ایمنسٹی انٹرنیشنل کا مشن جسمانی اور ذہنی سالمیت، ضمیر اور اظہار رائے کی آزادی، اور امتیازی سلوک سے آزادی کے حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کو روکنے اور ختم کرنے پر مرکوز تحقیق اور کارروائی کو فروغ دینا ہے۔(30)

۳۔اینٹی سلیوری انٹرنیشنل — غلامی مخالف عالمی تحریک

اینٹی سلیوری انٹرنیشنل، جسے 1839 میں برطانوی اور غیر ملکی اینٹی سلیوری سوسائٹی کے طور پر قائم کیا گیا تھا، ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیم، رجسٹرڈ چیریٹی اور ایڈوکیسی گروپ ہے، جس کا صدر دفتر برطانیہ میں واقع ہے۔ یہ دنیا کی قدیم ترین بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیم ہے، اور غلامی اور اس سے متعلقہ زیادتیوں کے خلاف خصوصی طور پر کام کرتی ہے۔

1909 میں، سوسائٹی نے Aborigines Protection Society کے ساتھ ضم ہو کر اینٹی سلیوری کمیٹی بنائی، جو جولائی 1947 میں اینٹی سلیوری سوسائٹی بن گئی اور 1956 سے 1990 تک اسے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اینٹی سلیوری سوسائٹی کا نام دیا گیا۔ 1990 میں اس کا نام تبدیل کر کے اینٹی سلیوری انٹرنیشنل فار دی پروٹیکشن آف ہیومن رائٹس رکھا گیا اور 1995 میں اینٹی سلیوری انٹرنیشنل کے نام سے دوبارہ لانچ کیا گیا۔

اس کی ابتداء ایک پرانی تنظیم کے بنیاد پرست عنصر سوسائٹی فار دی میٹیگیشن اینڈ گریجوئل ایبولیشن آف سلیوری تھرو دی برٹش ڈومینینز سے ہوئی ہے جسے عام طور پر "اینٹی سلیوری سوسائٹی" کہا جاتا ہے اور جس نے اگست 1838 تک سلطنت برطانیہ

میں غلامی کا کافی حدتک خاتمہ کیا تھا۔

نئی برطانوی اورغیرملکی اینٹی سلیوری سوسائٹی کو دوسرے مما لک میں غلامی کے رواج کے خلاف مہم چلانے کے لئے بنایا گیا تھا۔

1787 میں قائم کی گئی سوسائٹی فار ایفیکٹنگ دی ابولیشن آف دی سلیوٹریڈ، جسے ابالیشن سوسائٹی بھی کہا جاتا ہے، بین الاقوامی غلاموں کی تجارت کے خاتمے کے لئے ذمہ دارتھی، جب برطانوی پارلیمنٹ نے غلاموں کی تجارت کا ایکٹ 1807 منظور کیا۔

دی سوسائٹی فار مٹیگیشن اینڈ گراجویل ابایشن آف سلیوری تھرو آؤٹ دی بریٹش ڈامنینس جو بعد میں لندن اینٹی سلیوری سوسائٹی کے نام سے مشہور ہوئی، اس کا قیام 1823 میں ہوا تھااور یہ برطانوی سلطنت میں غلامی کے خاتمے کے لئے پرعزم تھی، جوکہ 1838 میں غلامی کے خاتمے کے ایکٹ 1833 کی شرائط کے تحت کافی حدتک حاصل ہوئی تھی۔

عالمی تحریک کی حیثیت سے قیام:

برطانوی تسلط کے تمام علاقوں میں غلامی کے خاتمے کے بعد، اینٹی سلیوری سوسائٹی کی انتظامی مجلس کے ماہرین نے غور کیا کہ دنیا بھر میں غلامی سے نمٹنے کے لیے ایک جانشین تنظیم کی ضرورت ہے۔ انگریز کارکن جوزف اسٹرج کی رہنمائی میں، کمیٹی نے 17 اپریل 1839 کو ایک نئی سوسائٹی، برطانوی اورغیرملکی اینٹی غلامی سوسائٹی تشکیل دی، جس نے دوسرے مما لک میں غلامی کوغیر قانونی قرار دئے جانے کے لئے کام کیا۔ یہ وسیع پیمانے پر اینٹی سلیوری سوسائٹی کے نام سے مشہور ہوا، جیسا کہ پہلے کی سوسائٹی تھی۔

اینٹی سلیوری انٹرنیشنل دنیا کی قدیم ترین بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیم ہے،

اور اس کے کام کی بنیاد اقوام متحدہ کے غلامی کے خلاف معاہدوں پر ہے۔ اسے اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کونسل کے ساتھ مشاورتی حیثیت اور بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن میں مبصر کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ ایک غیر مذہبی، غیر سیاسی آزاد تنظیم ہے۔ یہ غلامی کی تمام اقسام سے نمٹنے کے لئے دنیا بھر کی شراکت دار تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔

دورِ جدید کی غلامی:

جدید دور کی غلامی میں انسانی اسمگلنگ، اغوا شدہ خواتین، بچوں اور مردوں کی بین الاقوامی سرحدوں کے پار غیر قانونی نقل و حمل ہے، تاکہ انہیں منزل پر غلامی میں گرفتار کیا جا سکے۔ جدید غلامی کی یہ شکل سب سے عام ہے اور زیادہ تر لوگوں کو متاثر کرتی ہے، ایک اندازے کے مطابق ہر سال 500,000 سے 800,000 کے درمیان متاثرین انسانی تجارت کا حصہ بن جاتے ہیں۔

انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کا اندازہ ہے کہ، ان کی تعریفوں کے مطابق، آج کل 40 ملین سے زیادہ لوگ کسی نہ کسی شکل میں غلامی میں گرفتار ہیں۔ 24.9 ملین لوگ جبری مشقت میں ملوث ہیں، جن میں سے 16 ملین افراد کا استحصال نجی شعبے جیسے گھریلو کام، تعمیرات یا زراعت میں ہوتا ہے۔ 4.8 ملین افراد جبری جنسی استحصال کا شکار ہیں اور 4 ملین افراد جبری مشقت میں ریاستی حکام کی طرف سے مسلط ہوئے ہیں، 15.4 ملین لوگ جبری شادیوں میں مبتلا ہیں۔

اینٹی سلیوری انٹرنیشنل انسانی اسمگلنگ کو روکنے میں رکاوٹ کے طور پر موجودہ قوانین کے نفاذ کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سماجی حیثیت، مذہب، نسل، جنس اور

امیگریشن کی حیثیت کی بنیاد پر امتیازی سلوک اضافی رکاوٹوں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ تنظیم نے 180 سے زائد دیگر گروپوں میں شمولیت اختیار کی ہے جن کے ذریعہ خوردہ فروشوں اور نائک، ایپل اور گیپ وغیرہ پر چین میں واقع ان کی فیکٹریوں میں ایغوروں کی جبری مشقت کا استعمال روکنے کے لیے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔(32)

۴۔اینٹی اپارتھائیڈ موومنٹ(AAM)۔نسل پرستی مخالف تحریک:

اینٹی اپارتھائیڈ موومنٹ (AAM)، یا نسل پرستی مخالف تحریک دراصل ایک برطانوی تنظیم تھی جو جنوبی افریقہ کے رنگ پر مبنی نسل پرستی نظام کی مخالفت کرنے والی بین الاقوامی تحریک کا مرکزی حصہ بن گئی اور جنوبی افریقہ کی غیر سفید فام آبادی کی حمایت کرتی تھی جو نسل پرستی کی پالیسیوں سے ستائے گئے تھے۔ AAM نے 1994 میں، جب جنوبی افریقہ نے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے اکثریتی حکمرانی حاصل کی، جس میں تمام نسلیں ووٹ دے سکتی تھیں، اپنا نام تبدیل کرکے Action for South Africa: ACTSA رکھ لیا اور اب اسی نام سے موجود ہے۔

مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے والی تنظیم:

البرٹ لوتھولی کی اپیل کے جواب میں بائیکاٹ موومنٹ کی بنیاد 26 جون 1959 کو لندن میں جنوبی افریقہ کے جلاوطنوں اور ان کے حامیوں کے ایک اجلاس میں رکھی گئی۔نیلسن منڈیلا ان بہت سے لوگوں میں ایک اہم شخص تھے جو نسل پرستی کے مخالف تھے، اس تحریک کے ابتدائی اراکین میں ویلا پلے، روز اینسیلی، عبدل منٹی اور نندا نائیڈو وغیرہ شامل تھے۔ جولیس نائریرے نے اس تحریک کے مقصد کا خلاصہ اس طرح کیا ہے:

”ہم برطانوی عوام سے کوئی خاص چیز کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں۔ ہم آپ سے صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ جنوبی افریقی سامان نہ خرید کر نسل پرستی سے اپنی حمایت واپس لے لیں“۔

اس بائیکاٹ کی اپیل نے طلباء، ٹریڈ یونینوں اور لیبر، لبرل اور کمیونسٹ پارٹیوں کی طرف سے وسیع حمایت حاصل کی۔ 28 فروری 1960 کو، تحریک نے ٹریفلگر اسکوائر میں ایک ریلی میں ماہ مارچ بائیکاٹ ایکشن کا آغاز کیا۔ ریلی کے مقررین میں لیبر پارٹی کے رہنما ہیوگ گائٹسکل، لبرل ایم پی جیریمی تھورپ، کنزرویٹو ہم عصر جان گرگ، سیکنڈ بیرن آلٹرنچم، اور افریقن نیشنل کانگریس کے ٹینیسن ماکیوانے شامل تھے۔

توسیع اور نام کی تبدیلی:

شارپ ویل کا قتل عام 21 مارچ 1960 کو ہوا تھا، جب 69 غیر مسلح مظاہرین کو جنوبی افریقہ کی پولیس نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا، اس حادثہ نے تحریک کی کارروائی میں شدت پیدا کر دی۔ اس تنظیم کا نام بدل کر اینٹی اپارتھائیڈ مومنٹ رکھ دیا گیا اور یہ مقصد طے کیا گیا کہ، صرف ایک صنعتوں کے بائیکاٹ کی بجائے یہ گروپ اب " تمام انسداد نسل پرستی کے کاموں کو مربوط کرے گا اور جنوبی افریقہ کی نسل پرستی کی پالیسی کو برطانوی سیاست میں سب سے آگے رکھے گا اور معاشی پابندیوں سمیت نسل پرست جنوبی افریقہ کو مکمل طور پر الگ تھلگ کر دینے کے لئے مہم چلائے گا۔ اس وقت، برطانیہ جنوبی افریقہ کا سب سے بڑا غیر ملکی سرمایہ کار تھا اور جنوبی افریقہ برطانیہ کی تیسری سب سے بڑی برآمدی منڈی تھی۔

اقوام متحدہ کے ساتھ تعاون:

مغرب کو اقتصادی پابندیاں عائد کرنے پر آمادہ کرنے میں ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے، 1966 میں AAM نے ایک حکمت عملی تیار کی جس کے تحت وہ "اقوام متحدہ کی سرپرستی میں نسل پرستی کے خلاف ایک بین الاقوامی مہم" کی سربراہی کی طرف بڑھیں گے۔ AAM کی مجوزہ حکمت عملی کو اقوام متحدہ کی خصوصی کمیٹی برائے نسل پرستی اور پھر جنرل اسمبلی نے منظور کرلیا۔ اس نئی شراکت داری نے نسل پرستی کے خلاف مستقبل کی تمام کارروائیوں کی بنیاد رکھی۔ اور آخر کار 1994 میں تحریک اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور جنوبی افریقہ میں عام انتخابات کے ذریعہ ایک جمہوری نظام کا قیام عمل میں آیا جس میں تمام رنگ و نسل کے افراد کو یکساں حقوق کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔

جنوبی افریقہ میں پہلے جمہوری انتخابات کے بعد، AAM نے اپنا نام تبدیل کر کے Action for South Africa: ACTSA رکھ دیا۔

نسل پرستی مخالف مہم یا اینٹی اپارتھائیڈ مومنٹ اگرچہ کہ ایک مقام تحریک تھی اور اس کا مقصد جنوبی افریقہ تک محدود تھا، مگر یہ حقیقت ہے کہ اس تحریک کا آغاز جنوبی افریقہ میں نہیں بلکہ برطانیہ میں ہوا اور دنیا بھر کے تمام مماک کی جانب سے اس کو بھرپور حمایت حاصل ہوئی حتیٰ کہ اقوام متحدہ نے بھی اس کا بھرپور تعاون کیا اور پھر اس تحریک کے اثرات دنیا کے دوسرے مما لک میں بھی دیکھے گئے ہیں۔ (33)

۵۔ کیئر انٹرنیشنل

CARE یعنی کوآپریٹو فار اسسٹنس اینڈ ریلیف سابقہ کوآپریٹو فار امریکن ریمیٹینس ٹو یوروپ، ایک بڑی بین الاقوامی انسانی ایجنسی ہے جو ہنگامی امداد اور طویل

مدتی بین الاقوامی ترقیاتی منصوبے فراہم کرتی ہے۔ 1945 میں قائم کی گئی، CARE غیر فرقہ وارانہ، غیر جانبدارانہ، اور غیر سرکاری تحریک ہے۔ یہ سب سے بڑی اور قدیم ترین انسانی امدادی تنظیموں میں سے ایک ہے جس کا مقصد اور مطمح نظر عالمی غربت کے خلاف لڑائی پر مرکوز ہے۔ 2019 میں، CARE نے 104 ممالک میں غربت سے لڑنے والے 1,349 منصوبوں اور انسانی امداد کے منصوبوں کی حمایت کرنے اور 92.3 ملین سے زیادہ لوگوں تک براہ راست اور 433.3 ملین افراد تک بالواسطہ طور پر امداد پہنچانے کی اطلاع دی تھی۔

ترقی پذیر دنیا میں CARE کے پروگرام ہنگامی ردعمل، خوراک کی حفاظت، پانی اور صفائی، اقتصادی ترقی، موسمیاتی تبدیلی، زراعت، تعلیم، اور صحت سمیت موضوعات کی ایک وسیع احاطہ پر توجہ دیتے ہیں۔ CARE مقامی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر پالیسی میں تبدیلی اور غریب لوگوں کے حقوق کی بھی وکالت کرتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک شعبے کے اندر، CARE خواتین اور لڑکیوں کو بااختیار بنانے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے اور صنفی مساوات کو فروغ دینے پر بھی توجہ مرکوز کرتا ہے۔

CARE انٹرنیشنل چودہ CARE نیشنل ممبرز کا وفاق ہے، جن میں سے ہر ایک ملک میں ایک خودمختار غیر منافع بخش غیر سرکاری تنظیم اور چار الحاق شدہ ممبران کے طور پر رجسٹرڈ ہیں۔

CARE، یا کوآپریٹو فار امریکن ریمیٹینس ٹو یورپ، باضابطہ طور پر 27 نومبر 1945 کو قائم کیا گیا تھا، اور اصل میں اس کا مقصد ایک عارضی تنظیم ہونا تھا۔ دوسری جنگ عظیم اسی سال اگست میں ختم ہو گئی تھی، عوام اور کانگریس کے دباؤ کے بعد، صدر ہیری ایس ٹرومین نے نجی تنظیموں کے ذریعہ جنگ کی وجہ سے بھوک سے مرنے والوں

کے لئے امداد فراہم کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ CARE ابتدائی طور پر بائیس امریکی خیراتی اداروں کا ایک وفاق تھا (جو کہ شہری، مذہبی، کوآپریٹو، فارم اور مزدور تنظیموں کے اشتراک سے بنا تھا) اور اس کا مقصد دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپ کو خوراک کی امداد پہنچانا تھا، اس تنظیم نے اپنا پہلا فوڈ پیکج 1946 میں یوروپ کو روانہ کیا تھا۔

CARE کی خوراک کی امداد نے CARE پیکجز کی شکل اختیار کی، جو پہلے مخصوص افراد کو فراہم کئے گئے تھے: امریکی لوگ یورپ میں اپنے اعزاء، اکثر خاندان کے کسی فرد کو خوراک کا CARE پیکج بھیجنے کے لیے 10$ ادا کرتے تھے، صدر ٹرومین نے ہی پہلا CARE پیکیج خریدا تھا۔

یورپ سے باہر کام کی توسیع:

اگرچہ تنظیم کا مشن اصل میں یورپ پر مرکوز تھا، جولائی 1948 میں CARE نے جاپان میں اپنا پہلا غیر یورپی مشن کھولا۔ اس کے بعد چین اور کوریا کو ترسیل ہوئی، جسے CARE نے جنگ عظیم دوم سے متاثرہ علاقوں کے لئے امداد کے طور پر بیان کیا۔ 1949 میں CARE پہلی بار ترقی پذیر دنیا میں داخل ہوا اور فلپائن میں اپنا پروگرام شروع کیا، اس کے بعد جلد ہی ہندوستان، پاکستان اور میکسیکو میں بھی پراجیکٹس شروع ہو گئے۔ 1949 میں CARE کی غیر خوراکی امداد میں پہلی توسیع کو" سیلف ہیلپ" پیکجوں کی ترقی کے ساتھ بھی نشان زد کیا گیا جس میں کاشتکاری، کارپینٹری اور دیگر تجارت کے اوزار شامل تھے۔ 1953 میں، یورپ سے باہر کے پراجیکٹس میں توسیع کی وجہ سے، CARE نے اپنے مخفف کا مطلب بدل کر Cooperative for American Remittances to every where کردیا۔

وسیع تر ترقیاتی کاموں کی طرف منتقلی:

وسیع جغرافیائی توجہ کے ساتھ ایک وسیع نقطہ نظر سامنے آیا، کیونکہ CARE نے خوراک کی تقسیم کے اپنے اصل پروگرام سے آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ ان نئے وسیع تر اہداف کی عکاسی کرنے کے لئے، 1959 میں CARE نے دوسری بار اپنے مخفف کا مفہوم تبدیل کیا، اور اب یہ Cooperative for American Releif Everywhere بن گیا۔ اس وسیع دائرہ کار کی عکاسی کرتے ہوئے، CARE نے 1961 میں صدر جان ایف کینیڈی کے امن کور کے قیام کے ساتھ اشتراک کیا۔ اس میں CARE کو رضا کاروں کے پہلے گروہ کو منتخب کرنے اور تربیت دینے کی ذمہ داری دی گئی تھی، ان رضا کاروں کو بعد میں کولمبیا میں ترقیاتی منصوبوں کی ذمہ داری پر تعینات کیا گیا۔ پیس کور نے بعد کی مہموں میں رضا کاروں کی تربیت پر زیادہ توجہ دی، لیکن CARE پیس کور کو کنٹری ڈائریکٹرز فراہم کرتا رہا جب تک کہ CARE-Peace Corps کے مشترکہ منصوبے 1967 میں ختم نہ ہو گئے۔

1962 میں CARE نے طبی امدادی تنظیم MEDICO کو خود میں ضم اور جذب کر لیا، جس کے ساتھ یہ پہلے کئی سالوں سے مل کر کام کر رہا تھا، اس انضمام سے CARE کی صحت پروگرامنگ بشمول تربیت یافتہ طبی عملہ اور طبی سامان فراہم کرنے کی صلاحیت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

CARE سے CARE انٹرنیشنل:

اگرچہ CARE نے 1946 میں کینیڈا میں ایک دفتر کھولا تھا، لیکن 1970 کی دہائی کے وسط تک یہ تنظیم واقعی ایک بین الاقوامی ادارہ بننا شروع نہیں ہوئی تھی۔

CARE کینیڈا (ابتدائی طور پر کیئر آف کینیڈا) 1973 میں ایک خودمختار ادارہ بن گیا۔ 1976 میں CARE یورپ کا قیام بون میں فنڈ اکٹھا کرنے کی کامیاب مہم Dank an Care (شکریہ CARE) کے بعد عمل میں آیا۔ 1981 میں CARE جرمنی بنایا گیا اور CARE یورپ نے اپنا ہیڈ کوارٹر پیرس منتقل کر دیا۔ CARE ناروے کو 1980 میں بنایا گیا تھا، اور اٹلی اور برطانیہ میں CARE کی شاخیں قائم کی گئیں۔ یورپ میں CARE کے دفاتر کی مقبولیت اس حقیقت سے منسوب تھی کہ بہت سے یورپیوں کو 1945 اور 1955 کے درمیان خود CARE کی امداد حاصل کرنا یاد تھا۔

1979 میں مختلف قومی CARE تنظیموں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے اور کام کے نقل کو روکنے کے لئے ایک مشترکہ تنظیم (Umbrella Organisation) کے قیام کی منصوبہ بندی شروع ہوئی۔ اس نئے قالب کو CARE انٹرنیشنل کا نام دیا گیا اور 29 جنوری 1982 کو پہلی بار اس کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں CARE کینیڈا، CARE جرمنی، CARE ناروے، اور USA CARE (پہلے صرف CARE) نے شرکت کی۔ CARE انٹرنیشنل 1980 کی دہائی کے دوران نمایاں طور پر پوری دنیا میں پھیل گیا اور اس کی شاخیں فرانس سے لے کر جاپان تک پھیل گئیں۔

پھیلاؤ اور شراکتیں:

CARE انسانیت نوازی یا انسانی ہمدردی کی مداخلت کے درج ذیل معیارات پر دستخط کنندہ ہے: بین الاقوامی ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ مومنٹ اور

ڈیزاسٹر ریلیف میں NGOs کے لئے ضابطہ اخلاق، دائرہ معیار، اور بنیادی انسانی معیارات کے ساتھ ساتھ، CARE ایک نمبر کا رکن ہے۔ انسانی امداد کے معیار اور ہم آہنگی کو بہتر بنانے کے لئے نیٹ ورکس کا مقصد: ایمرجنسی کیپاسٹی بلڈنگ پروجیکٹ، برطانوی انسانی ہمدردی کی ایجنسیوں کا کنسورشیم، انسانی ہمدردی کی کارروائی میں جوابدہی اور کارکردگی کے لئے ایکٹولرننگ نیٹ ورک، انسانی ہمدردی کے ردعمل کے لئے اسٹیئرنگ کمیٹی، بین الاقوامی کونسل برائے رضا کارانہ ایجنسیاں، اور INGO احتسابی چارٹر۔ CARE دیگر بڑی این جی اوز کے ساتھ مشترکہ وکالت کی مہموں میں بھی باقاعدگی سے مشغول رہتا ہے، گلوبل کمپین فار کلائمیٹ چینج ایکشن اس کی ایک مثال ہے۔(34)

٦۔شہری حقوق کے محافظ(Civil Rights Defenders)

شہری حقوق کے محافظ (سابقہ سویڈش ہیلسنکی کمیٹی) اسٹاک ہوم، سویڈن میں واقع ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیم ہے جو شہری اور سیاسی حقوق پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے انسانی حقوق کے تحفظ کا کام کرتی ہے۔ وہ بنیادی طور پر مقامی انسانی حقوق کے محافظوں کو صلاحیت کی تعمیر، تربیت، اور فنڈنگ کے ساتھ ساتھ خطرات کے ماحول میں انسانی حقوق کے محافظوں کے لئے تحفظ اور ہنگامی مدد فراہم کر کے ان کی امداد کرنے کا کام انجام دیتی ہے۔

1982 میں سویڈش ہیلسنکی کمیٹی کے طور پر قائم ہوئی، شہری حقوق کے محافظوں کی اصل توجہ ہیلسنکی معاہدے کے شہری حقوق کے حصے کی نگرانی اور حمایت کرنا تھی۔ 2009 میں، تنظیم نے اپنا نام بدل کر شہری حقوق کے محافظ رکھ دیا اور اب یہ سویڈن، مشرقی یورپ، وسطی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا، مغربی بلقان، لاطینی امریکہ، اور مشرقی اور

ہارن آف افریقہ میں کام کرتی ہے۔

سول رائٹس ڈیفنڈرز کی بنیاد 1982 میں سویڈش ہیلسنکی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے طور پر رکھی گئی تھی تاکہ ہیلسنکی فائنل ایکٹ کی انسانی حقوق کی دفعات کی تعمیل کی نگرانی کی جا سکے۔ جیرالڈ ناگلر، جو بین الاقوامی ہیلسنکی فیڈریشن فار ہیومن رائٹس کے بھی شریک بانی تھے، اصلاً سویڈش ہیلسنکی کمیٹی کے بانی تھے، اور پھر 1992 سے 2004 تک اس بین الاقوامی تنظیم کے چیئرمین بھی تھے۔ رابرٹ ہارڈ نے 2000 سے 2009 تک سیکرٹری جنرل کے طور پر تنظیم کی قیادت کی، پھر بطور ایگزیکٹو ڈائریکٹر 2017 تک اس کی خدمت کی۔

دیوار برلن کے گرنے کے بعد، تنظیم نے 1990 کی دہائی کے تنازعات کے دوران سابق یوگوسلاویہ میں انسانی حقوق کی صورتحال کی نگرانی اور بہتری کے لئے بھی کام کیا۔ 2009 میں، سویڈش ہیلسنکی کمیٹی نے اپنا نام بدل کر شہری حقوق کے محافظ رکھ دیا، اور جابرانہ مما لک میں انسانی حقوق کے مقامی گروپوں کی حمایت کے بنیادی مشن کے ساتھ دنیا کے اضافی خطوں میں کام کرنا شروع کیا جو اب بھی بین الاقوامی سطح پر جاری ہے۔(35)

۷۔ثقافتی بقا(Cultural Survival)

ثقافتی بقا (قیام 1972) کیمبرج، میساچوسٹس، ریاستہائے متحدہ میں واقع ایک غیر منافع بخش گروپ ہے، جو مقامی لوگوں کے انسانی حقوق کے دفاع کے لئے وقف ہے۔

ثقافتی بقا کی بنیاد ماہر عمرانیات ڈیوڈ میبری لیوس اور ان کی اہلیہ پیا نے

1960 کی دہائی کے دوران ایمیزونیائی اور جنوبی امریکہ کے اندرونی علاقوں کے کھلنے اور مقامی باشندوں پر اس کے شدید اثرات کے جواب میں رکھی تھی۔ اس کے بعد سے اس نے ایشیا، افریقہ، جنوبی امریکہ، شمالی امریکہ اور آسٹریلیا میں مقامی معاشروں کے ساتھ کام کیا ہے، جو دنیا بھر میں مقامی لوگوں کے حقوق کا دفاع کرنے والی امریکہ میں قائم ایک سرکردہ تنظیم بن گئی ہے۔ کیمبرج، میساچوسٹس میں صدر دفتر کے علاوہ ثقافتی بقا کا گوئٹے مالا میں گوئٹے مالا ریڈیو پروجیکٹ کے لئے سیٹلائٹ آفس بھی قائم ہے۔ 2022 تک، کلچرل سروائیول کو چیریٹی نیویگیٹر کی جانب سے چار ستاروں کی درجہ بندی حاصل ہے۔ ثقافتی بقا کا ایک اہم کارنامہ پونسا کس کے ساتھ اشتراک تھا۔

۸۔ پونساکس:

ہارورڈ کے سنٹر فار انٹرنیشنل افیئرز کا ایک تحقیقاتی شعبہ برائے تنازعات (PNS) پر پروگرام جین شارپ نے 1983 میں قائم کیا تھا۔ اس کا مرکز پرتشدد مداخلتوں کے متبادل کے طور پر عدم تشدد کی پابندیوں کا استعمال تھا۔ شارپ نے کچھ مہینوں بعد آزاد غیر منافع بخش البرٹ آئن اسٹائن انسٹی ٹیوشن (AEI) کی بھی بنیاد رکھی، جو اس پروگرام کے لئے فنڈنگ باڈی بن گئی۔

1995 میں (شارپ کے جانے کے کچھ سال بعد) PNS ثقافتی بقا کے ساتھ ضم ہو گیا، جس سے غیر متشدد پابندیوں اور ثقافتی بقا (PONSACS) پر پروگرام بنایا گیا۔ PONSACS نے "تمام لوگوں اور ان کی ثقافتوں کے تحفظ کے لئے غیر متشدد متبادلات" پر توجہ مرکوز کی، جو بالآخر 2005 میں بند ہونے سے پہلے دس سال تک پھلا پھولا، لیکن اس کی عمر بہت قلیل ہی رہی، یہ منصوبہ تو ختم ہو گیا، مگر ثقافتی بقا، اپنے سابقہ

منصوبوں پر اب بھی برابر کاربند ہے اور دنیا کی مختلف ثقافتوں کے تحفظ کے سلسلہ میں برابر سرگرم عمل ہے۔(36)

۹۔اینف پروجیکٹ (Enough Project)

دی اینف پروجیکٹ واشنگٹن، ڈی سی میں قائم ایک غیر منافع بخش تنظیم ہے جس کی بنیاد 2007 میں رکھی گئی تھی۔ اس کا بیان کردہ مشن نسل کشی اور انسانیت کے خلاف جرائم کا خاتمہ ہے۔ اینف پروجیکٹ افریقہ کے متعدد تنازعات والے علاقوں میں تحقیق کرتا ہے جن میں سوڈان، جنوبی سوڈان، جمہوریہ کانگو، وسطی افریقی جمہوریہ، اور لارڈز ریزسٹنس آرمی (LRA) کے زیر کنٹرول علاقے شامل ہیں۔ اینف پروجیکٹ تحقیق کرنے، پالیسی حل پر حکومتوں اور نجی شعبے کے ساتھ مشغول ہونے اور عوامی مہمات کو متحرک کرنے کے ذریعے مظالم اور بدعنوانی کے مرتکب افراد اور سہولت کاروں کے خلاف اقدامات کو فروغ دیتا ہے۔ ان بحرانوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے جن مہمات اور اقدامات کے ساتھ اینف پروجیکٹ نے اشتراک کیا ہے ان میں TheSentry سابقہ Raise Hope for Congo اور سیٹلائٹ سینٹینل پروجیکٹ شامل ہیں۔

دی اینف پروجیکٹ سنٹر فار امریکن پروگریس اور انٹرنیشنل کرائسس گروپ کی تحقیق اور وکالت کی حکمت عملیوں سے 2007 میں پروان چڑھا۔ اس کے شریک بانی جان پرینڈرگاسٹ اور گیل اسمتھ ہیں۔ اپنے ابتدائی کئی سالوں میں، اینف پروجیکٹ نے امن کے بہتر عمل، شہری تحفظ کی حکمت عملیوں، اور مشرقی اور وسطی افریقہ میں مہلک تنازعات اور بڑے پیمانے پر مظالم کے لئے جوابدہی کی کوششوں پر توجہ مرکوز کی۔

2016 میں، اینف پروجیکٹ نے اپنی توجہ تنازعات کی سیاسی معیشت اور پرتشدد جابر حکومتوں کا مقابلہ کرنے پر مرکوز کر دی۔ اسی سال، اینف پراجیکٹ نے دی سینٹری کا آغاز کیا، جو افریقی تنازعات کی مالی اعانت اور آپریشن کا تجزیہ، ثبوت اکٹھا کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا تھا۔

دی اینف پروجیکٹ پر شبہات کے بادل بھی کئی مرتبہ گھیرے ہیں اور اس کی تحقیقات کاؤنٹر نیٹ ورک ڈویژن نے کی، جو کہ یو ایس کسٹمز اور بارڈر پروٹیکشن کا ایک جزو ہے، جس نے صحافیوں علی واٹکنس اور مارتھا مینڈوزا کے علاوہ دوسروں کی بھی تفتیش کی تھی، تحقیقات میں دہشت گردی کی واچ لسٹ کے ذریعے اسکریننگ بھی شامل تھی۔(37)

۱۰۔ بزرگوں کی تحریک (The Elders)

دی ایلڈرز عوامی شخصیات پر مشتمل ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تحریک ہے جو بزرگ سیاستدانوں، امن کارکنوں اور انسانی حقوق کے وکلاء کے طور پر مشہور ہیں، جنہیں نیلسن منڈیلا نے 2007 میں اکٹھا کیا تھا۔ وہ خود کو "امن اور انسانی حقوق کے لئے مل کر کام کرنے والے آزاد عالمی رہنما" کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ منڈیلا نے دی ایلڈرز کے لئے جو ہدف مقرر کیا وہ یہ تھا کہ وہ اپنے" تقریباً 1,000 سال کے اجتماعی تجربے" کو بظاہر نا قابل تسخیر مسائل جیسے کہ موسمیاتی تبدیلی، ایچ آئی وی/ ایڈز، اور غربت کے حل پر کام کرنے کے لئے استعمال کریں گے، اور ساتھ ہی ، دنیا کے سب سے زیادہ پیچیدہ تنازعات کو حل کرنے کے لئے اپنی سیاسی آزادی کو امداد کے طور پر استعمال کریں گے۔

نومبر 2018 کے بعد سے، دی ایلڈرز کی صدارت میری رابنسن کر رہی ہیں، اوراس میں دس بزرگ اورسات متقاعد بزرگ شامل ہیں۔ کوفی عنان نے 2013 سے لے کر 2018 میں اپنی موت تک صدر کی حیثیت سے اس تحریک کی خدمات انجام دیں۔ ڈیسمنڈ ٹوٹو نے مئی 2013 میں عہدہ چھوڑنے سے پہلے چھ سال تک بطور صدر خدمات انجام دیں اور 2021 میں اپنی موت تک اس کے ایک متقاعد بزرگ رہے۔

اس گروپ کی شروعات انگریز مخیر رچرڈ برانسن اور موسیقار اور انسانی حقوق کے کارکن پیٹر گیبریل نے نسل پرستی کے مخالف کارکن اور جنوبی افریقہ کے سابق صدر نیلسن منڈیلا کے ساتھ مل کر کی تھی۔ منڈیلا نے 18 جولائی 2007 کو جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ میں اپنی 89 ویں سالگرہ کے موقع پر گروپ کے قیام کا اعلان کیا۔ افتتاحی تقریب میں کوفی عنان، جمی کارٹر، گراما چل، نیلسن منڈیلا، میری رابنسن، ڈیسمنڈ ٹوٹو، محمد یونس، اور لی زاؤ کسنگ موجود تھے، جو اراکین افتتاح کے موقع پر موجود نہیں تھے ان میں ایلا بھٹ، گرو ہارلیم برنڈ لینڈ، لخدر براہیمی، اور فرنینڈو ہنریک کارڈوسو شامل ہیں۔ مارٹی اہتیساری نے ستمبر 2009 میں، جولائی 2013 میں حنا جیلانی اور ارنسٹو زیڈیلو اور جون 2016 میں ریکارڈو لاگوس دی ایلڈرز میں شمولیت اختیار کی۔ جون 2017 میں، اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل بان کی مون بھی اس گروپ میں شامل ہوئے۔ زید رعد الحسین، جوآن مینوئل سینٹوس اور ایلن جانسن سرلیف نے جنوری 2019 میں دی ایلڈرز میں شمولیت اختیار کی۔ بزرگوں کی تحریک کو عطیہ دہندگان کے ایک گروپ کے ذریعہ مالی اعانت فراہم کی جاتی ہے جن کا نام مشاورتی کونسل میں ہوتا ہے۔

کام:

دی ایلڈرز دنیا بھر میں امن، انصاف اور انسانی حقوق کے لئے کام کرنے کے لئے اپنی آزادی، اجتماعی تجربے اور اثر و رسوخ کا استعمال کرتے ہیں۔ بزرگوں کے پروگرام تین اہم موضوعات پر محیط ہیں: گورننس اور لیڈرشپ؛ تنازعات، اس کی وجوہات اور نتائج؛ اور عدم مساوات، اخراج اور ناانصافی۔ بزرگ پروگرام کے چھ شعبوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں، مگر ہم ان کی تفصیلات میں جانے کے بجائے یہاں دو اہم ملکوں سے متعلق دی ایڈرز کی کارروائیوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں، تاکہ اس تحریک کے کاموں کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

اسرائیل اور فلسطین تنازعہ:

طویل عرصے سے جاری اسرائیلی۔فلسطینی تنازعہ اس گروپ کے قائم ہونے کے بعد سے بزرگوں کی اولین ترجیحات میں سے ایک رہا ہے۔ حل نہ ہونے والے تنازعہ کے دوررس اثرات اور فریقین کے درمیان طاقت کے عدم توازن کے پیش نظر، دی ایلڈرز کا خیال ہے کہ بین الاقوامی برادری کا اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کو دیرپا حل تک پہنچنے میں مدد کرنے میں اہم کردار ادا کرنا چاہئے۔ خاص طور پر، ان کا اصرار ہے کہ امن کی کوششوں کی بنیاد عالمی انسانی حقوق اور بین الاقوامی انسانی قانون کے احترام پر ہونی چاہئے، نیز یہ کہ غزہ کا محاصرہ مستقل طور پر ختم کیا جانا چاہئے اور اس تنازعہ کا حل اسرائیل اور ایک قابل عمل فلسطینی ریاست (1967 کی سرحدیں، بشمول مشرقی یروشلم میں فلسطینی دارالحکومت کے ساتھ) دونوں کے درمیان سرحدوں کی تقسیم کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔

اس سلسلے میں، اگست 2009 میں، دی ایلڈرز نے اسرائیل اور مغربی

کنارے کا دورہ کیا، تاکہ عام لوگوں پر طویل عرصے سے جاری تنازعے کے اثرات کی طرف توجہ مبذول کرائی جا سکے، اور امن کو فروغ دینے کے لئے اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کی کوششوں کی حمایت کی جا سکے۔ ان کے ساتھ رچرڈ برانسن اور جیف اسکل بھی اس سفر میں شامل تھے۔ بزرگوں نے اسرائیلی صدر شمعون پیریز، فلسطینی وزیراعظم سلام فیاض اور پرامن مظاہروں میں شامل مقامی امن کارکنوں سے ملاقات کی۔ ان کے دورے کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انہیں امید ہے کہ اس سے "رہنماؤں اور عام شہریوں کو یکساں طور پر ایسے اقدامات کی ترغیب ملے گی جو مشرق وسطیٰ میں امن، انسانی حقوق اور انصاف کو مزید فروغ دینا چاہتے ہیں"۔

چار بزرگ، میری رابنسن، ایلا بھٹ، لخدر براہیمی، اور جمی کارٹر، اکتوبر 2010 میں مصر، غزہ، اسرائیل، اردن، شام اور مغربی کنارے کا دورہ کرنے کے لئے مشرق وسطیٰ واپس آئے۔ اس کا مقصد بین الاقوامی قانون کی بنیاد پر "سب کے لئے ایک منصفانہ اور محفوظ امن" تک پہنچنے کی ضرورت پر زور دینے کے ساتھ امن کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ پورے سفر کے دوران، دی ایلڈرز نے سیاسی رہنماؤں، انسانی حقوق کی تنظیموں کے نمائندوں، طلبہ اور نوجوانوں کے گروپوں، خواتین کے گروپوں، کاروباری، سول سوسائٹی اور رائے عامہ کے رہنماؤں کے ساتھ امن عمل پر بات چیت کی۔ سفر کے دوران، میری رابنسن نے کہا کہ "بزرگ ہونے کے ناطے، ہم سمجھتے ہیں کہ دو ریاستی حل امن فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن ایک زیادہ توانائی بخش اور جامع نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔" بزرگوں نے غزہ کی پٹی کی ناکہ بندی کو فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے اسے "غیر قانونی اجتماعی سزا" اور "امن کی راہ میں رکاوٹ" قرار دیا۔ بزرگوں نے اس دورے کے بعد اپنے نتائج کا خاکہ پیش کرتے

ہوئے ایک رپورٹ جاری کی، جس میں انہیں امید تھی کہ "یہ امن کی کوششوں میں مددگار ثابت ہوگا۔"

اکتوبر 2012 میں، گرو ہارلیم برنٹ لینڈ، جمی کارٹر اور میری رابنسن اسرائیل، مغربی کنارے اور مصر کا سفر کرتے ہوئے خطے میں واپس آئے۔ سیاسی رہنماؤں، سول سوسائٹی، اور انسانی حقوق کے ماہرین کے ساتھ اپنی بات چیت میں، بزرگوں نے "دو ریاستی حل کے مستقبل کے بارے میں تشویش کا اظہار کرنے اور یروشلم شہر میں آبادکاری کی توسیع جو اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور دیگر تبدیلیوں کے اثرات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔"

مئی 2015 میں، جمی کارٹر اور گرو ہارلم برنٹ لینڈ نے اسرائیل اور فلسطین کا دورہ کیا اور غزہ میں انسانی بحران کو روکنے اور مختلف فلسطینی دھڑوں کے درمیان مفاہمت کے لئے بامعنی اقدامات کے مطالبے کے ساتھ اسرائیل اور فلسطین کا دورہ ختم کیا۔ انہوں نے صدر محمود عباس اور اسرائیل اور فلسطین دونوں کی بزرگ سیاسی شخصیات، سول سوسائٹی کے گروپوں اور عام شہریوں کے ساتھ بات چیت کی تاکہ ان کے نقطہ نظر کو سن سکیں اور تنازعات کے منصفانہ اور پائیدار حل کے لئے بزرگوں کے عزم کا اظہار کریں۔

بزرگوں نے جون 2016 اور جنوری 2017 میں پیرس میں اعلیٰ سطحی کانفرنسوں کے ذریعے دو ریاستی حل کو زندہ رکھنے کے لئے فرانسیسی حکومت کی قیادت میں سفارتی کوششوں کی حمایت کی۔ انھوں نے دسمبر 2016 میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد کا بھی خیر مقدم کیا جس میں اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں آبادکاری کی تمام سرگرمیاں فوری طور پر روک دیں۔

دی ایلڈرز عرب امن اقدام کی مکمل حمایت کرتے ہیں، جو اسرائیل اور عرب دنیا

کے درمیان معمول، پرامن اور محفوظ تعلقات کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے بدلے میں 1967 سے مقبوضہ فلسطینی سرزمین سے اسرائیل کے مکمل انخلاء کا مطالبہ کرتا ہے۔

2017 میں دی ایلڈرز نے ڈونلڈ ٹرمپ کے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کے فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے امن کے عمل کو بہت نقصان پہنچتا ہے'۔

میانمار یا برما:

دی ایلڈرز کے ایک وفد نے ستمبر 2013 میں پہلی بار ایک گروپ کے طور پر میانمار کا دورہ کیا۔حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں، سیاسی رہنماؤں، مذہبی رہنماؤں اور سول سوسائٹی کے گروپوں کے ساتھ اپنی ملاقاتوں میں مارٹی اہتیساری، گروہارلیم برنڈ لینڈ اور جمی کارٹر پر مشتمل اس وفد نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ ملک میں امن اور جامع ترقی کی حمایت کرنے کے سلسلہ میں وہ کس طرح کا بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔

دی ایلڈرز، مارچ اور دسمبر 2014 میں میانمار دوبارہ واپس لوٹے، پہلے سفر میں، انہوں نے میانمار میں نی پی تاو اور میتکینا، کاچن اسٹیٹ، اور تھائی لینڈ میں مے سوت اور چیانگ مائی کا سفر کیا اور اپنے تعلقات کو گہرا کیا اور خاص طور پر ملک کی نسلی اقلیتوں اور ان کے نمائندوں پر توجہ مرکوز کی۔انہوں نے میانمار میں ینگون اور نی پی تاؤ اور تھائی لینڈ میں چیانگ مائی کا دورہ کیا، اور انہوں نے میانمار کی منتقلی کے عمل میں پائیدار پیش رفت کی حوصلہ افزائی کے لئے اپنی کوششوں کا اعادہ کیا اور تنازعات کو فوری طور پر ختم کرنے پر زور دیا۔

بزرگوں نے میانمار میں نومبر 2015 میں ہونے والے انتخابات اور آنگ

سان سوچی کی نیشنل لیگ فار ڈیموکریسی (NLD) کی سویلین قیادت میں حکومت بنانے میں کامیابی کا خیر مقدم کیا۔

اگست 2016 میں، آنگ سان سوچی نے کوفی عنان کو ایک آزاد کمیشن کی سربراہی کے لئے مدعو کیا، تاکہ روہنگیا مسلم برادری سمیت ریاست راکھین کی صورتحال کا جائزہ لیا جاسکے۔ کمیشن نے اگست 2017 میں اپنی حتمی رپورٹ شائع کی اور اس وقت رخائن ریاست کو درپیش سیاسی، سماجی، اقتصادی اور انسانی چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے سفارشات پیش کیں۔

رپورٹ شائع کرنے پر، کوفی عنان نے کہا" : جب تک حکومت کی قیادت میں اور حکومت اور معاشرے کے تمام شعبوں کی مدد سے، جلد ہی ٹھوس کارروائی نہیں کی جاتی ہے، تو ہمیں دائمی غربت جو رخائن ریاست کو متاثر کرتی ہے، اس کے ساتھ ہی تشدد اور بنیاد پرستی کے ایک اور دور کی واپسی کا خطرہ ہے، جو مزید گہرا ہوگا۔" دی ایلڈرز نے اس معاملہ میں کوفی عنان کی حمایت کی، جسے انہوں نے اپنی حیثیت سے انجام دیا۔

اپنے اکتوبر 2017 کی بورڈ میٹنگ میں، دی ایلڈرز نے ایک بیان جاری کیا جس میں برما میں روہنگیا مسلم اقلیت پر تشدد اور تباہی کی لہر جو اگست 2017 سے ریاست رخائن میں پھیلی تھی اور لاکھوں روہنگیا مسلمانوں کو بے گھر کر دیا، کے سلسلہ میں اپنی گہری مایوسی اور تشویش کا اظہار کیا گیا۔ انہوں نے میانمار کی حکومت اور فوجی رہنماؤں سے مطالبہ کیا کہ بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں بے گھر روہنگیا کو واپس جانے کی اجازت دی جائے، اور انہیں جانی و مالی تحفظ فراہم کرتے ہوئے ان کے انسانی حقوق کا بھی تحفظ کیا جائے۔

ہرانسان کے حقوق ہیں:

ہرانسان کے حقوق (EHHR) مہم 10 دسمبر 2007 کو کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ میں انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR) کی 60 ویں سالگرہ پر شروع کی گئی۔ دی ایلڈرز نے صحت کے حق، خواتین کے حقوق، اوراظہاررائے کی آزادی سمیت UDHR کے اصولوں کو اجاگر کرنے کے لئے عالمی غیر سرکاری تنظیموں، سول سوسائٹی کی تنظیموں اور کاروباری اداروں کے ایک متنوع گروپ کے ساتھ شراکت میں پہل شروع کی۔ افتتاح کے شراکت داروں میں ایکشن ایڈ، ایمنسٹی انٹرنیشنل، سینٹر فار وومنز گلوبل لیڈرشپ، انٹرنیشنل پی این، وٹنس، ریئلائزنگ رائٹس، سیو دی چلڈرن اور یونیسیف شامل تھے۔ EHHR مہم میں CIVICUS جیسے نیٹ ورکس کے ذریعے ترقی پذیر دنیا میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کے شراکت داری بھی شامل رہی۔ اس مہم کا مقصد "عالمی شہریوں کو بااختیار بنانا تھا کہ وہ اقوام کے درمیان انسانی حقوق سے متعلق پہلے جامع معاہدے کے تحفظ اور اس کا ادراک کرسکیں"۔ پوری مہم کے دوران، ایک ارب سے زیادہ لوگوں نے عالمی اعلامیہ پر دستخط کئے، ذمہ داری لیتے ہوئے اپنی برادریوں میں دوسروں کی آزادی اور حقوق کے تحفظ کے لئے آواز بلند کرنے کا عہد کیا۔

ایک سال بعد، دسمبر 2008 میں، دی ایلڈرز نے ایوارڈ یافتہ انسانی حقوق کے صحافیوں، سول سوسائٹی کے رہنماؤں، اور کاروباری اور حکومتی رہنماؤں کے ساتھ ہر انسانی حقوق کی مہم کا جشن منانے اور EHHR میڈیا ایوارڈز میں شرکت کی۔ (38)

۱۱۔ فورم 18

فورم 18 ناروے کی انسانی حقوق کی ایک تنظیم ہے جو مذہبی آزادی کو فروغ

دیتی ہے۔ تنظیم کا نام انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 18 پر مبنی ہے۔ فورم 18 انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 18 کے مضمون کی تشریح اس طرح کرتا ہے:

☆ کوئی بھی عقیدہ رکھنے، عبادت کرنے اور گواہی دینے کا حق

☆ اپنے عقیدے یا مذہب کو تبدیل کرنے کا حق

☆ اجتماع کرنے اور اپنے عقیدے کا اظہار کرنے کا حق

فورم 18 نیوز سروس، جو 2003 میں فورم 18 کے ذریعہ قائم کی گئی تھی، ایک ویب اور ای میل اقدام ہے جو تمام لوگوں کی مذہبی آزادی کے خلاف خطرات اور اقدامات کے بارے میں سچائی و صداقت کے ساتھ، بروقت اور معروضی انداز میں رپورٹنگ کرتا ہے، خواہ ان کی مذہبی وابستگی کچھ بھی ہو۔ نیوز سروس بنیادی طور پر سابق سوویت یونین کی ریاستوں پر مرکوز ہے، بشمول بیلاروس اور وسطی ایشیا، اور مشرقی یورپ، لیکن اس نے کوسوو، مقدونیہ، سربیا، ترکی، برما، چین (سنکیانگ سمیت)، لاؤس، منگولیا، شمالی کوریا اور ویتنام پر بھی رپورٹیں شائع کی ہیں۔

نیوز سروس دو ایڈیشنوں میں شائع ہوتی ہے: ہر جمعہ کو ہفتہ وار خبروں کا خلاصہ؛ اور ہفتے کے دنوں میں شائع ہونے والا تقریباً روزانہ ایڈیشن۔ رپورٹوں کا ایک قابل تلاش ذخیرہ موجود ہے، جس میں ممالک اور خطوں کے مذہبی آزادی کے سروے اور مذہبی آزادی کے مسائل پر ذاتی تبصرے شامل ہیں۔ اگست 2005 میں تنظیم کے ایک رپورٹر کو ازبکستان کے تاشقند ہوائی اڈے پر حکام نے حراست میں لے لیا اور ملک بدر کر دیا، لیکن وہ اس ملک کے حالات کا برابر کوریج کرتا رہا ہے۔

فورم 18 نیوز سروس سے مذہبی آزادی پر بین الاقوامی تنظیمیں جیسے ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ، اور آرگنائزیشن فار سیکورٹی اینڈ کوآپریشن ان یورپ

(OSCE) کے ساتھ ساتھ مختلف مذہبی وابستگیوں (یعنی مسلم، عیسائی، بہائی، اور بدھ مت وغیرہ) والی متعدد نیوز سائٹس استفادہ کرتی ہیں۔ (39)

۱۲۔عالمی حقوق (Global Rights)

گلوبل رائٹس ایک بین الاقوامی انسانی حقوق کی صلاحیت پیدا کرنے والی غیر سرکاری تنظیم (NGO) ہے۔ واشنگٹن ڈی سی میں 1978 میں انٹرنیشنل ہیومن رائٹس لاء گروپ کے نام سے قائم ہونے والی تنظیم نے اپنی 25ویں سالگرہ کے موقع پر 2003 میں اپنا نام گلوبل رائٹس: پارٹنرز فار جسٹس رکھ دیا۔ دسمبر 2014 میں اس نے اپنا واشنگٹن ہیڈ کوارٹر بند کر دیا اور اپنی کارروائیوں کا مرکز نائیجیریا اور برونڈی میں اپنے ملکی دفتر میں منتقل کر دیا جہاں سے یہ تنظیم پسماندہ آبادیوں کے حقوق کو فروغ دینے اور ان کے تحفظ کے لئے افریقہ میں مقامی کارکنوں کے ساتھ مل کر کام کرتی رہتی ہے۔ اس نے تکنیکی مدد اور تربیت فراہم کی، تاکہ مقامی شراکت داروں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو دستاویزی بنانے اور ان کو بے نقاب کرنے، کمیونٹی کی رسائی اور متحرک کرنے، قانونی اور پالیسی میں اصلاحات کی وکالت کرنے، اور قانونی اور پیرالیگل خدمات فراہم کرنے کے قابل بنایا جائے۔

عالمی حقوق نچلی سطح کے کارکنوں اور تنظیموں کی آواز کو بڑھاتا ہے، اور عدم مساوات اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے نمٹنے اور ان کی جدوجہد کو علاقائی اور بین الاقوامی اداروں جیسے کہ اقوام متحدہ اور افریقی عدالت برائے انسانی اور عوامی حقوق کی توجہ دلانے کے لئے ان کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے، انسانی حقوق کے معیار کو تیار اور انہیں نافذ کرتا ہے۔

تنظیم کا ماڈل، معاشرے کی وسیع بنیاد سے اوپر کی طرف اثر پیدا کرتے ہوئے، تعلیم اور تربیت کے اتحادوں، تنظیموں اور افراد کو شراکتی نقطہ نظر کے ساتھ، طویل مدتی شفافیت اور پائیدار تبدیلی کو فروغ دیتے ہوئے کام کرتا ہے۔گلوبل رائٹس اپنے بنیادی نقطہ نظر میں مخصوص ہے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو دستاویز کرنے اور ان کو بے نقاب کرنے، کمیونٹی کی رسائی اور متحرک کرنے، قانونی اور پالیسی میں اصلاحات کی وکالت کرنے، اور قانونی اور پیرا لیگل خدمات فراہم کرنے کے لئے کارکنوں کو مضبوط کرتا ہے۔ ان کے مقاصد غریب اور پسماندہ گروہوں کے لئے انصاف تک رسائی کو بڑھانا، خواتین کے حقوق اور صنفی مساوات کو فروغ دینا، اور انسانی اور نسلی مساوات کو آگے بڑھانا ہے۔ وہ مسلح تنازعات اور قدرتی وسائل اور انسانی حقوق میں شہریوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے خصوصی اقدامات کے ذریعے بھی کام کرتے ہیں۔

عالمی حقوق کے پروگرام کے سلسلہ میں سرکاری ناکامیاں، جو حق رائے دہی سے محرومی اور غریبوں اور پسماندہ، خواتین اور امتیازی سلوک کے شکار افراد کے حقوق کی خلاف ورزیوں کو بڑھاوا دیتے ہیں ان کو دور کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ اس عمل کی ضرورت چونکہ عالمگیر ہے اور کوئی ایک ماڈل یکساں طور پر ہر جگہ لاگو نہیں ہوسکتا ہے، لہٰذا یہ تحریک تمام پروگرام مقامی ضروریات اور حالات کے مطابق تیار کرتی ہے۔

موضوعاتی پروگرام:

انصاف تک رسائی، جیسا کہ اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے ذریعے بیان کیا گیا ہے، بین الاقوامی انسانی حقوق کی برادری میں سمجھا اور قبول کیا جاتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ قوانین اور علاج غریبوں اور پسماندہ افراد کی ضروریات کے لئے منصفانہ،

مساویانہ اور حساس ہونے چاہئیں۔ اسی کے ساتھ، کمزور آبادیوں کو اپنے قانونی حقوق کو سمجھنے اور اس پر زور دینے میں درپیش مشکلات بھی قانونی اداروں کی توجہ کے متقاضی ہیں۔ انصاف تک مساوی رسائی، چاہے عدالتوں کے ذریعے ہو، یا دیگر قانونی طریقہ کار کے ذریعے، اس لئے قانون کی حکمرانی کے تحت وسیع البنیاد خوشحالی اور سلامتی کے لئے ایک اہم پیشگی شرط بنتی ہے۔

جہاں قانون کی حکمرانی کی حقیقی یا سمجھی جانے والی خرابی ہے، اور جہاں سیاسی، قانونی، معاشی، اور ادارہ جاتی تعصّبات اور رکاوٹیں آبادی کے طبقات کو پسماندہ کرتی ہیں، انصاف تک مساوی رسائی نہیں دی جاتی ہے۔ اس لئے عالمی حقوق تحریک کمزور آبادیوں اور ان کے قانونی چیلنجوں پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ وہ غریب اور پسماندہ افراد کو قانونی نظام تک رسائی میں مدد دیتی ہے، اس طرح حکومتی احتساب اور قانون کی حکمرانی میں عوام کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ قدرتی وسائل اور انسانی حقوق استخراجی میزبان برادریوں کے لئے، بہتر زندگی کی توقعات کو اکثر ناانصافی کے احساس سے بدل دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی زمینیں اور ذریعہ معاش سے محروم ہو جاتے ہیں، آلودگی سے ان کے ماحول اور صحت کو متاثر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں، خواتین کو غیر متناسب طور پر متاثر ہوتے دیکھتے ہیں، اور اس عمل اور ان معاملات میں جو یہ طے کرتے ہیں کہ آیا ان کی وسائل سے مالامال زمینوں کا استحصال کیا جائے گا، وہ بہت کم ہی زبان کھول پاتے ہیں، بلکہ اکثر اس سے محروم ہی رہتے ہیں۔ ان کی پیچیدہ مایوسیوں کا اظہار اکثر تشدد کے ذریعے ہوتا ہے، جس سے عدم تحفظ میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس لئے عالمی حقوق تحریک انسانی حقوق کی پامالیوں اور خلاف ورزیوں کی روک تھام، نگرانی اور انہیں ضبط دستاویز کرنے، اور حکومت، کمپنیوں، اور دیگر شناخت شدہ

اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ مشغولیت اور وکالت کی حکمت عملیوں کو ڈیزائن اور نافذ کرنے کے لئے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور ایکسٹریکٹیو میزبان کمیونٹیز کے ساتھ شراکت داری کرتی ہے۔(40)

۱۳۔بین الاقوامی مرکز برائے عبوری انصاف(ICTJ)

بین الاقوامی مرکز برائے عبوری انصاف(ICTJ) کی بنیاد 2001 میں ایک غیر منافع بخش تنظیم کے طور پر رکھی گئی تھی جو عبوری انصاف کے طریقہ کار کے ذریعے بڑے پیمانے پر مظالم اور انسانی حقوق کی پامالی کے لئے جوابدہی کے لئے وقف تھی۔ICTJ نے 1 مارچ 2001 کو نیو یارک سٹی میں باضابطہ طور پر اپنے دروازے کھولے، اور چھ ماہ کے اندر اندر ایک درجن سے زائد ممالک میں کام کرنا شروع کر دیا اور اسے دنیا کے کونے کونے سے امداد کی درخواستیں موصول ہونے لگیں۔ 1981–2008 کے سالوں پر محیط ICTJ کے ذریعہ جمع کردہ مواد کا ایک مجموعہ ڈیوک یونیورسٹی کی لائبریری میں رکھا گیا ہے۔(41)

۱۴۔بین الاقوامی فاؤنڈیشن برائے انسانی حقوق اور رواداری

بین الاقوامی فاؤنڈیشن فار ہیومن رائٹس اینڈ ٹولرنس ایک سائنٹولوجی فرنٹ گروپ ہے، جس کا بیان کردہ مقصد" بڑوں اور بچوں کو انسانی حقوق کی آسانی سے سمجھ میں آنے والی تعلیم فراہم کرنا ہے، تاکہ وہ یہ سمجھنے کے قابل ہوسکیں کہ بنیادی انسانی حقوق جو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ، میں فراہم کئے گئے ہیں، کس طرح ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔ گروپ کا ثانوی مقصد" بچوں اور مذہبی آزادی کے مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کرنا ہے۔

فاؤنڈیشن، جو 1997 میں لاس اینجلس، کیلیفورنیا میں فاؤنڈیشن برائے مذہبی رواداری کے طور پر قائم ہوا، 2002 میں اپنا نام تبدیل کر کے ایک عالمی تحریک کی شکل میں ابھر کر سامنے آیا تھا۔(42)

۱۵۔انصاف کے بغیر امن نہیں(NPWJ)

انصاف کے بغیر امن نہیں No Peace Without Justice (NPWJ) ایک اطالوی غیر منافع بخش تنظیم ہے، جس کی بنیاد 1993 میں ایک اطالوی سیاستدان، یورپی پارلیمنٹ کی سابق رکن اور اطالوی سینیٹ کی موجودہ رکن ایما بونوینو نے رکھی تھی۔انصاف کے بغیر امن نہیں کا صدر دفتر روم میں واقع ہے اور یہ غیر سرکاری تنظیم وفاق برائے بین الاقوامی فوجداری عدالت (Coalition for the International Criminal Court)(CICC) کی اسٹیئرنگ کمیٹی کی بھی رکن ہے اور عدم تشدد والی بین الاقوامی بنیاد پرست جماعت (Nonviolent Transnational Radical Party) کی ضمنی تنظیم ہونے کے علاوہ اس کو اقوام متحدہ میں عمومی (زمرہ ا) کی مشاورتی حیثیت والی غیر سرکاری تنظیم (ECOSOC) کا درجہ حاصل ہے۔

انصاف کے بغیر امن نہیں تحریک کے مرکزی پروگرام کے شعبہ جات میں بین الاقوامی فوجداری انصاف، خواتین کے جنسی اعضاء کی پامالی، جمہوریت بشمول عراق پروجیکٹ وغیرہ شامل ہیں۔انصاف کے بغیر امن نہیں تحریک کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ تنازعات کے حالات میں انسانی حقوق سب سے زیادہ خطرے میں ہوتے ہیں، جہاں بین الاقوامی برادری اکثر لڑائی کو روکنے کے لئے مختصر مدت کے اقدامات کو فروغ دیتی

ہے، لیکن وہ اقدامات مزید تنازعات کو جنم دیتے ہیں، استثنیٰ کی صورت حال کو برقرار رکھتے ہیں اور قانون کی حکمرانی کو کمزور کرتے ہیں، جب تک کہ وہ جرائم کے لئے جوابدہی فراہم کریں اور متاثرین کے نقصانات کا ازالہ نہ کرسکیں۔ انصاف، جمہوریت اور قانون کی حکمرانی ہی بنیادی آزادیاں اور انسانی حقوق کی ضمانت فراہم کرتے ہوئے پائیدار امن کے لئے مضبوط ستون ثابت ہوسکتے ہیں۔

1993 سے انصاف کے بغیر امن نہیں تحریک کی اصل بنیادی سرگرمیاں جنگی جرائم، انسانیت کے خلاف جرائم اور نسل کشی کی روک تھام اور مقدمہ چلانے کے لئے ایک زیادہ موثر بین الاقوامی فوجداری انصاف کے نظام کے حصے کے طور پر ایک مستقل بین الاقوامی فوجداری عدالت کے قیام کو فروغ دینے کے لئے ترتیب دی گئی تھیں۔

طریقہ کار:

انصاف کے بغیر امن نہیں تحریک کے تمام پروگراموں اور کارروائیوں کے لئے ترجیحات کا انتخاب زمینی سطح کی ضروریات پر مبنی ہوتے ہیں، جس میں سرگرمیوں کی ترتیب اور نفاذ میں تمام متعلقہ افراد شامل ہوتے ہیں۔ اپنی سرگرمیوں کے طریقہ کار میں، انصاف کے بغیر امن نہیں تحریک واضح طور پر سیاسی مہمات اور کلیدی پروگراموں، جیسے کہ بین الاقوامی اور علاقائی میٹنگوں کے نفاذ کے ذریعے بیداری پیدا کرتا ہے اور عوامی مباحثے کو فروغ دیتا ہے، جو اکثر متعلقہ ملک کی حکومت کے ساتھ شراکت داری کو فروغ دیتے ہوئے، مشترکہ میزبانی کے ساتھ مشترکہ طور پر منعقد ہوتے ہیں جس کا مقصد عوامی اداروں، غیر سرکاری تنظیموں اور معاشرے کے دیگر کرداروں کے درمیان، سیاسی مہم اور نتائج دونوں کے سلسلہ میں تمام متعلقہ افراد یا اداروں کی ملکیت کو یقینی بنانا ہے۔ انصاف

کے بغیر امن نہیں تحریک قانون سازی کے مسودے کی تیاری اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے آلات پر بات چیت میں مدد کے لئے قانونی ماہرین کے ذریعے حکومتوں کو وسیع پیمانے پر تکنیکی امداد فراہم کرتا ہے۔اسی کے ساتھ انصاف کے بغیر امن نہیں تحریک " تصادم کی نقشہ سازی" اور تنازعات سے متاثرہ علاقوں میں بین الاقوامی انسانی قانون کی خلاف ورزیوں کی وسیع پیمانے پر دستاویزات کی تیاری اور بین الاقوامی فوجداری انصاف کے مسائل پر تنازعات اور تنازعات کے بعد کے علاقوں میں مقامی معاشروں کو شامل کرنے والے آؤٹ ریچ پروگراموں کو نافذ کرنے میں منفرد میدانی تجربات کا حامل بھی ہے۔(43)

۱۶۔نارائن سیوا سنستھان

نارائن سیوا سنستھان ہندوستان کی ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جس کا صدر دفتر ادے پور(راجستھان) میں واقع ہے۔ یہ ادارہ 1985 میں قائم کیا گیا اور اس نے تین دہائیوں سے زیادہ عرصے تک وسیع پیمانے پر کام کیا ہے، تا کہ پسماندہ طبقات میں مختلف طور پر قابل یعنی معذور لوگوں تک رسائی حاصل کی جا سکے۔ نارائن سیوا سنستھان ہندوستان میں 480 شاخوں اور بیرون ملک 49 شاخوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے معذوری کے خاتمے اور ضرورت مندوں کی مناسب جسمانی ،سماجی اور اقتصادی باز آبادکاری پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ وہ صحت، تعلیم، باز آبادکاری، اعضاء کی اصلاحی جراحت اور امداد کی تقسیم میں مدد کرنے والے منصوبہ بند اور جامع پروگراموں کے ذریعے ایسا کرتے ہیں جو اس تنظیم کو ہندوستان کی بہترین خیراتی تنظیم بناتی ہے۔ اس تنظیم کا نعرہ ہے" ہمارا مذہب انسانیت ہے"۔

یہ ایک ایسی تنظیم ہے جو مختلف طور پر قابل افراد، یعنی معذوروں کو ان کی امیدوں، خوابوں اور عزائم کو پورا کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے اوران لوگوں کی مدد کرتی ہے جنہیں ہمت بڑھانے کے لئے صرف تھوڑی سی اضافی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب تک، نارائن سیوا سنستھان اور اس کی انتھک رضاکار جماعت نے عظیم مقاصد کے ساتھ 426850 افراد کی مفت اصلاحی سرجریوں میں مدد کی ہے۔ اصلاحی سرجریوں کے علاوہ، وہ قبائلی پٹیوں کے بچوں کو مفت تعلیم اور مختلف معذور اور ضرورت مند بالغوں کے لئے مناسب روزگار کے قابل ہنر میں پیشہ ورانہ تربیتی پروگرام بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان کے دیگر اقدامات میں مفت اجتماعی شادیاں بھی شامل ہیں اور یہاں ضرورت مند لوگوں کی سماجی بازآبادکاری پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔اس تحریک کا مقصد ایک جامع معاشرہ تشکیل دینا ہے، جہاں معذور افراد کو مرکزی دھارے کی معیشت اور سماجی زندگی میں قبول کیا جائے۔ ان کا ماننا ہے کہ ہر ایک فرد خاص اور باصلاحیت ہے اور وہ صرف آگے بڑھنے کے موقع کی تلاش میں ہے۔(44)

۱۷۔شانتی سینا

شانتی سینا یا "امن فوج" ہندوستان میں گاندھی کے عدم تشدد کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔عالمی سطح پر کئی تنظیموں اور تحریکوں نے اس سے متاثر ہوکر، گاندھی وادی گروہ کی طرف سے استعمال کئے گئے نام کو استعمال کرتی رہی ہیں۔ ان میں ورلڈ پیس بریگیڈ، نان وائلنٹ پیس فورس، سوراج پیٹھ، پیس بریگیڈز انٹرنیشنل نامی تنظیم اور رینبو گیدرنگ کے شرکاء وغیرہ شامل ہیں، جنہوں نے تیسرے فریق کے عدم تشدد کے عمل کی بنیاد کے طور پر کام کیا ہے۔

"شانتی سینا" ایک اصطلاح ہے جو سب سے پہلے گاندھی کے ذریعہ تیار کی گئی تھی جب انہوں نے ہندوستانی آبادی کے اندر فرقہ وارانہ تشدد کو کم کرنے کے لئے وقف ایک غیر متشدد رضاکارانہ امن قائم کرنے کے پروگرام کا تصور پیش کیا۔ لفظ" شانتی" اور " سینا" دونوں سنسکرت سے ماخوذ ہیں، شانتی کا مطلب ہے امن اور سینا کا مطلب ہے فوج۔ لفظ" سینا" کو کئی مرتبہ عسکریت پسندی سے تعلق کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے، لیکن گاندھی کے لئے، اس میں ہندو ویدوں میں اس کے استعمال سے جڑی مضبوط استعاراتی اور روحانی خصوصیات شامل تھیں۔

گاندھیائی دور کے بعد، شانتی سینا مختلف اوتاروں میں نمودار ہوئی ہے۔ گاندھی کے دو پیروکاروں نے اس کی اپنی تشریحات کی بنیاد پر الگ الگ گروپ تیار کئے: ونوبا بھاوے نے ایک شانتی سینا قائم کی جس نے اپنی کارروائیوں کے سلسلہ میں گاندھی کے روحانی نقطہ نظر کو ترجیح دی، جب کہ جئے پرکاش (جے پی) نے ایک ایسا طریقہ کار اختیار کیا جس میں پروگرام کے سیاسی محرکات پر زیادہ توجہ مرکوز کی گئی۔ شانتی سینا پروگرام ہندوستان کی گاندھی گرام دیہی یونیورسٹی میں بھی ایک آزاد ادارہ کے طور پر قائم کیا گیا تھا، جہاں اسے یونیورسٹی کے آئین میں شامل کیا گیا۔ فی الحال شانتی سینا سری لنکا میں سرو ودیا نامی تنظیم کے ایک حصے کے طور پر کافی سرگرم ہے۔ (45)

۱۸۔ بین الاقوامی امن دستہ (پیس بریگیڈز انٹرنیشنل) (PBI)

پیس بریگیڈز انٹرنیشنل (PBI) ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جس کی بنیاد 1981 میں رکھی گئی تھی جو" انسانی حقوق کا تحفظ کرتی ہے اور تنازعات کے پر امن حل کو فروغ دیتی ہے"۔ یہ بنیادی طور پر ایسا بین الاقوامی رضاکاروں کو تنازعات والے

علاقوں میں بھیج کر کرتا ہے، جو پھر انسانی حقوق کی تنظیموں، یونینوں، کسان گروپوں اور سیاسی تشدد سے خطرے میں پڑنے والے دیگر افراد کو عدم تشدد کے ساتھ تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ PBI تنازعات والے ممالک میں قیام امن کے دیگر اقدامات میں بھی سہولت فراہم کرتا ہے۔ وہ ایک "غیر جانبدار" تحریک ہے جو اپنے ساتھیوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ فی الحال پی بی آئی کولمبیا، گوئٹے مالا، ہونڈوراس، انڈونیشیا، کینیا، میکسیکو اور نیپال میں میدانی منصوبوں پر کام کر رہی ہے۔

تاریخ:

بھارت میں شانتی سینا کے کام سے متاثر ہو کر، پیس بریگیڈز انٹرنیشنل کی بنیاد 1981 میں عدم تشدد کے کارکنوں کے ایک گروپ نے رکھی تھی، جس میں نارائن ڈیسائی، جارج ولوبی، چارلس واکر، ریمنڈ میگی، جیمی ڈیاز اور مرے تھامسن شامل ہیں۔ 1983 میں، کانٹرا جنگ کے دوران، پی بی آئی نے ایک مختصر مدت کے لئے امن ٹیم کو جالاپا، نکاراگوا بھیجا جو خود کو متحارب دھڑوں کے درمیان کھڑا کر رہا تھا۔ اس منصوبے کو بعد میں امن کے مشاہدین نے جاری رکھا اور اس میں توسیع کی۔ پہلا طویل مدتی پی بی آئی منصوبہ اسی سال گوئٹے مالا میں شروع کیا گیا تھا (1983–1999، جو بعد میں 2003 میں دوبارہ شروع کیا گیا)، اس کے بعد ایل سلواڈور (1987–1992)، سری لنکا (1989–1998)، شمالی امریکا (1992–1999)، کینیڈا اور امریکہ میں، کولمبیا (1994 سے)، بلقان (1994–2001 کے دوران دیگر تنظیموں کے ساتھ مشترکہ)، ہیٹی (1995–2000)، میکسیکو (1998 سے)، انڈونیشیا (1999–2011، اور 2015 سے)، نیپال (2005–2014)، کینیا (2013

سے)اور ہونڈوراس (2013 سے) وغیرہ میں اس کی کامیاب مہمات دیکھی گئی ہیں۔

1989 میں، پی بی آئی کے رضا کار نوبل امن انعام یافتہ ریگو برٹا مینچو کو جلاوطنی سے واپس گوئٹے مالا کے اپنے پہلے دورے پر لے گئے۔ دیگر افراد جن کو PBI نے تحفظ فراہم کیا ہے ان میں سے گوئٹے مالا میں مینڈیز آمیلکار، زانئے نیگرونائنتھ اور لارو ئے فرانک اور کولمبیا میں ماریو کالکسٹو اور ڈیوک جولئیٹا کلاڈیا شامل ہیں۔

تحفظ سے متعلق بین الاقوامی شراکتی کام جس کو پی بی آئی نے تیار کیا اور اس کی راہنمائی کی، اس سے متاثر ہو کر اسی طرح کے کام کو بہت سی دوسری تنظیموں نے اختیار کیا ہے، جن میں وٹنیس فار پیس، کرسچن پیس میکر ٹیمز، مسلم پیس میکر ٹیمز، نان وائلنٹ پیس فورس، پروٹیکشن انٹرنیشنل، انٹرنیشنل پیس آبزرورس نیٹ ورک اور میٹا پیس وغیرہ شامل ہیں۔

۱۹۔ تنظیم:

PBI ایک جماعتی نظام پر مبنی تحریک ہے جو اتفاق رائے سے فیصلہ سازی کا استعمال کرتی ہے، یہ ساخت میں غیر درجہ بندی کی حامل ہے۔ PBI کے مجموعی ڈھانچے کے تین مختلف پہلو ہیں، جو کہ کنٹری گروپس، فیلڈ پروجیکٹس، اور بین الاقوامی سطح (جو PBI جنرل اسمبلی، انٹرنیشنل کونسل (IC)، اور انٹرنیشنل آپریشنز کونسل (IOC) پر مشتمل ہیں) ۔ ہر تین سال بعد ایک بین الاقوامی اجلاس منعقد ہوتا ہے، جس میں تنظیم کے تمام اراکین شرکت کرتے ہیں، تا کہ ہر ملک کے پروگرام کی سمت کا تجزیہ اور اس میں ترمیم کی جا سکے۔

رضا کار:

PBI مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے رضا کاروں کو میدانی منصوبوں میں

اپنے کام کے لئے راغب کرتا ہے۔ ارجنٹائن، آسٹریلیا، آسٹریا، بنگلہ دیش، بیلجیم، بولیویا، برازیل، چلی، کولمبیا، جمہوریہ چیک، فن لینڈ، فرانس، جرمنی، یونان، ہالینڈ، آئرلینڈ، اٹلی، میکسیکو، ہالینڈ، ناروے، پولینڈ، پرتگال، رومانیہ، سلووینیا، اسپین، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، اور امریکا، بہت سے دوسرے ممالک کے علاوہ سبھی کو PBI کے رضا کاروں کے انتخاب میں نمائندگی دی گئی ہے۔ ممکنہ رضا کاروں کو لازمی طور پر عدم تشدد کا پابند ہونا چاہیئے، اور تمام درخواست دہندگان کو گہرائی سے تربیت میں شرکت لازمی ہوتی ہے جہاں وہ عدم تشدد، عدم تشدد کی حکمت عملیوں اور ٹیم کی حرکیات کا فلسفہ سیکھتے ہیں۔ میکسیکن، گوئٹے مالا اور کولمبیا کے منصوبوں کے لئے تمام رضا کاروں کو ہسپانوی زبان میں روانی ضروری ہوتی ہے، اور نیپالی پروگرام کے لئے تمام رضا کاروں کو انگریزی میں روانی اور نیپالی زبان کی بنیادی سمجھ ضروری ہوتی ہے۔ ایک درخواست دہندہ کے لئے اس ملک کا شہری ہونا ضروری نہیں ہوتا جس میں وہ کام کرنا چاہتا ہے، البتہ اس کو کم از کم ایک سال کام کرنے کے لئے عہد بند ہونا لازمی ہوتا ہے۔ میدانی منصوبوں میں شامل ہونے کے علاوہ، رضا کاروں کے لئے PBI کی ملکی جماعتوں میں رضا کارانہ طور پر کام کرنے کا بھی موقع حاصل ہوتا ہے۔ (46)

۲۰۔ ایکشن ایڈ

ایکشن ایڈ ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تحریک ہے جس کا بیان کردہ بنیادی مقصد دنیا بھر میں غربت اور ناانصافی کے خلاف کام کرنا ہے۔ ایکشن ایڈ 45 ملکی دفاتر کا ایک فیڈریشن ہے جو مقامی معاشروں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے اور اکثر یہ کام مقامی شریک تنظیموں کے ذریعے، ترقیاتی مسائل کی ایک حد پر انجام دیا جاتا ہے۔

ایکشن ایڈ کی بنیاد 1972 میں سیسل جیکسن کول نے ایک چائلڈ سپانسر شپ چیرٹی کے طور پر رکھی تھی (جسے اصل میں ایکشن ان ڈسٹریس کہا جاتا ہے) جب برطانیہ کے 88 حامیوں نے ہندوستان اور کینیا میں 88 بچوں کو گود لیا تھا۔اس کی بنیادی توجہ بچوں کو تعلیم فراہم کرنا ہے، اوراب اس کے مقاصد میں انسانی حقوق، غریب لوگوں کی مدد کرنا، امتیازی سلوک کا سامنا کرنے والوں کی مدد کرنا، اور ناانصافی کا سامنا کرنے والے لوگوں کی بھی قانونی امداد فراہم کرنا وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ایکشن ایڈ ان لوگوں کی مدد کے لئے 45 مختلف ممالک میں 15 ملین سے زیادہ لوگوں کے ساتھ کام کرتی ہے۔

ایکشن ایڈ کے اثر ورسوخ میں اضافہ کے ساتھ ہی ہم خیال تنظیموں کے ساتھ اتحاد بنانا ایک اہم توجہ کا مرکز بن گیا۔ 2015 میں ورلڈ سوشل فورم میں اس نقطہ نظر کا اعلان کرتے ہوئے، ایکشن ایڈ نے مشرق وسطیٰ میں نوجوانوں کی سیاسی شرکت اور عالمی عدم مساوات کے مسائل سے نمٹنے کے لئے سول سوسائٹی اور کمیونٹی گروپس کو دعوت دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔(47)

۲۱۔ایجنسی برائے تکنیکی تعاون اور ترقی

ایجنسی برائے تکنیکی تعاون اور ترقی، جسے عام طور پر ACTED کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک فرانسیسی انسانیت نواز غیر سرکاری تنظیم ہے۔ یہ ایک غیر سرکاری، غیر سیاسی اور غیر منافع بخش تنظیم ہے۔ ACTED، ہنگامی حالات اور بحرانی حالات کے ازالہ کے سلسلہ میں 37 ممالک میں کام کرتا ہے۔

ACTED ابتدائی طور پر کابل، افغانستان میں 1993 میں قائم کیا گیا تھا، جو روٹی کی قلت سے نمٹنے کے لئے بیکریوں میں کوئلہ اور آٹا تقسیم کرتا تھا، پھر اس کی

سرگرمیاں تیزی کے ساتھ پورے ملک اور پھر وسیع وسطی ایشیا تک پھیل گئیں۔ یہاں سے، ACTED کا کام افریقہ، وسطی امریکہ، مشرق وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا تک پھیل گیا۔ ACTED کا پیرس میں صدر دفتر واقع ہے اور اس تحریک کے دفاتر جنیوا، لندن، اوٹاوا اور واشنگٹن ڈی سی میں بھی قائم ہیں۔

یہ تحریک وسطی ایشیا، جنوبی ایشیا، اور جنوب مشرقی ایشیا کے 37 مما لک کے علاوہ جنوبی امریکہ اور کیریبین، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ، مغربی، وسطی اور مشرقی افریقہ اور یورپ میں اپنے منصوبوں کو نافذ کرتی ہے۔

2019 میں، ACTED نے 315 ملین یورو بجٹ اور 6,200 سے زیادہ عملہ کے ساتھ 400 سے زیادہ منصوبوں کو نافذ کیا جو براہ راست 20.7 ملین لوگوں تک پہنچے تھے۔(48)

۲۲۔آکسفیم

Oxfam 1942 میں قائم کی گئی اور Oxfam International کی قیادت میں عالمی غربت کے خاتمے پر توجہ مرکوز کرنے والی 21 آزاد امدادی تنظیموں کا ایک برطانوی وفاق ہے۔اس کو آکسفورڈ میں 1942 میں سماجی کارکنوں اور آکسفورڈ کے ماہرین تعلیم کے ایک گروپ کے ذریعہ آکسفورڈ کمیٹی برائے قحط سے نجات کے طور پر قائم کیا گیا اور 1943 میں برطانیہ کے قانون کے مطابق رجسٹرڈ کیا گیا تھا، اصل آکسفورڈ کمیٹی برائے قحط سے نجات، ایک مقامی جماعت تھی جس کے بانیان میں ہنری گیلیٹ، تھیوڈور رچرڈ ملفورڈ، گلبرٹ مرے اور ان کی اہلیہ مریم، سیسل جیکسن کول اور ایلن پم شامل ہیں۔ کمیٹی کا پہلا اجلاس یونیورسٹی چرچ آف سینٹ میری دی ورجن،

آکسفورڈ کی اولڈ لائبریری میں 1942 میں منعقد ہوا اور اس کا مقصد مقبوضہ یونان کے بھوکے مرنے والے شہریوں کی مدد کرنا تھا، یہ قحط یونان پر محوری قبضے اور اتحادیوں کی بحری ناکہ بندیوں کے نتیجہ میں مصنوعی طور پر پیدا ہوا تھا۔ اس وقت برطانوی حکومت کو قائل کرنے کے لئے کہ وہ ناکہ بندی کے درمیان متاثرین کو خوراک کی امداد فراہم کرنے کی اجازت عطا کرے، ایک تحریک چلائی گئی اور آکسفورڈ کمیٹی کئی مقامی کمیٹیوں میں سے ایک تھی جو قومی قحط سے متعلق امدادی کمیٹی کی حمایت میں بنائی گئی تھیں۔

1960 تک، یہ ایک بین الاقوامی غیر سرکاری امدادی تنظیم بن گئی۔ پہلی بیرون ملک کمیٹی 1963 میں کینیڈا میں قائم کی گئی تھی، اور 1965 میں تنظیم نے اپنا نام تبدیل کر کے اپنے ٹیلی گرافک ایڈریس، OXFAM پر رکھ لیا۔ اس کے بعد آکسفورڈ کمیٹی کو Oxfam Great Britain یا Oxfam GB کے نام سے جانا جانے لگا۔ 1995 میں آکسفیم انٹرنیشنل کو آزاد غیر سرکاری تنظیموں کے ایک گروپ نے تشکیل دیا تھا۔ Stichting Oxfam International کو 1996 میں دی ہیگ، نیدرلینڈز میں ایک غیر منافع بخش فاؤنڈیشن کے طور پر رجسٹر کیا گیا۔

Oxfam نے مختلف عالمی بحرانوں کے دوران امدادی خدمات فراہم کی ہیں، جن میں اسرائیل۔فلسطینی تنازعہ، شمالی کوریا کا قحط، 2011 مشرقی افریقہ کی خشک سالی، 2012 ساحل کی خشک سالی، نیپال کا زلزلہ، یمن کا بحران وغیرہ شامل ہیں۔ بوسفیم غیر سرکاری تنظیم کی بنیاد مئی 1995 میں بوسنیائی جنگ کے دوران اندرونی طور پر بے گھر ہونے والی خواتین کی مدد کے لئے آکسفیم جی بی سائیکو–سوشل ریڈیونائس' پروجیکٹ میں حصہ لینے والی خواتین نے رکھی تھی۔ Oxfam دنیا بھر میں غریب اور جنگ زدہ علاقوں میں پانی کی صفائی فراہم کرنے میں عالمی سطح پر ایک تسلیم شدہ رہنما بن گیا ہے۔

2012 میں، آکسفیم ان انسانی گروپوں میں سے ایک بن گیا جو انسانی آفات کے تناظر میں صاف پانی کو یقینی بنانے کے لئے برطانیہ کی ریپڈ ریسپانس سہولت پر مشتمل ہے۔ (49)

۲۳۔ نسل کشی کے خلاف اتحاد

نسل کشی کے خلاف اتحاد ایک بین الاقوامی اتحاد ہے جو نسل کشی کو روکنے کے لئے بین الاقوامی اداروں اور سیاسی عزم کی تشکیل کے لئے وقف ہے۔ اس کا قیام 1999 میں عمل میں آیا، یہ وفاق دنیا بھر کی 65 سے زیادہ تنظیموں پر مشتمل ہے اور یہ تنظیموں کا پہلا اتحاد تھا جس کی مکمل توجہ نسل کشی کو روکنے پر تھی۔

نسل کشی کے خلاف اتحاد کے چار مقاصد ہیں:

1۔ نسل کشی کی نوعیت کے بارے میں عوامی معلومات کی فراہمی اور اسے روکنے اور ختم کرنے کے لئے سیاسی ارادے کی تشکیل۔

2۔ ممکنہ نسلی تصادم اور نسل کشی کے بارے میں دنیا کی مختلف حکومتیں اور خاص طور پر اقوام متحدہ، علاقائی تنظیموں اور قومی اداروں کو خبردار کرنے کے لئے موثر قبل از وقت انتباہی نظام کی تشکیل۔

3۔ نسل کشی کے عمل کو روکنے کے لئے بین الاقوامی، علاقائی اور قومی کارروائی کی ترغیب، بشمول موثر سفارت کاری اور نسل کشی کو روکنے اور اس کے خاتمہ کے لئے تیز رفتار ردعمل کی قوتوں کو متحرک کرنا۔

4۔ نسل کشی کرنے والوں کی موثر گرفتاری، عدالتی کارروائی اور سزا، جس میں بین الاقوامی فوجداری عدالت کا موثر کام، عالمی دائرہ اختیار والی قومی عدالتوں کا استعمال، اور

نسل کشی کے مرتکب افراد کے خلاف مقدمہ چلانے کے لئے خصوصی عدالتوں کی تشکیل وغیرہ بھی شامل ہیں۔

نسل کشی کی تعریف

نسل کشی مخالف کنونشن کے بعد، الائنس اگینسٹ جینوسائیڈ نے نسل کشی کی تعریف "کسی قومی، انسانی نسل، نسلی یا مذہبی گروہ کی مکمل یا جزوی طور پر جان بوجھ کر تباہی" کے طور پر کی ہے۔

یہ اتحاد بڑے پیمانے پر قتل و غارت گری اور انسانیت کے خلاف دوسرے جرائم کے بارے میں بھی فکر مند ہے جو رافیل لیمکن کی نسل کشی کی اصل تعریف میں شامل ہیں۔ یہ اتحاد سیاسی اجتماعی قتل، نسائی قتل اور اجتماعی عصمت دری، ثقافتی تباہی، نسل پرستی، مذہبی ظلم وستم، غلامی، جنسی یا صنفی شناخت کی بنیاد پر ظلم وستم، فوجوں میں بچوں کا استعمال، بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا استعمال، جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف دیگر جرائم وغیرہ کو روکنے کے سلسلہ میں کام کرتا ہے۔ یہ اس بحث میں نہیں الجھتا کہ آیا اجتماعی قتل نسل کشی کی قانونی تعریف پر پورا اترتا ہے، بلکہ اس کا مقصد اجتماعی قتل کی تمام اقسام کو روکنا اور اس پر قدغن لگانا ہے۔

نسل کشی اور سیاسی عزم

اپنی رکن تنظیموں کے ذریعے، اس اتحاد کا مقصد حکومتوں، صحافیوں، امدادی اور صحت کے کارکنوں، مذہبی رہنماؤں اور عام شہریوں کو نسل کشی کے عمل سے متعلق پیشگی اطلاعات فراہم کرنے کے لئے ایک قبل از وقت پیشگی اطلاعاتی جال تیار کرتا ہے۔ اس کا مقصد ایک عوامی، کھلے ذرائع والی انٹیلی جنس جال بنانا ہے جو نسل کشی میں تبدیل ہونے

سے پہلے نسلی اور دیگر تنازعات سے متعلق متعلقہ افراد کو خبردار کرے گا۔

عمل کے لئے سیاسی عزم پیدا کرنا بڑا کام ہوتا ہے، عدم کارروائی کا جواز پیش کرنے کے لئے استعمال کئے جانے والے دفاعی طریقہ کار میں حقائق سے انکار بھی شامل ہے۔ نسل کشی کو روکنے اور اس کے خاتمہ کے لئے پہلا کام پالیسی سازوں تک حقائق کو واضح اور ناقابل تردید شکل میں پہنچانا ہے، زیادہ تر یہ کام نیوز میڈیا کرتا ہے۔ لیکن معلومات پہنچانا کافی نہیں ہے، ان معلومات کی تشریح بھی ضروری ہوتی ہے تاکہ پالیسی ساز یہ سمجھیں کہ نسل کشی کے لئے ایک قتل عام کو منظم کیا جارہا ہے، یا نسل کشی کے آثار سمندری طوفان کی وارننگ کی طرح ابھر کر آرہے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ پالیسی سازوں کو کارروائی کے اختیارات تجویز کئے جائیں، اور کارروائی کرنے کے لئے ان کو ترغیب دی جائے۔ اور یہ کام نسل کشی کے خلاف اتحاد پوری قوت کے ساتھ انجام دیتا ہے۔

صدارتی ادارہ

Watch Genocide نسل کشی کے خلاف اتحاد کا بانی اور رابطہ کار ادارہ ہے۔ یہ الائنس کی ویب سائٹ، www.againstgenocide.org کو اسپانسر کرتا ہے، جہاں اتحاد کے اراکین اپنی سرگرمیوں، تحقیقی رپورٹیں، واقعات اور میٹنگوں کے نوٹس، اور عوامی حکام پر اثرانداز ہونے کے لئے مہم میں شامل ہونے کی اپیلیں شائع کرتے ہیں۔

جینوسائیڈ واچ اپنی ویب سائٹ www.genocidewatch.com کو بھی اسپانسر کرتی ہے، جو ان واقعات کی خبروں کو عام کرتی ہے جو نسل کشی کے عمل کے

اشارے ہیں، خاص تشویش والے مما لک کے بارے میں رپورٹیں، نسل کشی سے متعلق تعلیمی مواد اور اساتذہ وطلباء کے لئے تعلیمی آلات، نسل کشی کے تاریخی واقعات، اس کے بارے میں تجزیاتی مضامین، نسل کشی اور بین الاقوامی ٹربیونلز اور قومی عدالتیں جو نسل کشی، انسانیت کے خلاف جرائم، اور جنگی جرائم کے ملزمان پر مقدمہ چلاتے ہیں، ان کی کی خبریں وغیرہ فراہم کرتی ہے۔

Watch Genocide نسل کشی اور اجتماعی قتل کی دیگر اقسام کی پیشین گوئی، روک تھام، اس کے خاتمے اور اس کے مجرموں کو سزا دلانے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ یہ ممکنہ اور حقیقی نسل کشی سے متعلق عوامی پالیسی پر بیداری اور اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے اور اس کا مقصد نسل کشی کو روکنے اور اس کے خاتمہ کے لئے ایک بین الاقوامی تحریک کی بنیاد ڈالنا ہے۔

مقاصد

تعلیم

Watch Genocide ایک عالمی مسئلہ کے طور پر نسل کشی کے بارے میں عوامی شعور بیدار کرنے اور مخصوص اعلیٰ خطرے والے حالات کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کے لئے کام کرتی ہے۔ Watch Genocide اس موضوع پر عوام کو تعلیم فراہم کرتا ہے۔ نسل کشی کیسے اور کیوں ہوتی ہے، اس کے بارے میں عوام، بشمول بڑے پیمانے پر قتل کے خطرات کی ابتدائی انتباہی علامات اور موجودہ نسل کشی کے حالات پر رپورٹیں تیار کرتا ہے۔ اس کی رپورٹیں تنظیم کی ویب سائٹس پر پوسٹ کی جاتی ہیں، الائنس اگینسٹ جینوسائیڈ کی رکن تنظیموں کو بھیجی جاتی ہیں، اور امریکی کانگریس، امریکی محکمہ

خارجہ، بڑے اخبارات، اور اقوام متحدہ کو بھی روانہ کی جاتی ہیں۔

نسل کشی کی روک تھام

الائنس اگینسٹ جینوسائیڈ ممبران اور دیگر بین الاقوامی تنظیموں کے وسائل کو زمین پر موجود فیلڈ سٹاف کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے، جینوسائیڈ واچ پالیسی سازوں کے لئے آپشن پیپرز تیار کرنے کے لئے نسل کشی کے عمل کے بارے میں اپنی سمجھ کو استعمال کرتے ہوئے زیادہ خطرے والے علاقوں میں نسل کشی کو روکنے کے لئے مخصوص اقدامات کی سفارش کرتی ہے۔

نسل کشی کی پیشن گوئی

Watch Genocide تعلیم، پالیسی کا تجزیہ، اور نفاذ کے مقصد اور اعلی خطرے والے حالات کا تجزیہ کرنے کے لئے ڈاکٹر گریگوری اسٹینٹن کے "نسل کشی کے دس مراحل" جیسے پیش گوئی کرنے والے نمونوں کا استعمال کرتی ہے، وہ زیادہ خطرے والے علاقوں کی نگرانی کرتی ہے، نسل کشی کی گھڑیاں، انتباہات، اور ہنگامی حالات کا اعلان کرتی ہے اور حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں، اور غیر سرکاری تنظیموں کے لئے نسل کشی کو روکنے کے لیے اختیارات تجویز کرتی ہے۔ Watch Genocide نے نسل کشی کی روک تھام کے لئے اقوام متحدہ کے خصوصی مشیر کے دفتر کے قیام کی تجویز پیش کرتے ہوئے اس کی زبردست تحریک چلائی تھی۔ Watch Genocide اپنی تمام رپورٹیں اقوام متحدہ کے خصوصی مشیر کو بھیجتے ہیں، جو اس تنظیم کے بورڈ آف ایڈوائزرز میں بھی شامل ہیں۔

فوری مداخلت

ایک بار جب نسل کشی یا کسی قوم کا قتل عام شروع ہو جاتا ہے تو اس نسل کشی کو روکنے کے لئے فوری مداخلت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے پیش نظر Genocide Watch اقوام متحدہ، علاقائی، اور مجاز قومی افواج کے تیز رفتار ردعمل کو فروغ دینے کے لئے نسل کشی مخالف اتحاد کے کام کو مربوط کرتی ہے، جس میں موثر منصوبہ بندی اور مالیات کی فراہمی اور مداخلت کے سیاسی عزم کو بڑھانا وغیرہ شامل ہیں۔ Genocide Watch اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل ۔ 43 47 کے تحت ایک مستقل U.N. Rapid Response Force کے قیام کی حمایت کرتا رہا ہے۔

انصاف کی فراہمی

کسی حادثہ کے بعد نسل کشی کے متاثرین اور زندہ بچ جانے والوں کے لئے انصاف کے حصول، مجرموں کو سزا دلانے، مستقبل کی نسل کشی کو روکنے، اور منقسم معاشروں کے درمیان پرامن بقائے باہمی کی طرف منتقلی کو آسان بنانے کے لئے، Genocide Watch قومی انصاف کے نظام، خصوصی قومی اور بین الاقوامی ٹربیونلز، بین الاقوامی فوجداری عدالت، اور سچائی اور مصالحتی کمیشنوں کی حمایت کرتا ہے۔ (50)

۲۴۔ ورلڈ پبلک فورم – ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز (WPF-DC)

عالمی عوامی فورم۔ تہذیبوں کے درمیان مذاکرات

ورلڈ پبلک فورم – ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز (WPF-DC) ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تحریک ہے، جو ویانا، آسٹریا میں ایسوسی ایشن کے طور پر رجسٹرڈ ہے،

جس کے 7 بانی ارکان اور اس کے عالمی جال کے تقریباً 1000 ارکان ہیں، یہ سال 2002 میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کی سرگرمیوں کے شعبوں میں قومی ورثہ، انسانی حقوق، بین الاقوامی/ثقافتی تعلقات، نوجوان اور تعلیم شامل ہیں۔

WPF-DC دنیا بھر سے تقریباً 600 شرکاء، سائنسدانوں، سیاست دانوں، سفارت کاروں، صحافیوں، مذہبی پیشواؤں وغیرہ کے ساتھ تہذیبوں کے درمیان مذاکرات پر ایک سالانہ کانفرنس کا انعقاد کرتا ہے۔ تہذیبوں کے درمیان مذاکرات اور مخصوص موضوعات پر علاقائی کانفرنسوں کا اہتمام یا تو تنہا یا شراکت داروں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کے شرکاء میں یونیسکو، ایشیا۔یورپ فاؤنڈیشن وغیرہ شامل ہیں۔ WPF-DC کئی سائنسی اور عملی منصوبے انجام دیتا ہے۔

مشن اور مقاصد

ورلڈ پبلک فورم – ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، ایک غیر منافع بخش تنظیم ہے جس کا مقصد تہذیبوں اور مذاہب کے درمیان مذاکرات، لوگوں میں مختلف تہذیبوں اور مذاہب کی تفہیم اور دیگر تہذیبوں کے اقدار اور معاشروں کے لئے باہمی احترام، مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے اراکین کے درمیان بہتر تفاعل کو فروغ دینا ہے۔ مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے ارکان کا ایک ساتھ پرامن زندگی گزارنا، کسی بھی زینوفوبیا اور بعض تہذیبوں اور مذاہب کے ارکان کے ساتھ امتیازی سلوک کے خلاف جنگ، INGO اقوام متحدہ کے اقدار اور اصولوں، انسانی حقوق اور انسانی وقار اور مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات، تمام اقوام کے لئے مساوی حقوق اور خود ارادیت، بین الاقوامی تعاون اور تنازعات کے پرامن حل کے لئے پرعزم ہے۔ اس کے اہم منصوبوں

اور سرگرمیوں میں تہذیبوں کے مذاکرات کے لئے سالانہ روڈس کانفرنس کا انعقاد، ہم خیال اداروں، تنظیموں اور مذہبی جماعتوں کے گول میز مذاکرات، بین الثقافتی مکالمے پر ویانا میں اجلاس، بین الاقوامی پروجیکٹ ''گلوبلائزیشن کے بعد گلوبلائزیشن کے متبادل ماڈل''، ثانوی درجہ کی اسکولوں کے لئے تعلیمی کورس ''سمجھنے کے اسباق'' کی تیاری، نیٹ ورک کمیونٹی کی تشکیل، روڈس رپورٹ کا فالو اپ وغیرہ شامل ہیں۔

تحریک کا مقصد

ورلڈ پبلک فورم -- ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز اپنا مقصد خود اس طرح بیان کرتا ہے، ''ہم اس وقت ایک تاریخی دور میں جی رہے ہیں جس میں معاشروں کے درمیان عدم اعتماد اور پولرائزیشن بڑھ رہی ہے۔ اس تناظر میں WPF-DC (انالنڈ فاؤنڈیشن) پختہ یقین رکھتی ہے کہ:

1۔ ہمیں انتہا پسندانہ گفتگو اور بنیاد پرستی سے لڑنے کے لئے متبادل بیانیے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ورلڈ پبلک فورم -- ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز نوجوانوں کو مزید کھلے، جامع اور لچکدار معاشروں کو منظم کرنے کے لئے پلیٹ فارم فراہم کرنے کے ذریعہ نوجوان آوازوں کو بااختیار بناتا ہے۔

2۔ اعتماد کی کمی اور عدم برداشت سے لڑنے کے لئے ہمیں مزید جامع اور ہمدرد معاشروں کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے کے لئے، ورلڈ پبلک فورم ۔ ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز بین الاقوامی پالیسی سازی پر اثر انگیز تحقیق متعارف کراتا ہے۔ ورلڈ پبلک فورم -- ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، تحقیق اور رائے کی قیادت کے ذریعے تنازعات کی حرکیات کی منفرد تفہیم فراہم کرتا ہے۔

3۔ ہمیں مذاکرات اور تبادلے پر مبنی ثقافت کی تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔
ایک تحریک کی قیادت کر کے ورلڈ پبلک فورم۔ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، کا مقصد دیگر سول سوسائٹیوں کو اکٹھا کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس طرح سے ہمارے اثرات کو بڑھانا ہے۔

بیانیہ، جامعیت، ہمدردی اور تبادلہ۔ دوسرے لفظوں میں، اس کا خلاصہ اس تصور میں کیا جا سکتا ہے کہ ورلڈ پبلک فورم —۔ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، باہمی گفتگو کی طاقت پر پختہ یقین رکھتا ہے، کیونکہ یہ ہماری رواداری کو بڑھاتا ہے، ہمیں آزاد بناتا ہے، ہمارے نقطہ نظر کو وسعت دیتا ہے، ہماری انفرادیت کو متعین کرتا ہے، ہماری ترقی کو تیز کرتا ہے، ہماری جمہوریت کو مضبوط بناتا ہے، حقیقی معنوں میں دنیا بھر کے مظلوم لوگوں کو امید اور حوصلہ دیتا ہے۔

ورلڈ پبلک فورم —۔ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، کی بنیاد 2004 میں رکھی گئی تھی اور اس کے اسکندریہ ہیڈ کوارٹر کا 2005 میں افتتاح ہوا، جس سے یہ یورپی یونین اور اس کے بحیرہ روم کے پارٹنرز ممالک کی طرف سے مشترکہ طور پر تیار کردہ بین الاقوامی مذاکرات کا پہلا مشترکہ ادارہ بن گیا ہے۔

قیام کا مقصد

21 ویں صدی کے ابتدائی سالوں کو عالمی واقعات کی ایک سیریز کے ساتھ نشان زد کیا گیا جس نے 11 ستمبر اور دہشت گردی کے خلاف جنگ' سے لے کر عراق اور میڈرڈ کے بم دھماکوں سے لے کر بحیرہ روم کے خطے میں معاشروں کے درمیان پولرائزیشن کو ہوا دینے کا خطرہ پیدا کر دیا تھا۔

ورلڈ پبلک فورم۔ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، کو یورپی کمیشن کے صدر رومانو پروڈی کے سیاسی اقدام پر" مذاکرات کو دوبارہ شروع کرنے اور تہذیبوں کے تصادم کے خطرے کو کم کرنے کے لئے" کے مقصد کے تحت قائم کیا گیا تھا۔

بحیرہ روم میں تنازعات کے اثرات اور اقتصادی عالمگیریت، امیگریشن اور " شناخت" کے وسیع تر تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشروں کے درمیان پولرائزیشن کی جڑیں تلاش کرنے کے لئے پروڈی نے ایک اعلیٰ سطحی مشاورتی گروپ تشکیل دیا تھا۔ اپنی رپورٹ میں، جو فاؤنڈیشن کے لئے آپریشنل بلیو پرنٹ کے طور پر کام جاری رکھے ہوئے ہے، اعلیٰ سطحی گروپ نے تعلیم، ہنرمندی اور میڈیا کو ثقافتی مذاکرات کی تجدید، اور سول سوسائٹی کی مرکزیت اور نوجوانوں میں سرمایہ کاری کی ضرورت کو واضح کیا۔

ورلڈ پبلک فورم۔ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، ابتداء میں" یورو—میڈیٹیرینین فاؤنڈیشن فار ڈائیلاگ ان کلچرز" کہلاتا تھا، بعد میں اس فاؤنڈیشن کو سویڈن کی آنجہانی وزیر خارجہ انالِنڈ کا نام دیا گیا، جنہیں 2003 میں نفرت پر مبنی جرم کے ایک اقدام میں قتل کر دیا گیا تھا۔انا کی زندگی بھر کی وابستگی شمال اور جنوب کے درمیان مساوی شراکت داری، اور کثیر جہتی شراکت داری کے سلسلہ میں ورلڈ پبلک فورم —۔ڈائیلاگ آف سیولائزیشنز، کے کام کے لئے رہنما اصول بن گیا۔

تحریکی سنگ میل

☆یوروپ اور بحیرہ روم کے شریک مما لک کے درمیان دور رس سیاسی شرکت کو قائم کرنے کے لئے بارسلونا اعلامیہ۔

☆سال 2006 میں پہلے علاقائی بین الثقافتی تعلیمی پروگرام کا آغاز، بحیرہ روم

کے جرنلزم ایوارڈز، گرانٹس اور صلاحیت سازی کے پروگرام۔

☆ڈنمارک کارٹون بحران کے جواب میں ''ڈائیلاگ ۔ 21'' نوجوانوں کے لئے مہم کا آغاز۔

☆سال 2008 میں تاریخی ''اینکشن فارڈائیلانی نی مہم یوروپ اور بحیرہ روم کے شریک ممالک کے درمیان بین الثقافتی مذاکرات کے لئے شروع کی گئی، جس میں 30 سے زائد ممالک میں سول سوسائٹی کی زیر قیادت بین الثقافتی اقدامات کی ہم آہنگی ہوئی۔

☆سال 2009 میں غزہ جنگ اور بین الثقافتی تعلقات پر اقتصادی بحران کے اثرات کے جواب میں ''اعتماد کی بحالی، پلوں کی تعمیر'' کا علاقائی اقدام کیا گیا۔

☆عرب ممالک میں تاریخی سماجی بغاوتوں کے پس منظر میں تیونس ایکسچینج فورم اور" ینگ عرب وائسز "مباحثے کا پروگرام شروع کیا گیا۔

☆فاؤنڈیشن نوجوانوں، امن اور سلامتی پر اقوام متحدہ کی پہلی عالمی رپورٹ کے لئے اسٹیئرنگ گروپ کا رکن ہے۔(51)

۲۵۔اسلامی انسانی حقوق کمیشن(IHRC)

اسلامی انسانی حقوق کمیشن (IHRC) لندن میں مقیم اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ منسلک ایک غیر منافع بخش تنظیم ہے۔اس کا بیان کردہ مشن "مسلم اور غیر مسلم پس منظر سے تعلق رکھنے والی مختلف تنظیموں کے ساتھ کام کرنا، تمام لوگوں کے لئے ان کے نسلی، اعترافی یا سیاسی پس منظر سے قطع نظر انصاف کے لئے مہم چلانا ہے۔"اس تحریک کا صدر دفتر لندن میں قائم ہے اور اسے 1997 میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ تنظیم، 2007 سے، اقوام متحدہ کے اقتصادی اور سماجی امور کے محکمے کے ساتھ مشاورتی حیثیت کی حامل ہے۔

فلسفہ:

IHRC کا کہنا ہے کہ اس کا فلسفہ اس قرآنی آیت سے ماخوذ ہے، جو مومنوں کو مظلوموں کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیتی ہے، یعنی ''اور تمہارے پاس کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے ان لوگوں کے ساتھ نہ لڑو جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے ایک ولی عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرما۔" قرآن 4:75

برینڈیز یونیورسٹی کے جیٹ کلاؤسن لکھتے ہیں کہ IHRC یورپ میں منظم مسلم کمیونٹی کا حصہ ہے، عوامی دانشور اور صحافی اسٹیورٹ ویر کا استدلال ہے کہ IHRC برطانیہ میں مسلمانوں کی نمائندہ آوازوں میں سے ایک ہے، ان کا کہنا ہے کہ''... اسلامک ہیومن رائٹس کمیشن کا عملہ اور رضا کار و کارکنان- اس عام خیال کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں کہ اسلام اور انسانی حقوق میں مصالحت ناممکن ہے۔

میدان کار:

اسلامک ہیومن رائیٹس کمیشن کا دعویٰ ہے کہ اس کے میدان کار کا بڑا حصہ عام عوام کی نظروں سے ہٹ کر کیا جاتا ہے اور اس میں اسلاموفوبیا اور مسلم مخالف نسل پرستی کے امتیازی سلوک کا شکار افراد کی مدد کرنا شامل ہے۔ کچھ عوامی شہادتیں اور کیس رپورٹس موجود ہیں جو اسلامک ہیومن رائیٹس کمیشن کے کام کے اس حصے کو نمایاں کرتی ہیں۔ 2004 میں پی ایچ ڈی کے طالب علم یاسر عبدالمطلب پر نسلی نفرت کے ایک واقعہ میں وحشیانہ حملہ کیا گیا اور وہ شدید معذور ہو گئے، ان کی والدہ کہتی ہیں:

''خوش قسمتی سے... مجھے اسلامک ہیومن رائٹس کمیشن (IHRC) کی حمایت ملی، جولندن میں واحد کمیونٹی گروپ ہے جس کے کیس ورکرز نے یاسر جیسے نفرت انگیز جرائم کا شکار ہونے والے مسلم متاثرین کی مدد کی، اوراس نے ہماری بھی مدد کی نی نی۔

3 اگست 2006 کو، IHRC نے اپنے ان الزامات پر عدالتی نظر ثانی کا مطالبہ کیا کہ برطانوی حکومت نے اسرائیل کو فوجی سامان بھیجنے میں مدد کی، جسے بالآخر مسترد کردیا گیا۔

2010 میں، IHRC نے عوامی طور پر برطانیہ کی بندرگاہوں پر فل باڈی سکینر متعارف کرانے کے خلاف احتجاج درج کرایا اوراس بنیاد پر اس کی مخالفت کی کہ اس سے شہری آزادیوں کی پامالی ہوتی ہے، صحت کے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں، باڈی سکینرز کی واضح نوعیت اور تصاویر کا ذخیرہ، نیز یہ حقیقت کہ سکینرز پلاسٹک اور مائعات کا پتہ نہیں لگا سکے جوانہیں متعارف کرائے جانے کی وجہ بتائی گئی تھی۔ 2013 میں آئی ایچ آر سی نے اس معاملہ میں فتح کا دعویٰ کیا، جب برطانوی حکومت نے مکمل برہنہ جسم سکینر متعارف کرانے کے معاملہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے اپنے فیصلے کو اس سے پہلے کہ یہ معاملہ عدالت میں آئے، واپس لے لیا جس کی IHRC نے حمایت کی۔

2014 میں، IHRC لیگل، IHRC کا ایک نیا سیکشن شروع کیا گیا، جس میں یونیورسٹی کے اساتذہ کے ساتھ امتیازی سلوک کے مقدمے میں فتح کا دعویٰ کیا گیا جس نے اپنے آجروں کے خلاف بالواسطہ نسلی امتیاز کا دعویٰ کیا تھا، اس مقدمہ کا تصفیہ عدالت سے باہر ہی طے پا گیا۔

اسلامک ہیومن رائٹس کمیشن کی کارکردگی کے شعبہ میں مقدمات کی نگرانی اور اس کے مبصرین کی طرف سے ترکی، ماریشس اور بحرین کے دورے بھی شامل ہیں۔

تحقیقاتی رپورٹیں:

نفرت انگیز جرائم اور امتیازی سلوک:

تنظیم نے برطانیہ میں مسلم مخالف نفرت انگیز جرائم سے متعلق کئی رپورٹیں تیار کیں ہیں، جن میں 9/11 حملوں کے بعد کے مہینوں اور 9/11 کے بعد کے سال کے اعداد وشمار شامل ہیں۔ اس سے پہلے آئی ایچ آرسی نے 1999 اور 2000 کے مسلم مخالف نفرت انگیز جرائم سے متعلق اعداد وشمار تیار کرنے کے لئے بنیادی سروے کے طریقے استعمال کئے تھے۔سال 10-2009 میں اس نے سروے کے طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے برطانیہ اور فرانس میں ایک پائلٹ پراجیکٹ شروع کیا تھا جس کے نتیجے میں اس کی تحقیقات کے نتائج ''گیٹنگ دی میسیج: دی ریکرنس آف ہیٹ کرائمز ان یوکے 2011 (پیغام کا حصول: برطانیہ میں نفرت انگیز جرائم کا تسلسل) اور فرانس اینڈ ہیٹڈ سوسائٹی: مسلم ایکسپیرئنس 2012 (فرانس اور نفرت انگیز معاشرہ: مسلم تجربات) کی اشاعت عمل میں آئی۔

بعد میں اس منصوبے کی کیلیفورنیا، امریکہ اور کینیڈا میں تجدید کی گئی اور اسے دوبارہ لاگو کیا گیا جس کے نتیجے میں ونس اپون اے ہیٹرڈ: اینٹی مسلم ایکسپیرئنس ان یوایس اے 2013 (نفرت کا ایک دور: امریکہ میں مسلم تجربات) اور اونلی کینیڈین: دی ایکسپیرئنس آف ہیٹ ماڈریٹڈ ڈیفرینشیل سٹیزن شپ فار مسلمس 2014 (صرف کینیڈیائی: مسلمانوں کے لئے نفرت کی اعتدال پسند امتیازی شہریت کا تجربہ) شائع ہوئے۔

2014 میں، تنظیم نے ایک بار پھر برطانیہ میں ڈیٹا اکٹھا کرنے کا کام انجام دیا

تھا۔

اسلامک ہیومن رائٹس کمیشن کے طریقہ کار میں ہر ملک میں مسلم آبادی کے نمونے کا سروے کرنااوراس کا سامنا کرنے والے منفی تجربات کی سطحوں کا جائزہ لیناشامل ہے۔ یہ میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کی منفی تصویر کشی سے لے کر جسمانی حملے، نفرت پر مبنی جرائم اورزبانی بدسلوکیوں کی سطحوں کا جائزہ لیتا ہے۔ مختلف جائزوں میں جسمانی حملوں سے متعلق اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ برطانیہ میں، تقریباً 14% مسلم آبادی پر تشدد جسمانی حملوں کا شکار ہوئی تھی، جبکہ اس کی مقدار فرانس میں، 11%، امریکہ (کیلیفورنیا) میں تقریباً 30% اور کینیڈا میں 11% تھی۔ اگر برطانیہ کے اعداد وشمار کا برطانیہ میں مسلمانوں کی کل آبادی (تقریباً 30 لاکھ) کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ تقریباً 420,000 مسلمانوں کو جسمانی طور پر نفرت انگیز حملوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ملکی رپورٹیں:

IHRC انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق نائیجیریا وغیرہ دیگر ملکوں کی رپورٹیں بھی تیار کرتا رہا ہے۔ یہ اقوام متحدہ میں یونیورسل پیریاڈک ریویو (UPR) میکانزم کو بھی رپورٹ پیش کرتا ہے۔ 2007–2010 کے عرصے میں اس نے جن ممالک کے بارے میں رپورٹیں پیش کیں ان کی فہرست یہ ہیں: عراق، چین، مصر، سعودی عرب، فرانس، سری لنکا، فلپائن، تیونس، مراکش، ہندوستان، بحرین، برطانیہ۔

موضوعاتی رپورٹیں:

یہ موضوعاتی رپورٹیں بھی تیار کرتا ہے جیسے حجاب اور مذہبی اور اظہار رائے کی آزادی کے بارے میں، یہاں تک کہ ان میں سے کچھ کو اقوام متحدہ کی کمیٹیوں جیسے کہ کمیٹی

برائے خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کا خاتمہ (CEDAW) نے قبول کیا تھا۔(52)

۲۶۔اسلامک ریلیف

اسلامک ریلیف ایک بین الاقوامی امدادی ایجنسی ہے جو 40 سے زیادہ ممالک میں انسانی امداد اور ترقیاتی کاموں کو انجام دیتی ہے۔یہ تنظیم نسل، سیاسی وابستگی،جنس یا عقیدے و مذہب سے قطع نظر ضرورت مند معاشروں کی بلا امتیاز خدمت کرتی ہے۔

برطانیہ میں 1984 میں قائم کی گئی اس تنظیم کا بین الاقوامی صدر دفتر (اسلامک ریلیف ورلڈ وائیڈ کے نام سے) برمنگھم میں واقع ہے اور 50 ممالک میں پھیلے قومی دفاتر، منسلک شراکت داروں، رجسٹرڈ شاخوں اور میدانی دفاتر کا ایک طویل جال پایا جاتا ہے۔2020 میں اس کی آمدنی تقریباً150 ملین برطانوی پاؤنڈ تھی،اور یہ اسلامی انسانی اقدار سے متاثر سب سے بڑی آزاد بین الاقوامی امدادی ایجنسی مانی جاتی ہے۔

اسلامک ریلیف کے کام کے اہم شعبے انسانی امداد اور آفات سماوی و ارضی کی پیش بندی ہے۔ترقیاتی پروگرام جو پائیدار معاش، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، پانی، صفائی اور حفظان صحت تک رسائی کو بہتر بناتے ہیں، اور ضرورت مندوں کو رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

نظریہ اور مقصد:

اسلامک ریلیف اپنے وژن اور مشن کو اس طرح بیان کرتا ہے:

"ہمارے اسلامی عقیدے سے متاثر ہو کر اور اپنی اقدار سے رہنمائی حاصل

کرتے ہوئے، ہم اس خیال کی ایک دنیا کا تصور کرتے ہیں جہاں معاشروں کو بااختیار بنایا جاتا ہے، سماجی ذمہ داریاں پوری ہوتی ہیں اور لوگ دوسروں کے دکھوں کا مداوا بنتے ہیں۔ہم غربت سے نکلنے کے دیرپا راستے فراہم کرنے،لوگوں کو ان کی زندگیوں کو بدلنے کے لئے بااختیار بنانے اور بغیر کسی تعصب کے تمام معاشروں کی خدمت کرنے کے لئے کام کرتے ہیں''۔

مقاصد:

اسلامک ریلیف کی عالمی حکمت عملی (2017–2021) کے مطابق تنظیم کے چار عالمی اہداف تنازعات اور قدرتی آفات کے انسانی اثرات کو کم کرنا، غربت اور کمزوری سے نکلنے کے لئے معاشروں کو بااختیار بنانا، اپنے کام کی حمایت کے لئے عوام اور مالیات کو متحرک کرنا، اور اسلامی امدادی وفاق کو مضبوط کرنا ہیں۔

اسلامک ریلیف، اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کونسل کا رکن ہے اور یہ بین الاقوامی ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ موومنٹ اور ڈیزاسٹر ریلیف میں غیر سرکاری تنظیموں کے ضابطہ اخلاق پر دستخط کنندہ ہے۔ یہ بانڈ (برطانوی اوورسیز این جی اوز فار ڈیولپمنٹ) کا رکن بھی ہے اور برطانیہ میں ڈیزاسٹر ایمرجنسی کمیٹی (DEC) کے ساتھ 14 دیگر خیراتی اداروں کا بھی رکن ہے۔

اسلامک ریلیف، ایک عالمی ایکشن پلیٹ فارم انٹرنیشنل سول سوسائٹی سنٹر کا شریک مالک ہے اور INGO احتسابی چارٹر کمپنی کا ملحق رکن بھی ہے۔

تنظیم کا کہنا ہے کہ اس کے کلیدی شراکت داروں میں ڈبلیو ایف پی، آئی ڈی بی، یو این ایچ سی آر، یو این او سی ایچ اے، ای سی، ڈی ایف آئی ڈی، یو این ڈی پی،

او آئی سی، سیڈا، بحرین آر سی او، اسٹارٹ نیٹ ورک، روٹا، اور سی ایف او ڈی شامل ہیں۔

اسلامک ریلیف، گلوبل میک پاورٹی ہسٹری اتحاد کا حصہ ہے جو انتہائی غربت کے خاتمے اور 2015 سے آگے اتحاد کے لئے مہم چلا رہا ہے، جس کا مقصد ترقیاتی فریم ورک کو متاثر کرنا ہے جو ملینیم ڈویلپمنٹ گولز کی جگہ لے گا۔ اس نے لوتھرن ورلڈ فیڈریشن (LWF) کے ساتھ انسانی ہمدردی کے کاموں میں تعاون کرنے کے لئے مفاہمت کی ایک یادداشت پر بھی دستخط کئے ہیں اور دائمی غربت سے نمٹنے کے لئے افریقی یونین کے ساتھ شراکت داری بھی قائم کی ہے۔ یہ امدادی ادارہ "چیرٹی ویک" کا بنیادی رکن بھی ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ یہ عالمی سطح پر طلبہ کے ذریعہ چلنے والا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔

اقدار:

اسلامک ریلیف کی عالمی حکمت عملی (2017–2021) کے دستاویز کے مطابق تنظیم یہ بتاتی ہے کہ ان کے اقدار اور تعلیمات قرآن اور پیغمبرانہ ہدایات یعنی احادیث میں موجود وحی کے ذریعہ فراہم کی گئی ہیں۔ وہ ہیں اخلاص (خلوص وللٰہیت)، احسان (فضیلت)، رحم (ہمدردی)، عدل (معاشرتی انصاف) اور آمنہ (نظام امانت)۔

تاریخ:

اسلامک ریلیف 1984 میں ڈاکٹر ہانی البنا اور برمنگھم یونیورسٹی کے ساتھی طلباء نے ہارن آف افریقہ میں قحط کے ردعمل میں قائم کیا تھا۔ اس کا پہلا عطیہ صرف 20 پینس تھا، جو گھر گھر جمع کرنے سے اکٹھا کیا گیا تھا۔ اس امدادی تحریک کی ترقی نچلی سطح پر ملت کی مضبوط حمایت سے ہوئی اور پچھلے 35 سالوں میں یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور دیگر جگہوں

پر مالیاتی امداد اکٹھا کرنے والی منسلک تنظیموں کے ساتھ بڑھی ہے۔

انسانیت نوازی اور انسانی ہمدردی کی کارروائیاں

اسلامک ریلیف تنازعات اور قدرتی آفات کے اثرات کو کم کرنے کے مقصد کے ساتھ گزشتہ 37 سالوں سے دنیا بھر میں انسانی بحرانوں کے خاتمہ کے سلسلہ میں بھی پوری شدت کے ساتھ سرگرم عمل رہا ہے۔ یہ تیزی سے ردعمل کو یقینی بنانے، ہنگامی امداد فراہم کرنے اور کمزور لوگوں کی حفاظت پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ یہ انسانی معاشروں کو تباہی کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنے میں بھی مدد کرتا ہے، انہیں مزید لچکدار بناتا ہے، اور سرکاری پریشانیوں کے خطرات کو کم کرنے کے منصوبوں کو نافذ کرتا ہے۔

اسلامک ریلیف کی 37 سالہ تاریخ میں اہم ہنگامی مداخلتوں میں 1990 کی دہائی میں بوسنیا اور کوسووا کی جنگوں کے دوران جان بچانے والی امداد فراہم کرنا، افغانستان اور عراق کی جنگوں کے دوران طبی امداد فراہم کرنا اور دارفور، سوڈان میں پناہ گزینوں کے کیمپوں کا انتظام کرنا شامل ہے۔ اس نے قدرتی آفات کے دوران بھی خوب کام کیا ہے جن میں 2004 کی ایشیائی سونامی، 2005 میں کشمیر کا زلزلہ اور 2011 میں ہارن آف افریقہ میں خشک سالی شامل ہے۔

اس امدادی تحریک کی موجودہ ہنگامی اپیلوں میں یمن میں قحط اور بیماری کے خطرے سے دوچار 2.5 ملین افراد کی مدد کرنا، میانمار میں جاری تشدد سے متاثرہ کمزور اقوام کی مدد کرنا، اور جنگ زدہ شام میں 1.4 ملین افراد کو امداد پہنچانا وغیر شامل ہیں، شام میں یہ ان چند امدادی ایجنسیوں میں سے ایک ہے جو اب بھی براہ راست کام کر رہی

ہیں۔

اسلامک ریلیف سالانہ عالمی سطح پر رمضان میں کھانوں اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے گوشت کی تقسیم کا پروگرام بھی چلاتا ہے، جو خوراک سے محروم لاکھوں لوگوں تک پہنچتا ہے۔(53)

۲۷۔حلقۂ پیام انسانیت

حلقہ پیام انسانیت ایک ہندوستانی ملکی تحریک ہے جو اس وقت بھی ملکی سطح پر ہی سرگرم عمل ہے، لیکن اس تحریک کے بانی کا جو مقصد تھا اور اس کی بنیادیں جن عالمگیر، آفاقی اور عظیم اصولوں پر رکھی گئی ہیں ان کے پیش نظر، دنیا کے موجودہ حالات میں اس تحریک کو ملک سے توسیع دیتے ہوئے عالمی سطح پر لے جانے کی شدید ضرورت ہے اور اسی لئے ہم اس تحریک کا یہاں آخر میں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حلقہ پیام انسانیت کا قیام اور قبول عام:

حلقہ پیام انسانیت کا قیام مفکر اسلام حضرت شاہ سید ابوالحسن علی ندویؒ المعروف علی میاں ندوی نے عمل میں لایا تھا۔ بقول حضرت علی میاں ندویؒ، آپ کو اس طرح کی ایک تحریک کی ضرورت کا احساس تقسیم اور ملک کی آزادی کے فوراً بعد ہی ہو گیا تھا اور اپنے ان خیالات اور ملک کی اخلاقی گراوٹ اور بگڑتی ہوئی صورت حال پر اپنی گہری تشویش کا اظہار حضرت والا نے اپنے بعض مضامین اور رسائل کے ذریعہ کرنا شروع کر دیا تھا، مگر اس تحریک کی اصل بنیاد 9 جنوری 1954 کو گنگا پرشاد میموریل ہال، لکھنؤ میں ایک ایسے اجتماع میں پڑی جس میں شہر کے سر برآوردہ افراد اور غیر مسلم تعیم یافتہ افراد بڑی تعداد میں شریک ہوئے تھے۔غیر رسمی طور پر تبلیغی دوروں کے ساتھ ہی پیام انسانیت کی

تحریک اوراس کے جلسوں کا سلسلہ تقریباً بیس سالوں تک جاری رہا مگر اس تحریک کو منظم نہیں کیا گیا، بعد میں جب تبلیغی دوروں کے درمیان اس طرح کی کارروائیوں کے سلسلہ میں کچھ شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے تو اس کارروائی کو ایک مستقل شکل فراہم کرنے کا احساس ہوا(54) اور بالآخر 28,29,30 دسمبر 1974 کو الہ آباد میں منعقدہ ایک سہ روزہ اجلاس کے دوران حلقہ پیام انسانیت کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا اور اس کے بعد حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی سربراہی میں علمائے کرام کے وفود نے ملک کے کئی طویل وعریض دورے کر کے اس پیام کو عام کرنے کی جستجو کی، خود حضرت مفکر اسلام اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں ''مختلف ریاستوں میں یہ پیغام بڑے بڑے پبلک جلسوں اورخواص ودانشور طبقہ کی محفلوں میں سنایا گیا، اور مولانا روم کے بقول

من بہر جمعیتے نالاں شدم

یہ ایک دکھے ہوئے دل اور چوٹ کھائے ہوئے دماغ کی پکار تھی اور ہندوستان کی تیزی کے ساتھ بگڑتی ہوئی صورت حال کی سچی تصویر اوراس پر اظہار تشویش جس میں (اگر صورت حال کو نہ صرف باقی رہنے، بلکہ بڑھنے کا موقع دیا گیا) کسی تعمیری کام، خدمت انسان، ملک کی سالمیت، اعلیٰ اخلاقی قدروں کی حفاظت، حتیٰ کہ ضروریات زندگی کی قانونی اور جائز طریقہ پر تکمیل کا موقع اور پھر آگے بڑھ کر معمول کے مطابق (Normal) زندگی کی بھی گنجائش نہیں رہے گی''(55)، حضرت مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب اس تحریک کے اہم ترجمان بن گئے تھے اور دیگر کئی علمائے کرام نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بانی کا خلوص اور سچے دل کی تڑپ تھی کہ مسلم دانشوران کے علاوہ غیر مسلم قائدین ومذہبی رہنماؤں نے بھی اس تحریک کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ حضرت علی میاں ندویؒ کی حیات میں یہ تحرک ملک کے کونے کونے میں پہنچی،

حضرت مفکر اسلام کے بعد حضرت موانا عبداللہ حسینی ندویؒ نے اس کو آگے بڑھایا اور اب اس تحریک کو کل ہند پیام انسانیت فورم کے نام سے حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی کی سرکردگی میں ملک بھر میں چلایا جارہا ہے۔

قیام کا مقصد

اس تحریک کے قیام کا فوری اور بنیادی مقصد ہندوستان کی پوری آبادی کو بلا تفریق مذہب وملت انسانیت کے احترام کی دعوت دینا، خدا کے بندوں کی عزت، انسانیت کو نئی زندگی دینے اور انسانوں کو انسانیت اور اخلاق کا بھولا ہوا سبق یاد دلانا تھا (56)۔اس تحریک کی ضرورت اور اس پیغام کے اثرات کو واضح کرتے ہوئے خود حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ئی ئی عالم انسانی کی ایک اہم ضرورت ہے کہ اغراض وتعصّبات،قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد و بےتعلق ہوکر،عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں،جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے اور جن کو نظرانداز کرکے ہمارا یہ پورا تمدن اور پوری انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرے سے دوچار اور موت وزیست کی کشمکش میں گرفتار ہے، یہ حقیقتیں اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لئے سخت جدو جہد کی تھی، یہ حقیقتیں اب بھی زندہ ہیں،لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خودغرضیوں نے گرد وغبار کا ایسا طوفان کھڑا کردیا ہے کہ روشن حقیقتیں اب اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں،لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن بھی مفلوج ومعطل نہیں ہوا ہے، اگر پوری بےغرضی، پورے یقین اور پورے خلوص کے ساتھ ان حقیقتوں کو عام فہم زبان اور دلنشیں انداز میں بیان کیا جائے،تو انسانی ضمیر وذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرمجوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا

ہے اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوی ہے''۔(57)اسی دردمندی، خلوص و بے غرضی اور پورے یقین کے ساتھ حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس تحریک یا حلقہ پیام انسانیت کا آغاز کیا اور ملک کے دور دراز علاقوں تک پہنچ کر اس پیغام کو عام کرنے کی جستجو فرمائی، بڑے چھوٹے کئی جلسے منعقد کئے گئے ان جلسوں کے اثرات کو واضح کرتے ہوئے حضر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں، ''ان جلسوں سے اندازہ ہوا کہ بے غرض دعوت اور خدا پرستی اور انسان دوستی کی تحریک اب بھی بہت اثر رکھتی ہے اور لوگوں میں سچی بات قبول کرنے کی بہت بڑی صلاحیت اور استعداد موجود ہے اور مذہب میں اب بھی وہ طاقت ہے جو کسی تحریک اور پارٹی میں نہیں ہے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ لوگ مادہ پرستی اور اپنی موجود حالت سے غیر مطمئن ہیں اور اگر ہمدردی اور بے غرضی کے ساتھ اس پر تنقید کی جائے تو اس کے سننے کے لئے تیار ہیں اور ان کا دل اس کی تصدیق کرتا ہے۔(58)

غیر سرکاری تنظیموں اور تحریکات کے اثرات

پچھلی تقریباً دو صدیوں کے دوران عالمی اور بین الاقوامی سطح پر تحفظ، انسانیت، حقوق انسانی، خدمت خلق اور حرمت وتکریم انسانی سے متعلق جو تحریکات چلی ہیں اور عمومی اعتبار سے پیام انسانیت کے فروغ کے سلسلہ میں جو تنظیمیں وجود میں آئی ہیں ان کے کافی عمدہ اور بہتر اثرات دنیا میں دیکھے جارہے ہیں۔ ان ہی تحریکات کا نتیجہ ہے کہ دنیا کے اکثر مما لک میں آمرانہ حکومتوں کا خاتمہ ہوا اور جمہوری طرز حکمرانی نے دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز کیا، بالخصوص پچھلی صدی کے اواخر میں یہ صورت حال کافی تبدیل شدہ نظر آتی ہے

، ماہرین کا کہنا ہے کہ عالمی تحریکات اور غیر سرکاری تنظیموں کی شرکت میں اضافہ ہمارے آج کے زندگی گزارنے کے طریقے کو بدل دیتے ہیں۔ فیلکس ڈوڈز نے ایک دستاویز میں کہا1972 : میں دنیا میں 39 جمہوری ممالک تھے؛ 2002 تک ان کی تعداد بڑھ کر 139 ہوگئی''۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر سرکاری تحریکات انسانی حقوق کے معاملہ میں بہت کم وقت میں بہت بڑی چھلانگیں لگاتی ہیں اور بہت تیز رفتاری کے ساتھ دنیا کے حالات کو تبدیل کر دیتی ہیں۔ عالمی سطح پر اور بین الاقوامی معاملات میں جہاں حقوق انسانی کی پامالی، حکومتی سطح پر شہریوں کے مفادات کے تحفظ میں کوتاہی، ان کے مسائل کے حل کے سلسلہ میں غفلت، عام عوام کے ساتھ سرکاری اداروں کا امتیازی سلوک یا ان پر ظلم و تشدد، عوامی سطح پر مختلف طبقات کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات اور فرقہ وارانہ فسادات بلکہ نسل کشی کی کوششوں کے دوران بھی ان تحریکات نے قابل قدر خدمات انجام دئے ہیں اور اسی کے ساتھ خدمت خلق اور مجبور انسانوں کی ضروریات کی تکمیل کے سلسلہ میں بلا کسی امتیاز کے انسانیت کی خدمت کے کاموں نے نفرتوں کو پاٹنے اور انسانیت کو جوڑنے کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پیام انسانیت کو فروغ دینے والی عالمی تحریکات نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ان میں حالات کا مقابلہ کرنے اور دنیا میں تبدیلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تحریکات کو کسی بھی موقع پر غلط رخ اختیار کرنے سے محفوظ رکھا جائے تاکہ ان کے اثرات میں مزید اضافہ ہو سکے، تحریک میں سرگرم اراکین کو اس کے اثرات کو بڑھانے کے لئے مسلسل محنت اور کوشش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا کرنے کے لئے، انہیں ان کرداروں اور حکمت عملیوں پر غور کرنا چاہئے جو تحریک کے مختلف اجزا، قومی اور بین الاقوامی تنظیمیں اور نظام کے مناسب طریقہ کار جو ریاستوں کے لئے بہترین اور موزوں

ہوں، جنہیں استعمال کرتے ہوئے یا ان سے اشتراک کے ذریعہ اس جال کو برقرار رکھا جا سکے جو سب کے حقوق کے نفاذ کے امکانات کو بڑھانے میں سب سے زیادہ موثر ہوں۔

حوالہ جات

(1) سورۃ الحجرات، آیت 13

(2) انسانیت کی قوت: حال اور مستقبل میں بحیثیت انسان، ہیوگو سلم،
https://blogs.icrc.org/law-and-policy/2019/07/30/power-of-humanity-being-human-now-future/

(3) سورہ بنی اسرائیل، آیت 70

(4) سنن البیہقی الکبریٰ، السیرۃ النبویہ از ابن ہشام و فقہ السیرہ از غدبان

(5) الادب المفرد و السیرۃ النبویہ از ابراہیم العلی صفحہ 59

(6) International technical guidance on sexuality education: an evidence-informed approach (PDF). Paris: UNESCO. 2018. p. 16. ISBN 978-9231002595.

(7) https://en.wikipedia.org/wiki/Philosophy_of_human_rights

(8) جفا (1979) بحوالہ https://en.wikipedia.org/wiki/Philosophy_of_human_rights

(9) مختلف حوالاجات، دیکھیں https://en.wikipedia.org/wiki/Philosophy_of_human_rights

(10) حقوق انسانی از اینڈر ریونگان (2006) دی انٹرنیٹ اینسائکلو پیڈیا آف فیلاسفی

(11) پناہ گزینوں کے قانون پر نظر ثانی از نیرج نتھوانی (2003، صفحہ 25

(12) سورۃ المائدہ، آیت 32

(13) سورہ الانعام، آیت 151

(14) سورہ ذاریات، آیت 19

(15) بخاری و ابن ماجہ

(16) سورہ المائدہ، آیت 2

(17) سورہ المائدہ، 8 آیت

(18) سورۃ الحجرات، آیت 13

(19) سورۃ الحجرات، آیت 13

(20) سورۃ الحجرات، آیت 13

(21) سنن البیہقی والبزاز
(22) سنن الترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ المسلمین، حدیث نمبر 1924
(23) سنن بیہقی ومشکوۃ المصابیح، جلد2، حدیث نمبر1392
(24) صحیح المسلم
(25) سنن الکبریٰ للبیہقی
(26) صحیح البخاری وسنن ابن ماجہ
(27) مضمون از مارین جی رومنے، Ensign، نومبر1982، صفحہ 91)
(28) مکمل تفصیلات بحوالہ
https://en.wikipedia.org/wiki/International_Red_Cross_and_Red_Crescent_Movement
(29) دستور ایمنسٹی انٹرنیشنل، بین الاقوامی کونسل کا27واں اجلاس، 2005
(30) دستور ایمنسٹی انٹرنیشنل، www.amnesty.org
(31) مکمل تفصیلات کے لئے دیکھئے
https://en.wikipedia.org/wiki/Amnesty_International
(32) مکمل تفصیلات کے لئے دیکھئے https://www.antislavery.org/
اور https://en.wikipedia.org/wiki/Anti-Slavery_International
(33) سی گارنے، ''ایک عظیم مقصد: نسل پرستی مخالف تحریک کا آغاز نی نی، جرنل آف ساؤتھ افریکن اسٹڈیز، جلد 26، نمبر1، صفحات 144–123
(34) ماخوذ از https://www.care-international.org/
مزید دیکھیں https://en.wikipedia.org/wiki/Care_International
(35) تفصیلات کے لئے دیکھیں،
https://en.wikipedia.org/wiki/Civil_Rights_Defenders
بحوالہ https://crd.org/
(36) https://en.wikipedia.org/wiki/Cultural_Survival
بحوالہ https://www.culturalsurvival.org/
(37) https://en.wikipedia.org/wiki/Enough_Project
بحوالہ https://enoughproject.org/
(38) https://en.wikipedia.org/wiki/The_Elders_(organization)
مزید تفصیلات کا ذخائر https://theelders.org/ اور ''دی ایلڈرز: تاریخ اور حقائق''،
https://www.britannica.com/topic/The-Elders
(39) https://en.wikipedia.org/wiki/Forum_18

بحوالہ/https://www.forum18.org

(40) https://en.wikipedia.org/wiki/Global_Rights

بحوالہ/https://www.globalrights.org/ng

(41) https://en.wikipedia.org/wiki/International_Center_for_Transitional_Justice

(42) https://en.wikipedia.org/wiki/International_Foundation_for_Human_Rights_and_Tolerance

(43) https://en.wikipedia.org/wiki/No_Peace_Without_Justice

بحوالہ/http://www.npwj.org

(44) https://www.narayanseva.org/

(45) https://en.wikipedia.org/wiki/Shanti_Sena

(46) https://en.wikipedia.org/wiki/Peace_Brigades_International

بحوالہ/https://www.peacebrigades.org

(47) https://en.wikipedia.org/wiki/ActionAid

بحوالہ/https://www.actionaidindia.org

(48) https://www.acted.org/en/

(49) https://en.wikipedia.org/wiki/Oxfam

(50) https://www.against-genocide.org/

اور/http://genocidewatch.net/partners-and-projects/international-allianc

(51) https://www.annalindhfoundation.org/members/world-public-forum-dialogue-civilizations

(52) https://www.ihrc.org.uk/

(53) https://www.islamic-relief.org/

(54) حضرت مولانا سید ابو احسن علی ندویؒ سے تحریک پیام انسانیت کے بارے میں ایک اہم انٹرویو، از مولانا اسحاق جلیس ندویؒ، صفحہ 18-19

(55) تحفہ انسانیت (حدیث مالوہ)، مرتب مولانا اسحاق جلیس ندویؒ، پیش لفظ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ 7-8

(56) تحفہ انسانیت (حدیث مالوہ)، مرتب مولانا اسحاق جلیس ندویؒ، پیش لفظ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ 7

(57) تحفہ انسانیت (حدیث مالوہ)، مرتب مولانا اسحاق جلیس ندویؒ، پیش لفظ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ 17

(58) پیام انسانیت، پبلک جلسوں کی پانچ تقریریں، از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، پیش لفظ از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صفحہ 6